مکمل و مدلل

مسائل رفعت قاسمی جدید

قرآن وحدیث کی روشنی میں
حضراتِ مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند
کی تصدیق وتائید کے ساتھ

مسائل روزہ

مسائل شب برأت و شب قدر

مسائل اعتکاف

مؤلف
مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند



حامد کتب خانہ کراچی
0333-9596150

مکمل ومدلل

مسائلِ اعتکاف

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل اعتکاف

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دار العلوم دیوبند

کمپوزنگ: دار الترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابو بلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان
وخریج مرکزی دار القراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی

راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

پشاور: حافظ کتب خانہ محلّہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور

صوابی: تاج کتب خانہ صوابی

اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک

بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر

سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات

تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ

باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

فہرست اضافہ شدہ مسائل اعتکاف

انتساب

اس سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس
واطہر کے نام جس نے سب سے پہلے
غارِ حرا میں اعتکاف فرما کر
تعلق مع اللہ کی اساس
قائم فرمائی۔

یکے از غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رفعت قاسمی

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہٗ

ناظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ

سیدالمرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہٖ اجمعین

پیش نظر رسالہ مکمل ومدلل ,,مسائل اعتکاف،، بھی مؤلف کی سابق دو کتابوں مکمل ومدلل ,,مسائل تراویح،،اور مکمل ومدلل ,,مسائل روزہ،، کی خصوصیات وفوائد کے مثل خصوصیات وفوائد پر مشتمل ہے۔ ہر مسئلہ بعینہٖ محول عنہ کی عبارت میں پیش کرنے سے اعتماد زیادہ وقیع ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو بھی عوام وخواص سب کے لیے نافع بنائیں۔ اور قبول فرمائیں آمین۔

العبد نظام الدین

مفتی دارالعوم دیوبند

۱۹/۶/۱۴۰۷ھ

عرض مؤلف

ہر سال یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام مسلمانوں کے اندر دینی جذبات کی ایک زبردست لہر پیدا ہوجاتی ہے اوران کی عبادت میں نمایاں اضافہ محسوس ہوتا ہے۔ پھر آخری عشرہ میں تقریباً ہر مسجد میں معتکف حضرات بھی نظر آتے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو مساجد ان اعتکاف کرنے والے بندگانِ خدا سے بھرجاتی ہیں، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اعتکاف کے ضروری مسائل سے صحیح طور پر واقف نہ ہونے کی بناء پر بہت سے حضرات کا اعتکاف صحیح نہیں ہو پاتا۔ بسا اوقات بہت سے اعتکاف کرنے والے پہلے ہی دن اپنا اعتکاف فاسد کردیتے ہیں اور انہیں پتہ بھی نہیں چل پاتا۔

ان حالات کے پیش نظر بندے نے اپنے مشفق اساتذہ کے فیضِ توجہ سے اعتکاف میں روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل مستند کتبِ فقہ کے حوالے سے اس رسالے مکمل ومدلل ,,مسائل اعتکاف،، میں جمع کردیئے ہیں تاکہ اعتکاف کرنے والے بزرگ واحباب ان مسائل سے فائدہ اُٹھا کر اپنے اعتکاف کو فاسد ہونے سے محفوظ رکھ سکیں اور اُسے زیادہ سے زیادہ باعثِ ثواب ورحمت بنا سکیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۸/ جمادی الاخری ۱۴۰۷ھ


بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتکاف کیا ہے؟

روزے کے ذریعے انسان کی نفسیات کواعتدال پرلاکراسے شریعت کے تقاضے پورا کرنے کے لائق بنایا تھا، اب اس نے جب اس طریقے پربیس دن گذار دیئے اور گویا روحانی دوا کاایک نصاب (کورس) پوراہوگیا تواب خدائے پاک نے چاہا کہ میرا بندہ میرے سواتمام مخلوقات سے غیرضروی میل جول ترک کرکے میرے ہی در پرآپڑا اور میرے سوااس کوکسی سے کسی قسم کاکوئی تعلق نہ رہے۔

روزے میں محبوب بیوی کوصرف دن کے لئے چھڑایا تھا۔ جب بندہ اس میں پورا اُترا تواب دن رات اس سے الگ کرکے اس کی تمام تنہائیاں اپنے لئے مخصوص کرلیں اور فرمادیا کہ کھانا پینا، لیٹنا، سونا سب ہمارے ہی در پرکرواور ہماری جویاداب تک دنیا کے کام دھندوں میں لگ کر کرتے تھے اب وہ سب سے الگ تھلگ ہمارے عبادت خانہ ہی میں ہوا کرے گی تاکہ دنیا کے گندے ماحول سے یکسوہوکر دل ودماغ میں ہماری محبت خوب رچ بس جائے اورتمہارے دل کی دنیاپراب حکومت رہےتوصرف ایک اللہ واحدوقہارکی۔

(رمضان کیا ہے؟ص ۱۴۰)

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پرجاپڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ٹلنے کانہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگرحقیقۃً یہی حال ہوتوسخت سے سخت دل والابھی پسیجتا ہے، اوراللہ جل شانہ، کی کریم ذات توبخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے، بلکہ بے بہارحمت فرماتے ہیں، اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پردنیاسے منقطع ہوکرجاپڑےتواس کےنوازے جانے میں کیاتامل ہوسکتاہے، اوراللہ جل شانہ جس کااکرام فرمادیں اس کے بھرپورخزانوں کاکون بیان کرسکتاہے۔

نیز معتکف کی ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلنا چاہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں'' نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے گھر پر جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ (فضائل رمضان ص ۵۱)

اعتکاف کا ثواب

اگر خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے اعتکاف کیا جائے تو بہت اونچی اور عظیم الشان عبادت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی (رمضان کے آخری دس دنوں کا) اعتکاف نہیں چھوڑا، لیکن حیرت یہ ہے کہ لوگ اس کی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔

اعتکاف کرنے والے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **''هو یعکف الذنوب ویجری له من الحسنات کعامل الحسنات کلها''** (رواہ ابن ماجہ عن ابی عباسؓ)

اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے (بغیر کئے بھی) اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہے جتنی کرنے والے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

تشریح:۔ اس حدیث میں اعتکاف کے دو بڑے اہم فائدے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ آدمی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آدمی جہاں بھی بیٹھتا ہے ہر طرح کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اور پھر دنیا بھر کے قصے، قضیے پیش آتے ہیں جن میں جھوٹ، سچ، غیبت، بہتان وغیرہ ضرور ہوتا ہے بچتے بچتے بھی آدمی اپنے ماحول کے اثرات سے بہت کم محفوظ رہتا ہے لیکن مسجد میں بیٹھ کر آدمی ان تمام جھگڑوں سے بچ جاتا ہے۔

۲۔ دوسری بڑے پتے کی بات یہ ہاتھ لگی کہ بہت سے نیکیوں کا ثواب بغیر کئے بھی مفت میں مل جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے پاک دینے کے لئے بہانے ڈھونڈتا ہے کہ کوئی مل جائے تو اپنے بندوں کو نوازوں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا نے دینے کا تو فیصلہ کر رکھا ہے لیکن کسی نہ کسی بہانے سے دینا چاہتا ہے۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ بہت سے نیک کام (جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ) صرف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ وہ مسجد میں گھر گیا ہے، تو کہیں بندہ یہ نہ سوچنے لگے کہ اچھا اعتکاف کیا، سینکڑوں عبادتوں اور اچھے کاموں سے رہ گیا، اس لئے خدائے کریم نے بغیر کئے ہی یہ ثواب اس کے لئے طے کر دیئے۔ کیا اچھا موقع ہے، ہوسکتا ہے کہ آدمی اگر اعتکاف نہ کرتا تو اتنی نیکیاں کر بھی نہ سکتا لیکن اب اعتکاف کی بدولت اس کو یہ ثواب بھی مل رہا ہے۔

(۲) اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین و عمرتین''

(رواہ البیہقی، السراج المنیر جلد اول ص ۲۲۰ والترغیب جلد ۲ ص ۱۴۹)

رمضان کے (آخری) دس دنوں کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔

تشریح:۔ قدر کرنے والوں کی ضرورت ہے، اگر کسی کام میں دنیا کا اتنا نفع تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی ہم کو نظر آتا تو ہم خون پسینہ ایک کر کے کسی نہ کسی طرح اسے حاصل کرتے لیکن دین کے کاموں کی ہمارے دلوں میں کوئی قدر ہی نہیں اس لئے بڑے سے بڑا نفع سن کر بھی ہمارے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ ایک لمبی حدیث کا خلاصہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ جہنم کو اس سے زمین اور آسمان کے فاصلے سے تین گناہ دور کر دیتے ہیں۔ یعنی جہنم سے اس کا گویا کوئی واسطہ ہی نہیں باقی رہتا۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہوں گے جن کے دلوں میں یہ تمام فائدے اور اجر و ثواب سن کر اعتکاف کا شوق و جذبہ پیدا ہو، اور وہ اس کے لئے آنے والے رمضان میں تیار ہوں۔

کم سے کم اس ثواب کے حاصل کرنے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچوں وقت جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیا کریں۔ جب تک مسجد میں رہیں گے بالکل خاموش بھی بیٹھے رہے تب بھی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا

اور اگر قرآن شریف یا تسبیحات وغیرہ بھی پڑھتے رہے تو اس کا ثواب الگ ملے گا۔
(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۴ بحوالہ عینی شرح بخاری جلد ۵ ص ۷۱ ۳ وسنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اعتکاف کی روح

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ پاک کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیات کے بدلے میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات وتفکرات سب اس کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت میں سما جائے، یہاں تک کہ مخلوق کے ساتھ انس (محبت) کے بدلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس ہو گا نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو گا تو کس قدر لذت سے وقت گزرے گا۔ (فضائل رمضان ص ۵۱)

اعتکاف کی حکمتیں اور فائدے

اعتکاف میں حکم شرعی ہونے کی وجہ سے جس قدر فائدے اور حکمتیں ہوں کم ہیں یہاں مختصراً چند حکمتیں اور فائدے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر صرف یوں کہہ دیا جائے کہ بالکل ایک طرف ایسی جگہ پر دس دن گزارو کہ جہاں پرندہ نہ پر مار سکے تو ظاہر ہے کہ تنہائی و یکسوئی زیادہ ملتی لیکن کیا فائدہ ایسی تنہائی سے کہ انسان بجائے انسان کے ایک وحشی جانور بن جائے اور بری صحبتوں سے بچنے کے شوق میں اچھی صحبتوں سے بھی محروم ہو جائے اس لئے خدائے حکیم نے اعتکاف کے لئے مسجد کو مقرر فرمایا کیوں کہ بیہودہ اور غلط قسم کے لوگ تو مسجد میں آئیں گے نہیں جن کی صحبت مضر ہو، ہمیشہ نمازی پرہیزگار اور تہجد گزار لوگوں ہی سے سابقہ پڑے گا انہیں سے میل جول بات چیت ہو گی جن کی صحبت بے حد مفید اور کارآمد ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایسی مسجد کا حکم دیا کہ جہاں پانچوں وقت نماز ہوتی ہو کیونکہ اگر ایسی ویران مسجد میں اعتکاف کیا جائے جہاں آدمی کا دور

دور تک نشان نہ ہو تو فائدے سے زیادہ نقصان ہوگا نہ جماعت کی نماز ملے گی اور نہ نیک صحبتیں نصیب ہوں گی۔

۲۔ اعتکاف میں انسان کو یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور دل دنیا کی فکروں سے خالی ہو جاتا ہے۔ انسان کی توجہ خدا سے ہٹانے والی چیزیں چاہے وہ انسان کے اپنے اندر ہوں یا باہر، جب انسان تنہائی میں رہے گا تو آہستہ آہستہ سب ختم ہو جائیں گے اور دل پوری طرح دنیا کے خیالات سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس میں عبادتوں کے انوار و برکات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

۳۔ لوگوں کے ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں جو انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہو جاتے ہیں اعتکاف میں ان سے حفاظت رہتی ہے۔

۴۔ خدائے پاک فرماتا ہے کہ ”جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں دوڑ کر اسے اپنا لیتا ہوں“ اور اعتکاف کرنے والا اپنا گھر در چھوڑ کر صرف قریب ہی نہیں بلکہ خدا کے در پر آکر پڑ جاتا ہے۔ تو اب آپ اندازہ لگائیے کہ خدائے پاک کتنا قریب ہوگا اس پر کتنا زیادہ مہربان ہوگا۔

۵۔ شریف لوگ اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمان کی عزت اور خاطر تواضع کیا کرتے ہیں تو کریموں کا کریم اور داتاؤں کا داتا اپنے گھر آئے ہوئے مہمان کیا کچھ عزت واکرام نہ کرے گا۔

۶۔ شیطان انسان کا قدیمی دشمن ہے لیکن جب انسان خدا کے گھر میں ہے تو گویا مضبوط قلعے میں ہے شیطان اب اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

۷۔ فرشتے ہر وقت خدا کی عبادت اور اس کی یاد میں رہتے ہیں، مومن بندہ بھی اعتکاف میں بیٹھ کر ہر وقت خدا کی یاد میں ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کر رہا ہے اور فرشتے چونکہ اللہ کے بہت قریب ہیں اس لئے یہ بندہ بھی اللہ کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔

۸۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے، اعتکاف میں یہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

۹۔ جب تک آدمی اعتکاف میں رہتا ہے اسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے خواہ وہ خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا اپنے کسی کام میں مشغول رہے۔

۱۰۔ اعتکاف کرنے والا ہر ہر منٹ عبادت میں ہے۔تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی، بہر حال عبادت میں ہوگا۔

(رمضان کیا ہے؟ص ۱۴۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۸)

اعتکاف کی شرطیں

۱۔ جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اس میں پانچوں وقت نماز با جماعت ہوتی ہو۔

۲۔ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، پس بے قصد و ارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آگیا۔

۳۔ حیض ونفاس (ماہواری اور زچگی کے خون) سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونا۔

بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھ دار اور عورت کا اعتکاف درست ہے (علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۶ و بہشتی زیور حصہ گیارہواں ص ۱۰۷ بحوالہ شرح تنویر جلد اول ص ۱۵۵)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) واجب (۲) سنت مؤکدہ (۳) مستحب۔

اعتکاف واجب:۔ (۱) اگر کسی نے منت (نذر) مانی، نذ خواہ غیر معلق ہو جیسے کہ کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے کہ میں اللہ کے لیے تین دن کا اعتکاف کروں گا۔ یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لئے دو دن کا اعتکاف کروں گا، تو یہ اعتکاف کرنا واجب ہو گیا اور ان کے ساتھ خود بخود روزہ بھی واجب ہو گیا، کیونکہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے، جب کوئی شخص اعتکاف

کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تو بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزہ کا محل نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دن کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ اور صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی۔ روزے کا خاص اعتکاف کے لئے رکھنا ضروری نہیں خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے کافی ہے مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے، ہاں اس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے، نفل روزے اس کے لئے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص پورے رمضان کی اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر مسلسل روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ گیارہواں ص ۱۰۷ بحوالہ شامی، جلد ۲ ص ۱۷۷ بحوالہ شرح تنویر جلد اول ص ۱۵۶)

اعتکاف مسنون:۔ اس میں روزہ ہوتا ہی ہے اس لئے اس کے واسطے روزہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یعنی رمضان شریف کے آخری دس دن کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، یہ بیس تاریخ کی شام کو سورج چھپنے کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اور عید کا چاند خواہ انتیس کا ہو یا تیس کا چاند ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے، یہ اعتکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بڑی پابندی کے ساتھ کیا ہے، احادیث صحیحہ سے منقول ہے:

یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی محلہ یا بستی میں بعض لوگوں کے کر لینے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب کے اوپر اس کا وبال (گناہ) ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۷ بحوالہ شامی جلد ۲ ص ۱۷۸)

اعتکاف مستحب:۔ اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں، اور نہ اس کے لئے کوئی مقدار

مقرر ہے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم وقت کا ہو سکتا ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۸ بحوالہ شامی جلد ۲ص ۱۷۷)

مستحب اعتکاف کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں:

امام محمد کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی اعتکاف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اور اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے۔ اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے۔ (فضائل رمضان ص ۵۰)

اعتکاف کی سب سے افضل جگہ

سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے اس کے بعد مسجد نبویؐ کا مقام ہے۔ پھر بیت المقدس اور اس کے بعد اس جامع مسجد کا درجہ ہے جس میں جماعت کا انتظام ہو اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد بہتر ہے، اس کے بعد وہ مسجد ہے جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

عورتوں کو اپنے گھر کی مسجد میں (جس جگہ نماز پڑھتی ہوں) اعتکاف کرنا بہتر ہے۔

(علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپؐ کے لئے مسجد مقدس میں ایک جگہ مخصوص کردی جاتی اور وہاں آپؐ کے لئے کوئی پردہ چٹائی وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا خیمہ نصب ہو جاتا اور بیسویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر وہاں چلے جاتے اور عید کا چاند دیکھ کر باہر تشریف لاتے تھے اس درمیان میں آپؐ برابر وہیں کھانا پینا فرماتے اور وہیں سوتے، آپؐ کی ازواج

مطہرات میں سے جس کو آپ کی زیارت مقصود ہوتی وہیں چلی جاتیں۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ وہاں سے تشریف باہر نہ لاتے۔ ایک مرتبہ آپ کو سر صاف کرانا مقصود تھا اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایام معمولہ (حیض) سے تھیں تو آپؐ نے سر مبارک کھڑکی سے باہر کر دیا اور ام المؤمنین نے مل کر صاف کر دیا۔
(صحیح بخاری وغیرہ، علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۵)

اجرت دے کر اعتکاف کرانا کیسا ہے؟

سوال:۔ کچھ دے کر اعتکاف کرانا کیسا ہے؟
جواب:۔ اجرت دے کر اعتکاف کرانا جائز نہیں ہے، کیونکہ عبادات کے لئے اجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں، جیسا کہ ''بسوط فی الشامی فصل فی الجنائز والاجارات'' میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ہاں اگر بغیر اجرت ٹھہرائے اعتکاف کرایا اور اعتکاف کرا کے اجرت دینا وہاں معروف بھی نہ ہو تو کچھ پیش کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ امر بالمعروف میں داخل ہوگا۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۱۲، بحوالہ در مختار باب صلاۃ الجنائز بحث غسل جلد اول، ص ۸۰۴)

اگر ایک آبادی کا آدمی دوسرے آبادی میں اعتکاف کرے تو سنت کس آبادی کی ادا ہوگی

سوال:۔ اگر ایک آبادی (بستی) کا آدمی دوسرے گاؤں میں جا کر اعتکاف کرے تو سنت کفایہ کون سے علاقہ والوں کے سر سے ساقط ہوگی؟
جواب:۔ فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں (علاقہ) بستی، شہر کے لوگوں سے ساقط ہوگی جس میں معتکف نے اعتکاف کیا ہے اس لئے کہ اعتکاف علی الاشہر سنت کفایہ ہے جس کا تعلق بستی کے لوگوں کے ساتھ ہے، پس جیسے کہ اعتکاف کے چھوڑنے سے وہی لوگ گنہگار ہوں گے، اسی طرح ادا سے وہی لوگ بری بھی ہوں گے۔ ''وفی جامع الرموز وقیل وسنته علی الکفایه حتی لو ترک فی بلدة لاساؤا الخ ص ۱۶۴۔'' ظاہر ہے کہ اس عبارت میں گناہ کا تعلق اہل شہر کے اعتکاف کے ساتھ قرار نہیں دیا گیا بلکہ پورے

شہر میں کہیں بھی اعتکاف نہ ہونے پر شہر والوں کو گنہگار قرار دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اگر اجنبی آدمی بھی معتکف ہو جائے تو اس صورت میں پورے شہر میں کہیں بھی اعتکاف نہ ہونا صادق نہیں آتا، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ شہر والوں سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۱۲)

قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے کیا چھوٹی بستی کے ذمہ داری ختم ہو جائے گی

سوال:۔ بڑے قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے چھوٹی بستی خواہ اس قصبہ کے بالکل متصل ہو، وہاں کے لوگوں کے ذمہ سے سنت کفایہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ بڑے قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے چھوٹی بستی کے لوگوں کے ذمہ سے یہ سنت کفایہ ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۱ بحوالہ رد المحتار باب الاعتکاف جلد اول ص ۱۷۷)

کیا اعتکاف ہر محلہ میں سنت علی الکفایہ ہے

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ کیا علی الکفایہ کا یہ مطلب ہے کہ صرف ایک مسجد میں اعتکاف کرنے سے پورے شہر والوں کی طرف سنت ادا ہو جائے گی۔ یا ایک محلّہ والوں کی طرف سے ادا ہوگی؟ یا یہ کہ ہر ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے؟

جواب:۔ اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا، البتہ شامی میں اعتکاف کی سنت کو اقامت تراویح کی نظیر بتایا ہے اور تراویح کے باب میں تین قول فرما کر اس کو ترجیح دی ہے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں اقامت تراویح سے سنت کفایہ ادا ہو جائے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کا بھی یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۴۹۹ بحوالہ رد المحتار جلد اول ص ۶۶۰)

رمضان کے اخیر عشرے کا اعتکاف واجب ہے یا نفل

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اور یہ قسم

واجب ہے اور نفل اعتکاف سے جداگانہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۶ ص ۵۰۷ بحوالہ ردالمختار باب الاعتکاف جلد ۲ ص ۱۷۷)

مسنون اعتکاف کب سے کب تک ہے؟

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے مسنون اعتکاف شروع ہوتا ہے اور رمضان کی انتیس یا تیس تاریخ یعنی جس وقت عید کا چاند نظر آجائے اس وقت تک ہے۔ اگر سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے عید کا چاند نظر آ گیا تو غروب آفتاب تک اعتکاف میں بیٹھنا ضروری ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم، ص ۲۲ بحوالہ شامی جلد ۲ ص ۱۷۹)

عشرہ سے کم اعتکاف کرنے والے کا حکم

سوال:۔ اگر کوئی ضعفِ جسمانی کی وجہ سے پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہ کر سکے اور تین یا پانچ دن کے بعد یعنی اکیس اور تیس کے درمیان اعتکاف کرے تو سنت کا کچھ اجر ملے گا یا غیر رمضان کے اعتکاف کی طرح محض نفل سمجھا جائے گا؟

جواب:۔ اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ کی قید کے ساتھ سنت ہے، اور جب یہ قید نہیں ہوئی تو سنت نہ ہوگا، اور نہ جز و سنت ہوگا صرف نفل ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ترتیب جلد ۲ ص ۱۵۴)

اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ جو شخص اکیسویں شب کو سحری کھا کر صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو، اس کا اعتکاف صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ سنت یہ ہے کہ بیسویں تاریخ کو غروب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے لیکن اگر اس کے بعد کسی وقت میں بھی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے تب بھی صحیح ہے، لیکن عشرہ کامل کی فضیلت اس صورت میں حاصل نہ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے عشرہ کامل (رمضان کے اخیر دس دن) کا اعتکاف کیا ہے جو کہ بیسویں تاریخ کی شام ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۶ ص ۵۰۸ بحوالہ ردالمختار جلد ۲ ص ۱۷۷ باب الاعتکاف)

بیسویں شب کے بعد اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے

سوال:۔ اگر معتکف، اعتکاف میں بیسویں تاریخ کو رات کا کچھ حصہ گزر جانے بعد داخل ہو تو کیا عشرہ اخیرہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں عشرہ اخیرہ کا پورا اعتکاف نہ ہوا، اور سنت پوری ادا نہ ہوئی۔

(فتاوی دار العلوم جلد ۶، ص ۵۰۶ رد المختار جلد ۲ ص ۱۷۷)

عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرنا کیسا ہے

سوال:۔ ایک مولوی صاحب مسافر دو سال سے یہاں پر ہیں، اعتکاف کے بہت فضائل بیان فرماتے ہیں اور خود اعتکاف میں نہیں بیٹھتے، اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ میرے مکان میں ہمراہ رہنے کے لئے کوئی نہیں ہے، میرے خویش اور اقارب نہیں ہیں۔ میرے گھر کے قریب ایک خالی میدان ہے عورت اور بچے بہت گھبراتے ہیں اور کبھی کبھی گھر میں پتھر آ کر گرتے ہیں، یہ عذر مولوی صاحب کا قابل قبول ہے یا نہیں؟

جواب:۔ بوجہ عذر مذکورہ اعتکاف ترک کرنا گناہ نہیں ہے اور موجب ملامت بھی نہیں ہے، کیونکہ رمضان کے اخیرہ عشرہ کا اعتکاف سنت کفایہ ہے۔

(فتاوی دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۷ بحوالہ رد المختار باب الاعتکاف جلد ۲ ص ۱۷۷)

روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو کیا اعتکاف مسنون ہو جائے گا:۔

سوال:۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کا خیال ہے لیکن روزہ رکھنے کی سکت نہیں تو بغیر روزہ رکھے اعتکاف صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، لہذا روزہ کے بغیر اعتکاف نفلی ہے مسنون اعتکاف نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ جلد ۳ ص ۱۱۰)

نابالغ بچے کا اعتکاف کرنا کیسا ہے

سوال:۔ نابالغ بچہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہاں پر ایک نابالغ لڑکے نے اعتکاف کیا ہے اگر جائز نہ ہو تو اس کو اٹھا دیا جائے؟

جواب:۔نابالغ لڑکا اگر سمجھدار ہو، نماز کو سمجھتا ہو، اور صحیح طریقہ سے پڑھتا ہو تو اعتکاف ہوسکتا ہے، نفل اعتکاف ہوگا مسنون نہ ہوگا، اگر ناسمجھ ہے تو نہیں بیٹھ سکتا اس لئے کہ مسجد کے بے ادبی کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ص ۲۰۶)

جس کے بدن سے بدبو آتی ہو اس کا اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے

سوال:۔ایک شخص کو پیدائشی طور پر ناک کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بدبو آتی رہتی ہے، علاج ومعالجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو ایسے شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے؟

(۲) نیز ایسا شخص نماز پنجگانہ کے لئے مسجد جائے یا نہیں؟ اور اگر دوسرے نمازی اس کی بدبو کو برداشت کرنے پر خوش ہوں بلکہ اس کی عدم حاضری سے ان کو تکلیف ہوتی ہو تو کیا پھر بھی مسجد کے احترام کے خیال سے جانا چاہیے یا نہیں؟

جواب:۔حدیث شریف میں ہے ''جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ اس چیز سے ملائکہ اذیت پاتے ہیں جس سے انسان اذیت پاتا ہے۔

اس لئے جس کے جسم کے کسی حصہ کی بدبو سے لوگوں کو ناگواری اور اذیت ہوتی ہو تو اس کو نہ مسجد میں آنا چاہیے اور نہ اعتکاف میں بیٹھنا چاہیے۔وسیلہ احمدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ جس شخص کے بدن میں ایسی ناگوار بدبو پائی جائے جس کی وجہ سے آدمیوں کو اذیت ہو تو اس کو نکال دینا چاہیے۔

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب بدبو ناگواری اور تکلیف دہ حد تک پہنچی ہو۔لیکن اگر احباب اسے برداشت کرلیتے ہوں یا عادی ہوگئے ہوں تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔تاہم اس کو مسجد میں آنے سے اجتناب کرنا چاہیے اس لئے کہ مسجد فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے اور ان کو اور دوسرے لوگوں کو اذیت ہوگی، البتہ بدبو کم ہو اور تکلیف دہ اور ناگواری کی حد تک نہ ہو تو نماز پنجگانہ کے لئے دافع بدبو عطر وغیرہ لگا کر جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ص ۲۱۲)

کیا عورت اعتکاف کرسکتی ہے

عورت اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کی جگہ ہے وہیں اعتکاف کرے، اور اس

جگہ اعتکاف کرنا اس کے حق میں ایسا ہے جیسے مرد کے لئے جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا، وہاں سے ضروری حاجت کے سوا دوسرے وقت میں نہ نکلے اور عورت کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے گھر میں نماز کی جگہ کے علاوہ اور جگہ اعتکاف کرے، اور اگر اس کے گھر میں کوئی اور جگہ نماز کے لئے مقرر نہیں ہے تو کسی جگہ کو نماز کے لئے مقرر کر کے وہاں پر اعتکاف کر لے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد۲ ص ۳۰)

فضائل رمضان میں ہے کہ: عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونے کو اس کے لئے مخصوص کر لے، عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے، گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں سے لیتی رہیں، اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل محروم رہتی ہے۔ (فضائل رمضان ص ۵۱)

کیا عورت کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے

عورت کا اگر شوہر ہے تو اعتکاف اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، اور یہی حکم غلام اور باندی کا ہے کہ بغیر مالک کی اجازت کے اعتکاف نہ کرے۔

اور اگر شوہر عورت کو اجازت دے چکا ہو تو پھر اس کے بعد اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اگر عورت نے اعتکاف کی نذر کی ہو تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور یہی حکم غلام اور باندی کے مالک کو ہے۔

اور جب عورت مرد کے نکاح سے باہر اور غلام آزاد ہو جائے تو اس وقت اس کی قضاء کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری اردو پاکستانی جلد۲ ص ۳۱)

اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے تو کیا حکم ہے

اگر عورت مسجد میں معتکف تھی اور ایسی حالت میں اس کو طلاق دیدی گئی تو اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کے گھر چلی آئے اور اس اعتکاف کی بناء کر کے وہاں معتکف ہو جائے۔ (ہدایہ جلد۲ ص ۳۲)

عورت کا حالت اعتکاف میں حیض آجائے تو کیا حکم ہے

سوال:۔اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض آجائے تو وہ اتنے دنوں کے اعتکاف کی قضاء کرے گی یا نہیں؟

جواب:۔جس روز حیض شروع ہوا صرف اسی ایک دن کی قضاء واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۵۰۲)

اس مسئلہ کی وضاحت بہشتی زیور کے متن اور حاشیہ میں اس طرح ہے کہ اگر حیض یا نفاس آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے اس میں اعتکاف درست نہیں لیکن پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کے اعتکاف کی قضاء ضروری ہے۔ پھر اگر یہ قضاء رمضان ہی میں کی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہوگا۔ اور اگر رمضان کے بعد کی قضاء تو اس دن روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔

(بہشتی زیور جلد۳ ص ۲۲)

ازواج مطہرات کا اعتکاف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا، آپؐ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔

تشریح:۔ازواج مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں، اور خواتین کے لئے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔

(معارف الحدیث جلد۴ ص ۱۱۹)

اعتکاف کے لئے چادروں کا اہتمام کرنا کیسا ہے

سوال:۔اعتکاف کے لئے مسجد کے ایک کونے میں پردہ کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ یعنی پردہ کا ہونا مسنون ہے یا بدعت؟

جواب:۔اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد کے گوشہ میں چادر وغیرہ کا حجرہ بنالینا مستحب

ہے اوراس میں ستر وغیرہ کی حفاظت ہے اس کے علاوہ اور بھی مصلحتیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کا حجرہ بنانا ثابت ہے، بدعت نہیں ہے، البتہ معتکف ان باتوں کا خیال رکھے کہ ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکے، نمازیوں کی تکلیف کا سبب نہ بنے صفوں کی درستگی میں مخل نہ ہو، آپؐ نے بوریئے اورتر کی خیمہ میں اعتکاف فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چادر وغیرہ سے حجرہ (کمرہ) بنالینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہذا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۵ بحوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد۴ ص ۳۲۹)

اعتکاف کے لئے مسجد کی چادریں اور بجلی کا استعمال کرنا کیسا ہے

سوال:۔ معتکف اعتکاف کے لئے مسجد کی چادریں استعمال کرتے ہیں اور ہر خیمہ میں ایک ایک بلب ہوتا ہے، ایسا خیمہ بنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اوراس میں مسجد کی چادریں استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور معتکف دن میں مسجد میں سوتے رہتے ہیں اور رات کو جماعت خانہ میں مل کر باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ برائے کرم اس بارے میں بھی تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ اعتکاف کے لئے خیمہ بنانا درست ہے اگر کسی نے مسجد میں چادریں رکھی ہیں تو مضائقہ نہیں ہے مسجد کے پیسوں سے خریدی ہوئی ہیں تو اس کو خیمہ کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اپنی ذاتی چادریں استعمال کرنا چاہیے۔

(۲) بجلی مسجد کے دستور کے مطابق جب تک جلتی رہے استعمال کرنا درست ہے، مقررہ وقت کے بعد جلانا درست نہیں لہذا جتنا زیادہ پاور جلا ہو معتکفین مل کر ادا کریں مسجد کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رکھیں۔

(۳) معتکف ضروری باتیں کرسکتا ہے غیر ضروری دنیوی باتیں اگرچہ گناہ کی نہ ہوں، پھر بھی مسجد میں درست نہیں حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے لگتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ۔ یعنی اے اللہ والے چپ رہ!

اور اگر چپ نہیں رہتا اور سلسلہ کلام جاری رکھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا بغیض اللہ۔ یعنی اے دشمن خدا چپ رہ! اس کے بعد بھی اگر دنیوی باتوں میں لگا رہتا ہے تو کہتے ہیں اسکت لعنۃ اللہ علیک۔ یعنی تجھ پر خدا کی لعنت ہو چپ رہ۔ (کتاب المدخل، جلد۳ ص ۵۵)

بلاضرورت ایک جگہ جمع نہ ہوں، معتکفین عبادت کیلئے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں اگر دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو بجائے اجر و ثواب کے فرشتوں کی لعنت اور بد دعاء لے کر جائیں گے لہذا معتکفین کو لازم ہے کہ ایک جگہ جمع نہ ہوں اپنے اپنے خیمہ میں تلاوت، دعاء نوافل ذکر اور درود شریف وغیرہ میں مشغول رہیں اور جو دنیوی کام مسجد سے باہر معتکف کے لئے درست نہیں وہ مسجد میں اور پھر معتکف کے لئے کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص۲۰۴)

کیا معتکف مسجد میں پلنگ پر سو سکتا ہے

سوال:۔ معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ (خیمہ میں) پلنگ پر سو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: معتکف مسجد میں چارپائی پر سو سکتا ہے (فتاویٰ دار العلوم جلد۵ ص۲۰۷ بحوالہ مجموعہ فتاویٰ جلد۲ ص۱۸)

کیا معتکف مسجد میں چہل قدمی کر سکتا ہے

سوال:۔ مسجد کے اندر ٹہلنا (چہل قدمی) کرنا ضرورتاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسجد کے غیر مناسب عمل کو جو عادت کے خلاف ہو قصداً کرنا ناجائز ہے۔ اور یہ ٹہلنا بھی ایسا ہی ہے۔ لہذا منع کیا جائے گا مگر معتکف کے لئے ضرورتاً بقدر حاجت اجازت ہوگی جبکہ ٹہلنے کا انداز مسجد کے احترام کے خلاف نہ ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص۲۰۷ بحوالہ امداد الفتاویٰ جلد۴ ص۱۷)

کیا معتکف مسجد سے اخراج ریح کے لئے نکل سکتا ہے

سوال:۔ معتکف اخراج ریح کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا اس کے لئے مسجد میں اخراج ریح درست ہے؟

جواب:۔ صحیح یہ ہے کہ اخراج ریح کے لئے باہر چلا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص۲۱۲)

امداد الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ:۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مسجد سے باہر نکل جانا چاہیے، اور روایت مطلق ہونے کی وجہ سے معتکف اور غیر معتکف دونوں کو شامل ہے، یعنی مسجد میں ریح خارج نہیں کرنی چاہیے معتکف ہو یا غیر معتکف۔ (امداد الفتاویٰ جلد۲ ص۱۵۳)

کیا نذر مانا ہوا اعتکاف قضاء روزے کے ساتھ صحیح ہو جائے گا

سوال:۔ نذر مانا ہوا اعتکاف ماہ رمضان کے قضا روزوں کے ضمن میں ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اگر کسی نے معین رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو اس کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر رمضان میں اعتکاف نہ کر سکا تو اسی رمضان کے قضاء روزوں کے ساتھ بھی ادا کر سکتا ہے ورنہ مستقل روزوں کے ساتھ اعتکاف کرے، دوسرے رمضان میں یا واجب آخر میں اعتکاف ادا نہ ہوگا۔

اور اگر غیر معین اعتکاف کی نذر ہو تو اس کے لئے مستقل روزے رکھے قضاء روزہ کافی نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۰۷ بحوالہ رد المحتار جلد ۲ ص ۱۴۲)

اعتکاف کی نذر کا طریقہ

اگر کسی نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی یا اس نے کسی ایسے دن کے اعتکاف کی نذر کی جس میں کچھ کھا چکا ہے تو نذر صحیح نہ ہوگی، اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے لیے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں ایک مہینے کا اعتکاف کروں بغیر روزہ کے تو اس پر واجب ہے کہ اعتکاف کرے اور چونکہ روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے اور یہ شرط بھی ہے اعتکاف کے لئے ہی روزہ رکھے بلکہ اگر کسی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح ہے، پس اگر اس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کی قضاء کے لئے اور ایک مہینے کا اعتکاف کرے اور برابر روزے رکھے، اور اگر اس نے کسی دوسرے مہینے میں اعتکاف کو قضاء کیا تو وہ نذر ادا نہ ہوگی اس لئے کہ روزہ جو اپنے وقت سے فوت ہوئے تھے اس کے ذمہ واجب بالذات مقصود ہو گئے، اور جو چیز بالذات مقصود ہوتی ہے وہ غیر سے ادا نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر کسی مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور رمضان میں اعتکاف کیا تو جائز نہیں اگر اعتکاف میں روزہ توڑ دیا پھر ایک ماہ کے روزے اعتکاف کے ساتھ قضاء کئے تو جائز ہے۔ اس لئے کہ قضا مثل ادا کے واقع ہوئی، نیز اگر صبح کے وقت کسی کا نفل روزہ تھا پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد اس نے یہ کہا کہ اللہ کے لئے واجب ہے کہ آج کا روزہ کا

اعتکاف کروں تو اس کا اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اعتکاف واجب بغیر روزہ واجب کے صحیح نہیں ہوتا، اور صبح کے وقت روزہ نفل تھا۔ پس اب واجب نہیں ہوسکتا۔
(فتاویٰ عالمگیری پاکستانی اردو جلد۲ ص ۳۰)

اعتکاف ٹوٹنے پر قضا کا کیا حکم ہے

سوال:۔ اگر کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تو اس کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟
جواب:۔ نفل اعتکاف کی قضاء واجب نہیں اس لئے کہ وہ مسجد سے نکلنے سے نہیں ٹوٹتا بلکہ ختم ہوجاتا ہے، اعتکاف منذور معین یا غیر معین ٹوٹ جائے تو سب دنوں کی قضاء واجب ہے نئے سرے سے اتنے ہی دن پورے کرے کیونکہ ان میں تتابع (تسلسل) لازم ہے۔

اور عشرہ اخیرہ رمضان کے مسنون اعتکاف میں صرف اس دن کی قضا واجب ہے جس میں اعتکاف ٹوٹا، فساد کے بعد یہ اعتکاف نفل ہوگیا ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کرلے یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرے ایک دن کی قضا میں رات دن دونوں کی قضا واجب ہے یا صرف دن کی؟

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف اگر دن میں فاسد ہوا تو صرف دن کی قضا واجب ہوگی صبح صادق سے شروع کرکے غروب آفتاب تک اعتکاف کرے۔

اور اگر رات میں اعتکاف فاسد ہوا ہے تو رات دن دونوں کی قضا واجب ہے غروب آفتاب سے قبل شروع کرکے دوسرے دن غروب کے بعد ختم کرے۔ اگر دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہے اور رات دن دونوں کی نذر میں چوبیس گھنٹے کا اعتکاف واجب ہے، اور قضاء اعتکاف بھی وجوب میں نذر کی طرح ہے اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ ص ۵۰۲)

مسنون اعتکاف کی قضا کا کیا حکم ہے

سوال:۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے عذر کی بناء

پر توڑ دیا، یا بھول سے ٹوٹ سے گیا تو اس کی قضاء ہے یا نہیں؟
جواب:۔صورت مسئولہ میں جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن کے اعتکاف کی قضا روزہ سمیت لازم ہے، لیکن احتیاطاً اختلاف سے بچنے کے لئے رمضان کے بعد دس دن روزے سمیت قضا کرے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۳ ص ۱۱۰ بحوالہ ردالمختار جلد۲ ص ۱۸۰)

نفل اعتکاف توڑنے سے قضا واجب ہے یا نہیں

سوال:۔نفل اعتکاف میں اگر شدید ضرورت سے ایک دن رات سے قبل باہر نکل جائے تو اس کی قضا واجب ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ایک رات دن سے زائد ٹھہر کر باہر آیا لیکن ماہ رمضان ختم ہونے سے پہلے آیا تو تو بھی شرعی حکم کیا ہے؟
جواب:۔اعتکاف نفل کو قطع کر دینے سے قضا لازم نہیں آتی خواہ ایک دن رات سے قبل قطع کیا ہو یا بعد ایک دن رات کے جس قدر ادا ہو گیا ہو وہ ہو گیا، کیونکہ بر بناء روایت نفل اعتکاف کی ادنیٰ مدت ایک ساعت ہے اور اس کے لئے روزہ بھی شرط نہیں ہے۔ بخلاف اعتکاف واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضا لازم آتی ہے اور روزہ اس کے لئے شرط ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم جلد۵ ص ۵۰۴ ردالمختار باب الاعتکاف جلد۲ ص ۱۷۹)

جس مسجد کے نیچے دکانیں ہوں وہاں پر اعتکاف کا کیا حکم ہے

سوال:۔جن مساجد کا اندرونی درجہ تو بھراؤ، پر بنا ہو، اور صحن دوکانوں پر ہو، اب یہ تو معلوم ہے کہ صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے حصے میں اعتکاف کرے اس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کے صحن میں آنا (کیونکہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہوتی ہے) مفسد اعتکاف ہوگا یا نہیں؟
جواب:۔اول تو اگر دکانیں مسجد کے لئے وقف ہوں تو بعض روایات فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجائش ہے، ضرورت جماعت میں اس روایت پر عمل جائز ہے اور دوسرے اگر قول راجح ہی لیا جائے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں، تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے، خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی اور جماعت کو پانا بھی جملہ ضروریات کی طرح ضرورت دینیہ میں سے ہے اس لئے نکلنا جائز ہے۔

تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھ کو یہاں تک آنا پڑے تو گویا نیت استثناء کی ہوگی اور استثناء کے وقت نکلنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۷۴)

جس مسجد میں پنجگانہ نماز نہ ہوتی ہو وہاں پر اعتکاف کا کیا حکم ہے

ہمارے گاؤں کی مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہیں ہوتی تو اس میں اعتکاف کرسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب:۔ دیگر ایام میں جماعت نہ ہوتی ہو لیکن اعتکاف کے دنوں میں جماعت ہوتی ہو تو کافی ہے، اعتکاف صحیح ہو جائے گی آپ بخوشی اعتکاف کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۲ ص ۳۹)

احسن الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے ''صحتِ اعتکاف کے لئے راجح قول یہ ہے کہ مسجد میں جماعت ہونا شرط نہیں۔ لہذا اسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے۔''

(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۰۷)

مسجد نہ ہونے کی صورت میں ایسے مکان میں اعتکاف کرنا جہاں پنجگانہ جماعت ہو کیسا ہے

سوال:۔ ایک بستی میں مسجد نہیں ہے لیکن یہاں ایک مکان میں پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرنے کا انتظام ہے تو ایسے مکان میں اعتکاف صحیح ہے یا نہیں؟ اور اعتکاف نہ کرنے کی صورت میں پوری بستی کے ذمہ سنت مؤکدہ اعتکاف ادا کرنے کا بار آئے گا یا نہیں؟ کیا شکل ہوگی؟

جواب:۔ جبکہ بستی میں مسجد نہیں ہے تو جس مکان میں پنجوقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا انتظام ہو تو اس میں اعتکاف کیا جائے امید ہے کہ سنت مؤکدہ کا ثواب مل جائے گا اور اگر نہ کیا تو کوتاہی کا بار رہے گا۔ جتنا ہو سکے کر گزرنا چاہیے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

نوٹ:۔ جس مکان میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہوں وہاں جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن مسجد کے ثواب سے محرومی رہے گی، اس لئے مسجد بنانے کی کوشش جاری رکھیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ ص ۲۰۹)

مسجد شہید کر دی تو اعتکاف کہاں کیا جائے

سوال:۔ بستی میں مسجد تھی وہ شہید کر دی گئی ہے، دوسری جگہ مدرسہ میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو کیا وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں؟ اور اعتکاف کرنے سے کیا سنتِ مؤکدہ اعتکاف ادا ہو جائے گا؟

جواب اگر شہید شدہ مسجد میں اعتکاف کرنا ممکن نہ ہو۔ اور بستی میں دوسری مسجد ہو تو وہاں اعتکاف کیا جائے، مدرسہ کا اعتکاف معتبر نہ ہوگا اور اگر مسجد نہیں ہے تو صحیح ہو جائے گا۔
(فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۹)

معتکف مسجد میں متعین جگہ میں رہے یا جگہ بدل سکتا ہے

سوال:۔ معتکف اپنے لئے مسجد میں جگہ مقرر کر لیتا ہے تو اس کو اس جگہ رہنا چاہیے یا مسجد میں جہاں چاہے وہاں رہے؟

جواب:۔ تمام مسجد میں جہاں چاہے بیٹھے کچھ حرج نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۲ بحوالہ رد المختار باب الاعتکاف جلد۲ ص ۱۸۴)

غصباً جو حصہ مسجد میں شامل کیا گیا ہو وہاں پر معتکف کا رہنا کیسا ہے

سوال:۔ ایک مسجد کے فرش میں تھوڑی سی جگہ غصباً داخل کر لی گئی ہے اور اب بظاہر سب مسجد کا فرش معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ معتکف کا بلا ضرورت ٹھیرنا یا وضو کے لئے اس جگہ بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، یا اس جگہ بیٹھنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور قضاء واجب ہوگی؟

جواب:۔ ظاہر ہے کہ جو جگہ غصباً مسجد میں داخل کی گئی ہو وہ مسجد نہیں ہوتی، معتکف کا اعتکاف کی حالت میں وہاں جانا اور بیٹھنا مفسد اعتکاف ہوگا اور اعتکاف واجب کی قضا بھی لازم ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۵ بحوالہ رد المختار کتاب الاشربہ جلد۵ ص ۴۰۷)

معتکف کے لئے مسجد کی فصیل کا کیا حکم ہے

سوال:۔اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد کی فصیل مسجد کے صحن میں داخل ہے یا نہیں؟
جواب:۔اس مسجد کے بانی کی نیت کا اعتبار ہے اگر اسے اس فصیل کو داخل مسجد سمجھا تو داخل ہے، ورنہ خارج، اور اکثر ایسا سمجھا جاتا ہے ک جو فصیل مسجد کے فرش سے ملی ہوئی ہے وہ داخل مسجد ہوتی ہے اور دوسری طرف کی فصیل خارج ہوتی ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۶ ص ۵۰۷)

مسجد کے احاطہ کا معتکف کے لئے کیا حکم ہے

سوال:۔مسجد کا احاطہ مسجد کی زمین میں داخل ہے یا نہیں اور معتکف کو مسجد سے نکل کر صحن یا احاطہ میں بیٹھنا بلاضرورت جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔مسجد کا اطلاق مسجد کی سہ دری اور فرش پر ہی ہوتا ہے اور وہی شرعاً مسجد ہوتی ہے۔ معتکف کے لئے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔اور اگر ایسا کیا گیا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔(فتاویٰ دارالعلوم جلد ۶ ص ۵۰۸)
نوٹ:۔جب اعتکاف کرنا ہو تو پہلے مسجد کے متولی یا امام صاحب یا کسی عالم دین سے معلوم کرلیں کہ اصل مسجد کہاں تک ہے کیونکہ مسجد ہمیشہ سب سے باہر کے دروازے تک ہی نہیں ہوتی ہے، مسجد کا احاطہ اور چیز ہے۔اور جس کو شریعت میں مسجد کہتے وہ الگ چیز ہے۔ اس لئے جو حصہ شرعی مسجد سے باہر ہو وہاں پر دوران اعتکاف نہ جایا جائے۔

کیا معتکف جمعہ کے لئے قریبی قصبہ میں جا سکتا ہے

سوال:۔اگر معتکف کسی ایسی آبادی کی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پر جمعہ نہیں ہوتا تو کیا وہ جمعہ پڑھنے کے لئے قصبہ یا کسی ایسے قریبی مقام پر جا سکتا ہے جہاں جمعہ ہوتا ہو؟
جواب:۔اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا بہتر ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔اگر ایسے گاؤں میں اعتکاف کیا جائے کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تو اعتکاف کرنے والے کو دوسرے قصبہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہو جانا جائز ہے، مقامی جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا

جائز ہے۔ (کفایت المفتی جلد۴ ص ۲۳۴)

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ مقامی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد سنت بھی پڑھنے کے لئے ٹھہر جانا جائز ہے اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شامی جلد۲ ص ۱۸۳)

اگر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر وہ مکروہ ہے۔ (علم الفقہ جلد سوم ص ۴۸)

حالت اعتکاف میں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے

سوال:۔ مسجد کے امام صاحب مکتب میں پڑھاتے ہیں اور پڑھانے کی تنخواہ لیتے ہیں وہ رمضان المبارک میں آخری عشرہ کے اعتکاف میں بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ اعتکاف کے لیے مدرسہ سے رخصت لے لی جائے۔ رخصت نہ ملے تو مجبوراً مسجد کے اندر پڑھا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۲)

کیا معتکف کے ساتھ غیر معتکف افطار کر سکتا ہے

سوال:۔ امام مسجد معتکف ہے اس کے ساتھ امام تراویح (حافظ صاحب) جو معتکف نہیں مسجد میں امام صاحب کے ساتھ افطار کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ حافظ صاحب خارج مسجد شرعی اپنے کمرہ وغیرہ میں افطار کریں، اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نفل اعتکاف کی نیت کر لیں اور یہ کہہ لیا کریں "نویت الاعتکاف مادمت فی المسجد" تو پھر معتکف کے ساتھ افطار کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۳ بحوالہ عالمگیری جلد۶ س ۲۱۵)

معتکف کا بیت الخلاء کے لئے نکلنا کیسا ہے

اگر شدید ضرورت کے لئے معتکف مسجد سے باہر جائے تو ضرورت سے فارغ

ہونے کے بعد وہاں قیام نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہوا یسی جگہ اپنی ضرورت پوری کرے جواس مسجد سے زیادہ قریب ہو۔ مثلاً پائے خانہ کے لئے اگر جائے اوراس کا گھر دور ہو، اوراس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہوتو وہیں جائیں۔ ہاں اگراس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو، اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہوتی ہوتو پھر جائز ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۹ بحوالہ شامی جلد ۲ ص ۱۸۰ وص ۱۸۲)

بیت الخلاء اگر خالی نہ ہوتو کیا معتکف انتظار کرسکتا ہے

سوال:۔ اگر معتکف رفع حاجت کے لئے جائے اور بیت الخلاء خالی نہ ہوتو کیا بیت الخلاء کے باہر انتظار کرے یا فوراً اپنی جگہ پر مسجد میں واپس چلا جائے، اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آجائے، بعض اوقات میں کئی کئی مرتبہ جانا لوٹنا پڑتا ہے، کیا کرنا چاہیے؟

جواب:۔ ایسی ضرورت کے وقت وہیں باہر انتظار کرنا جائز ہے۔

کھانا کھانے کی غرض سے ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال:۔ کیا معتکف مسجد سے باہر جا کر کھانا کھانے کے لئے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھو سکتا ہے؟ خواہ صابن کے ساتھ یا بغیر صابن کے اور منجن یا پیسٹ یا مسواک سے دانت صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا جائز نہیں، مسجد ہی میں کسی برتن میں دھولے منجن یا مسواک وغیرہ وضو کے ساتھ کرسکتا ہے، صرف منجن وغیرہ کے نکلنا جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۰۲)

کیا معتکف کا وضو کے لئے نکلنا جائز ہے

سوال:۔ کیا معتکف اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جا کر فرضی اور نفل نمازوں نیز تلاوت کلام اللہ کے لئے وضو کرسکتا ہے؟

جواب:۔ اگر مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کی کوئی ایسی جگہ ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اور اگر ایسی جگہ نہیں ہے تو جائز ہے خواہ وضو فرض نماز کے لئے

ہو، یا نفل، یا تلاوت، یا ذکر کے لئے سب کا یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ ص ۵۰۰)

معتکف کے لئے تحیۃ الوضو، وتحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے

سوال:۔ معتکف جب بھی وضو کرنے کے لئے جائے تو تحیۃ الوضواور تحیۃ المسجد پڑھے یا نہیں؟

جواب:۔ تحیۃ الوضواور تحیۃ المسجد دن میں ایک بار کافی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۸)

نفل اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال: ایک شخص نے ماہ رمضان المبارک پورے ماہ اعتکاف کیا اس نے اعتکاف شروع کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ جمعہ کے غسل مستحب کے لئے نکلوں گا۔ مسجد کے احاطہ میں غسل خانہ ہے کیا اس صورت میں غسل کے لئے باہر نکل سکتا ہے؟ اور اگر نیت نہ کی ہو تو جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس میں اور نذر کی اعتکاف میں ''واجب غسل'' کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔ عشرہ اولیٰ اور ثانیہ کا اعتکاف (اگر نذر نہ مانی ہو تو) نفل ہے اس میں جمعہ کے لئے (یا جنازہ کی نماز یا عبادت کے لئے) نکلنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا، اس کو فاسد ہونا نہیں کہا جائے گا۔ اور جب مسجد میں دوبارہ داخل ہوگا تو اس وقت پھر سے نفل اعتکاف شروع ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۱۰)

کیا معتکف غسل کے بعد ناپاک کپڑے دھو سکتا ہے اور گھر سے کھانا لا سکتا ہے

سوال:۔ معتکف کو جنابت (ناپاکی) لاحق ہوئی اس نے غسل خانہ میں جا کر غسل کیا اور ساتھ ساتھ اس ناپاک کپڑے کو بھی جو جنابت کے وقت ناپاک ہو گیا تھا اس غسل خانہ میں نہایت عجلت کے ساتھ صاف کر لیا، اور فراغت کے بعد واپس آتے وقت پانی کے اس مٹکے میں سے جو غسل خانہ کے بالکل قریب تھی لوٹا بھر کر اپنی ضرورت کے لئے لایا۔ اس صورت میں معتکف مذکورہ کا اعتکاف فاسد ہو گیا یا نہیں؟

(۲) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں پر غسل خانہ نہیں بلکہ قریب میں تالاب ہے اب اگر معتکف اس تالاب میں ناپاک کپڑے پہن کر اترے اور غسل کرتے وقت پانی کے اندر کھڑے کھڑے اس ناپاک کپڑے کو پاک کرے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۳) معتکف کو کھانا پہنچانے والا نہیں ملا تو کا خود جا کر کھانا لا سکتا ہے؟

جواب:۔ اگر اعتکاف واجب النذر (نذر مانا ہوا) تھا تو اس میں صرف غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے، کپڑے یا پانی بھرنے کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں، اور اس صورت میں اس کو اعتکاف واجب کی قضا کرنی پڑے گی اور اگر اعتکاف نفل ہو (اس میں اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ بھی شامل ہے) تو اس میں کپڑے دھونے اور لوٹا بھرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مسجد سے نکلنا صرف غسل کے لئے ہوا ہو۔

(۲) مذکورہ بالا حکم سوال نمبر دوم میں بھی سمجھنا چاہیے۔

(۳) اگر مسجد میں کھانا پہنچانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کے لئے جانا اور کھانا لے کر فوراً واپس آجانا چاہیے۔ مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے اور باہر کھانا نہ کھایا جائے اور اگر مسجد میں کھانا پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہو تو پھر کھانا خود لینے بھی نہ جائے۔ (کفایت المفتی جلد ۴ ص ۲۳۴)

کیا معتکف اعتکاف کی جگہ سے باہر سو سکتا ہے

سوال:۔ معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ سے (جو مقرر کر لی جاتی ہے) رات کے وقت دوسری جگہ سو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ معتکف جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے اس تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۳ رد المختار جلد ۲ ص ۱۸۴ باب الاعتکاف)

گرمی کی وجہ سے غسل کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال:۔ گرمی کی وجہ سے مسجد سے باہر نکل کر معتکف کو غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں، اگر ضرورت زیادہ ہو تو مسجد میں بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر نہا لے اس طور پر کہ مسجد میں مستعمل پانی گرنے نہ پائے، یا تولیہ بھگو کر نچوڑ کر بدن پر ملے، متعدد بار ایسا

کرنے سے بدن صاف ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد ۴ ص ۴۹۷ بحوالہ ردالمختار جلد ۲ ص ۱۸۱)

کیا معتکف غسل کے لئے پانی گرم کر سکتا ہے

سوال:۔ معتکف غسل کے لئے (جمعہ یا جنابت کا) پانی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے مسجد کے کمپاونڈ (احاطہ) میں چولہا جلا کر پانی گرم کر سکتا ہے یا نہیں؟ ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے۔

جواب:۔ معتکف غسل جنابت (ناپاکی) کے لئے نکل سکتا ہے دوسرے غسل کے لئے اجازت نہیں ہے۔گرم پانی کوئی دینے والا نہ ہوتو خود احاطہ مسجد میں گرم کر سکتا ہے ضرورت شرعیہ ہے،لہذا اعتکاف میں کوئی حرج نہ ہوگا۔(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ ص ۴۰)

معتکف قضائے حاجت کے لئے گیا تو غسل کر سکتا ہے یا نہیں

سوال:۔ معتکف کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے مثلاً قضائے حاجت (پیشاب پاخانہ) کے لئے تو محض گرمی کی وجہ سے یا میل دور کرنے کے لئے استنجاء کرنے کے بعد یا اس سے پہلے غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز نہیں،اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ غسل خانہ بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو اور نہانے میں وضو سے زیادہ دیر نہ لگے تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے،اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسجد میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے اور نل کھول کر بدن پر پانی بہا کر نکل آئے اور نہ صابن لگائے اور نہ زیادہ ملے،اس طرح صفائی تو نہیں ہوگی ٹھنڈک البتہ ہو جائے گی اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن رگڑے تو کافی حد تک صفائی بھی حاصل ہو سکتی ہے۔(احسن الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۰۵)

مجبوری کی وجہ سے میت کو غسل دینے کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال:۔ معتکف مسجد سے ضرورتاً نکلے مثلاً میت کو غسل دینے کے لئے کوئی نہ ہو،یا نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہو تو اس کے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

جواب:۔ طبعی اور شرعی حاجت کے سوا دیگر ضرورت سے نکلنا مفسد اعتکاف ہے مثلاً صورت

مسئولہ میں غسل میت یا نماز جنازہ کے لئے یا گواہی دینے کے لئے جبکہ یہ متعین ہو کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو اس شخص کا حق مارا جائے گا، اسی طرح ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے کو بچانے کی نیت سے نکلے تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا مگر گنہگار نہ ہوگا۔ بلکہ ان صورتوں میں نکلنا ضروری ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۸ بحوالہ طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹)

نماز جنازہ کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال:۔ معتکف کو معلوم ہوا جنازہ آیا ہے اور پھر مسجد سے نکل کر نماز جنازہ پڑھی تو کیا اعتکاف ٹوٹ گیا۔ اگر ٹوٹ گیا تو کیا اس کی قضا لازم ہے۔ اگر ہے تو کتنے دن کی؟ کیا جنازہ کی نماز کے لئے نکلنا حاجت شرعیہ نہیں ہے؟

جواب:۔ جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ اگر مسجد سے خارج ہو تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور کم از کم ایک دن کی قضا لازم ہوگی، ہمت ہو تو پورے دس دن کی قضا کرے اس میں زیادہ احتیاط ہے، جنازہ کی نماز کے لئے نکلنا حاجت شرعیہ میں داخل نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۰ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۰۹)

معارف مدینہ ص ۹۹ میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے:۔ علامہ سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ معتکف کو مریض کی عیادت یا جنازہ کے لئے اعتکاف گاہ سے نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ عیادت فرض نہیں ہے اور اسی طرح نماز جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے جس کو دوسرے افراد کر لیتے ہیں، لہذا معتکف کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے۔

صاحب درمختار کہتے ہیں کہ اعتکاف واجب ہے حاجت ضروری کے بغیر اعتکاف سے نکلنا حرام ہے لیکن اعتکاف نفل میں نکلنا جائز ہے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بلکہ انتہاء کو پہنچ جاتا ہے یعنی اعتکاف نفل کی کوئی مدت متعین نہیں ہے بلکہ تھوڑی دیر کیلئے بھی ہو سکتا ہے، معتکف جس وقت اعتکاف سے نکل جائے وہ اعتکاف پورا ہو جائے گا۔

(معاف مدینہ قسط ۱۰ ص ۹۹)

کیا معتکف راستہ میں نماز جنازہ میں شرکت اور عیادت کرسکتا ہے

سوال:۔ معتکف نماز جنازہ اور عیادت کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر شروع ہی سے نماز جنازہ اور عیادت کے لئے نکلنے کی نیت کرلی تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اعتکاف کی نذر میں نماز جنازہ، عیادت مریض اور مجلس عام میں حاضری کے لئے نکلنے کا استثناء صحیح ہے اور نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو صرف دل کی نیت کافی نہیں ہے، مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہو جائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو، اس میں نکلنا مفسد ہے البتہ قضاء حاجت جیسی ضرورت کے لئے نکلنے پر دیکھا کہ راستہ ہی میں نماز جنازہ شروع ہو رہی ہے تو اس میں شریک ہوسکتا ہے۔

نماز سے پہلے انتظار، اور نماز کے بعد وہاں ٹھہر جائز نہیں، اسی طرح قضا حاجت کے لئے اپنے راستہ پر چلتے چلتے عیادت کرسکتا ہے، عیادت اور نماز جنازہ کے لئے راستہ سے کسی جانب مڑنا یا ٹھیرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ ص ۵۰۰)

کیا معتکف اذان دینے کے لئے جاسکتا ہے

سوال:۔ کیا معتکف اذان دینے کے لئے اذان دینے کی جگہ جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر اذان دینے کی جگہ کا دروازہ مسجد میں داخل ہے تو وہاں معتکف بہر حال ہر وقت جاسکتا ہے، اور اگر دروازہ مسجد سے خارج ہے تو صرف اذان دینے کی غرض سے جاسکتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ جلد۲ ص ۴۹۸ بحوالہ ردالمختار جلد۲ ص ۱۸۱)

کیا معتکف دوسری جگہ قرآن شریف سنانے کے لئے جاسکتا ہے

سوال:۔ زید ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں معتکف ہوتا ہے، اس سال تازہ حالت یہ پیش آئی کہ زید کو نواب صاحب کے مکان پر قرآن شریف تراویح میں سنانے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر اعتکاف کے وقت یہ نیت کرے کہ میں تراویح میں قرآن شریف سنانے جایا

کروں گا تو یہ جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۱۲ بحوالہ عالمگیری مصری کتاب الصوم باب سابع جلد اول ص ۱۹۹)

کیا معتکف مسجد میں مریض کو دیکھ کر نسخہ لکھ سکتا ہے

سوال:۔ معتکف مسجد میں مریض کو دیکھ کر یا حال سن کر نسخہ لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی معتکف ضرورت طبعی سے باہر جائے تو باہر کسی مریض کے پوچھنے پر دوا بتا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ معتکف مریض کو مسجد میں دیکھ اور حال سن کر نسخہ لکھ سکتا ہے اور علاج کر سکتا ہے اور معتکف اگر طبعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر ہے اور کوئی مریض حال کہے اور دوا پوچھے تو بتلانا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۶ ص ۵۰۲ بحوالہ ردالمختار باب الاعتکاف جلد ۲ ص ۱۸۴ و ۱۸۵)

معتکف کا مقدمہ کی تاریخ کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال:۔ ایک شخص معتکف ہے اور عشرہ اخیرہ میں اس کے ایک مقدمہ کی تاریخ ہے اس دن کورٹ (کچہری) میں اس کی حاضری ہے، صورت مسئولہ میں یہ معتکف مجبوری کی وجہ سے کورٹ میں حاضری دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مقدمہ کے لئے نکلے گا تو اس کا سنت مؤکدہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اگر مجبوراً نکلنا پڑ رہا ہے تو گنہگار نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق اگر آدھے دن سے زیادہ باہر نہ رہے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ ایسی مجبوری کی حالت میں اس مسلک پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۵ ص ۲۱۱ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۴۰۹)

کیا معتکف سرکاری وظیفہ لینے کے لئے نکل سکتا ہے

سوال:۔ یہاں (برطانیہ) میں کام کرنے والے حضرات بہت کم اعتکاف کرتے ہیں اکثر معتکفین وہ ہوتے ہیں جو کارخانہ وغیرہ میں کام کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ سرکاری آفس میں جا کر دستخط کرنے پر پیسے ملتے ہیں یہی ان کی تنخواہ ہے۔ اگر دفتر نہ جائیں تو وظیفہ نہیں ملتا، تو دستخط کرنے کے لئے کیا معتکف جا سکتا ہے؟

جواب:۔ اس کے بغیر اس کا گزراہ نہ ہو سکتا ہو تب تو جا سکتا ہے اور دستخط کر کے فوراً مسجد میں

آئے، اوراحتیاطاً بعد میں ایک روز کے اعتکاف کی قضاء بھی کرلے۔اوراگراس پرگزارہ موقوف نہ ہوتو جانے کی اجازت نہیں، جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا،اوراعتکاف باطل کرنے کا بھی گناہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ص۲۱۲)

حجامت اور غسل مستحب کے لئے نکلنا کیسا ہے

سوال:۔معتکف کے لئے ایسے امور جونظافت (صفائی) سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً سر کے بال بنوانا یا غسل مستحب کرنا،ان کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔معتکف کے سر منڈانے اور غسل مستحب کے لئے مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں مفسد اعتکاف ہے، سر منڈوانا ضروری ہوتو اعتکاف کی جگہ میں چادر وغیرہ بچھا کر منڈ واسکتا ہے اور پوری احتیاط رکھے کہ بال وغیرہ مسجد میں نہ گرنے پائیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ص۲۰۱بحوالہ عالمگیری جلد۶ص۲۱۵)

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا کیسا ہے

سوال:۔معتکف مسجد میں حجامت (بال) بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے،اورحجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نائی بغیر مزدوری کے کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اوراگر بالعوض ہے،تو معتکف مسجد کے اندر رہے اورحجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے، مسجد کے اندر اجرت سے کام کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ص۵۰۶)

کیا معتکف بیڑی سگریٹ وغیرہ کے لیے نکل سکتا ہے

سوال:۔معتکف بیڑی سگریٹ پینے کا عادی ہے رات میں دس مرتبہ سے زیادہ بیڑی پیتا ہے تو یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اوراس کے نکلنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر اجازت ہوتو منہ صاف کرلینا کافی ہوگا یا وضو کرنا بھی ضروری ہوگا؟

جواب:۔اعتکاف کرنے سے پہلے بیڑی چھوڑنے کی کوشش کرے اگراس میں کامیابی نہ ہو تو تعداداور مقدار کم کرے اوراگر کچھ پینی ہی پڑے تو جس وقت استنجاءاورطہارت کے لئے

نکلے اس وقت بیڑی کی حاجت پوری کرے خاص بیڑی پینے کے لئے نہ نکلے، مگر جب مجبور ہو جائے اور طبیعت خراب ہونے کا خوف ہو تو اس کے لئے بھی نکل سکتا ہے کہ ایسی اضطراری حالت کے وقت یہ طبعی ضرورت میں شمار ہوگا، اور مخل و مفسد اعتکاف نہ ہوگا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد۳ ص ۵۷ میں ہے:۔ معتکف کو جائز ہے بعد نماز مغرب سے باہر جا کر حقہ پی کر اور کلی کر کے بو زائل کر کے مسجد میں چلا آئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ ص ۲۰۲)

اعتکاف میں مجبوراً کام کرنا کیسا ہے

سوال:۔ بندہ کے پاس ڈاکخانہ کا کام ہے، کیا اعتکاف کی حالت میں ڈاک خانہ کا کام کرسکتا ہوں جبکہ زبانی گفتگو نہ کی جائے؟

جواب:۔ معتکف کا اعتکاف کے لئے مسجد میں رہنا ضروری ہے بغیر اس کے اعتکاف نہیں ہوسکتا، درمختار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کو مسجد میں رہنا ضروری ہے، پیشاب و پاخانہ اور غسل جنابت اور جمعہ وغیرہ کے لیے نکلنا جائز ہے، اس بناء پر مسجد کے اندر ضرورت کی وجہ سے ڈاکخانہ کا کام کرنا یا زبانی گفتگو کرنا جائز ہے۔ لیکن ڈاکخانہ کے کام کی وجہ سے مسجد سے نکلنا مفسد اعتکاف ہے۔ اور اعتکاف کی حالت میں خاموش رہنا ضروری نہیں، البتہ بلا ضرورت اور فضول گفتگو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم جلد۶ ص ۵۱۳ بحوالہ ردالمختار جلد۲ باب الاعتکاف ص ۱۸۵)

معتکف اگر جماع وغیرہ کرلے تو کیا حکم ہے

جماع (صحبت) وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً (بھول کر) اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر، ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اور جو افعال اکثر و بیشتر باعث جماع ہوتے ہیں مثلاً پیار لینا، یا مباشرت فاحشہ (معانقہ) وغیرہ وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ منی خارج نہ ہو۔ ہاں اگر ان افعال سے منی نکل جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگی۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹)

بحوالہ شرح البدایہ جلد اول ص ۲۱۱ و شرح التنویر جلد اول ص ۱۵۸ کتاب الفقہ جلد اول ص ۹۵۰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے" حالت اعتکاف میں شہوت انگیز حرکتوں کا ارتکاب حرام ہے، ہاں اگر محض خیال کرتے یا دیکھنے سے یا احتلام میں انزال ہو جائے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا خواہ ایسا ہونا اس کی عادت ہو یا نہ ہو۔"

معتکف کو اگر اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تو کیا حکم ہے

اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تو اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہوا اور سپاہی اس کو گرفتار کرلیں یا کسی کا قرضہ چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال دے، اسی طرح اگر شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور اعتکاف گاہ تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی قائم نہ رہے گا (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شامی جلد ۲ ص ۱۸۳)

معتکف کو جنون یا بے ہوشی ہو جائے تو کیا حکم ہے

امام اعظمؒ کے نزدیک معتکف کو اگر چند روز تک بے ہوشی لاحق رہے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گی یہی حکم جنون کا بھی ہے، لیکن نشے کی حالت میں رات آئے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

اسی طرح گالی گفتار اور لڑائی وغیرہ گناہوں کے ارتکاب سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (کتاب الفقہ جلد اول ص ۹۵۴)

کیا معتکف کسی دنیاوی کام میں مشغول ہو سکتا ہے

حالت اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے مثلاً خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو مثلاً گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو ایسی حالت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر جس چیز کو خریدا گیا ہے، اسے مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جانے یا راستہ رک جانے کا

خوف ہو۔ ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا خوف نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۱ بحوالہ شرح التنویر جلد اول ص ۱۵۷)

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہو اس کا حکم

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہو اس کے لئے اپنے اعتکاف کی جگہ چھوڑ نا دینا منافی اعتکاف ہے یعنی جائز نہیں ہے مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے یا کسی ڈوبتے کو بچانے کے لئے یا آگ بجھانے کے لئے یا مسجد کے گرنے کے خوف سے اگر چہ ان صورتوں میں اعتکاف کی جگہ سے نکل جانا گناہ نہیں ہے بلکہ جان بچانے کی غرض سے نکلنا ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شامی جلد ۲ ص ۱۸۳)

بعض امور مفسدہ اور غیر مفسدہ

سوال:۔ مندرجہ ذیل امور اعتکاف مسنون میں مفسد ہیں یا نہیں؟

۱۔ وضو سے پہلے بلا قصد وضو، وضو خانہ پر بیٹھ کر صابن سے ہاتھ منہ دھونا۔

۲۔ وضو کے بعد وضو خانہ پر کھڑے ہو کر رومال سے وضو کا پانی خشک کرنا۔

۳۔ وضو سے قبل ہاتھ کی گھڑی وضو خانہ پر ہاتھ سے نکال کر جیب میں رکھنا پھر وضو کرنا یا وضو خانہ پر وضو کے لئے چڑھتے ہوئے ہاتھ میں سے گھڑی نکال کر جیب میں رکھنا

۴۔ پیشاب خانہ کے باہر لائن لگی ہوئی ہو تو وہاں انتظار میں کھڑے رہنا۔

۵۔ وضو سے قبل وضو خانہ پر چڑھ کر اپنی ٹوپی یا رومال وضو خانہ مچان یا کھونٹی پر رکھنا۔

۶۔ گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا لانے کے لئے گھر جانا۔

۷۔ کھانے کے لئے گھر جانے پر معلوم ہوا کہ کھانے کی تیاری میں معمولی دیر ہے اس کا انتظار کرنا۔

۸۔ احتلام ہو گیا اور ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو پانی گرم کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا یا گرم پانی کے لئے گھر جانا اور وہاں پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا۔

۹۔ حالت اعتکاف میں بیمار ہو گیا، اور دوا لا کر دینے والا کوئی نہیں، یا ڈاکٹر کے پاس

جانا ضروری ہوتو دوا کے لئے مسجد سے نکلنا، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔(۱)و(۲)اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۳)تا(۷)جائز ہے۔

(۸)جائز ہے۔احتلام کی حالت میں گرم پانی کے انتظار میں تیمّم کر کے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں مسجد سے فوراً نکل جائے، مسجد سے باہر پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

(۹)دوا کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا،اوراس روز کی قضالازم ہے۔البتہ سخت مجبوری کی صورت میں نکلنے سے گناہ نہیں ہوگا اعتکاف بہر حال فاسد ہو جائے گا اور قضالازم ہوگی۔(احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ص ۵۰۸ بحوالہ ردالمختار جلد۲ص ۱۴۵)

معتکف مسجد سے بھول کر نکل جائے تو کیا حکم ہے

سوال:۔اگر بھولے سے معتکف مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔بھول کر نکلنے سے بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی جلد۴ص ۴۹۷ بحوالہ ردالمختار جلد۲ص ۱۸۲)

بھولے سے بھی اپنے اعتکاف کی مسجد کو ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم چھوڑ دینا جائز نہیں۔(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۹ بحوالہ شرح ہدایہ جلد اول ص ۲۱۰)

معتکف کے لئے اچھی باتیں

اعتکاف کی حالت میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے،غیبت نہ کرے بلکہ قرآن شریف کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے۔خلاصہ یہ کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۱۰ بحوالہ شرح البدایہ جلد اول ص ۱۲۱)

اچھی باتوں کی ایک مختصر سی فہرست یہ بھی ہے

۱۔ قرآن شریف پڑھنا۔

۲۔ درودشریف، استغفار وتسبیحات میں مشغول رہنا۔

۳۔ اچھی باتیں کرنا، انہیں کا سیکھنا سکھانا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا سننا سنانا۔
۴۔ وعظ و نصیحت کرنا۔
۵۔ جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۸)

اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں، نماز، تلاوت کلام پاک، دینی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا یاذکراللہ کرنا غرض جو عبادت دل چاہے کرتا رہے (احکام رمضان المبارک دارالعلوم ص ۱۰)

مکروہات اعتکاف

۱۔ چپ چاپ گم صم بیٹھے رہنا اور اسے کوئی اچھی بات سمجھنا۔ آج کل ناواقف لوگ اعتکاف میں چپ بیٹھنا بھی کچھ ثواب کی بات سمجھتے ہیں۔
۲۔ لڑائی جھگڑا، شور و شغب کرنا اور بے ہودہ، واہیات باتیں کرنا۔
۳۔ خرید و فروخت کے لئے کوئی چیز مسجد کے اندر لانا۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۹)

اعتکاف کے آداب

اعتکاف کے آداب میں یہ امور ہیں۔

۱۔ معتکف پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ بھی لباس لے کر آئے کیونکہ بعض اوقات لباس بدلنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔
۲۔ اگر اعتکاف کی مدت عید تک پہنچ جائے تو عید کی رات مسجد ہی میں گزارے تاکہ مسجد سے نکل کر عید گاہ کی طرف روانگی ہو اور ایک عبادت (اعتکاف) دوسری عبادت (نماز عید) کے ساتھ مل جائے۔
۳۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں ٹھہرے (اعتکاف کرے) تاکہ بات چیت سے اعتکاف میں خلل واقع نہ ہو۔
۴۔ اعتکاف رمضان کے مہینے میں ہو نیز شب قدر پانے کی امید میں آخری دس دنوں کے اندر ہو۔ کیونکہ انہی دنوں میں شب قدر کا غالب گمان ہے۔
۵۔ اعتکاف دس دن سے کم نہ ہو۔

۶۔ اچھی بات کے علاوہ اور کوئی کلام نہ کرے۔
۷۔ اعتکاف کے لئے سب سے اچھی مسجد کا انتخاب کیا جائے مثلاً مسجد حرام، اس کے بعد مسجد نبوی ﷺ، پھر مسجد اقصیٰ، اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو وہاں رہتے ہوں، اس کے بعد جامع مسجد کا درجہ ہے۔
۸۔ دوران اعتکاف قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث کا مطالعہ، علوم دینی اور اس کی تعلیم وغیرہ میں لگا رہے۔ (کتاب الفقہ جلد...... ص ۹۵۴)

ممنوعات اعتکاف

حنفیہؒ کے نزدیک اعتکاف میں چند امور مکروہ تحریمی ہیں۔
ا۔ چپ رہنا اس خیال سے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے، اگر یہ خیال نہیں تھا تو مکروہ نہیں ہے۔ ہاں چپ رہنا زبان کے گناہ سے بچنے کے لئے سب سے بڑی عبادت ہے۔
۲۔ مسجد میں خرید وفروخت کے لئے سامان (مال) لانا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ خرید وفروخت کا معاملہ جو اس کے لئے اور اس بال بچوں کے لئے ضروری ہے مسجد میں کیا جائے، لیکن سامان مسجد میں نہ لائے تو جائز ہے۔ لیکن تجارتی معاہدہ مسجد میں جائز نہیں ہے۔
(کتاب الفقہ جلد اول ص ۹۵۶)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا جب کسی ضرورت سے باہر نکلے تو اسے بات چیت کرنا جائز نہیں یہ غلط ہے۔ چلتے چلتے بات چیت کرنا جائز ہے، ہاں بات چیت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۱)

اعتکاف اور مسلک حنفیہؒ

حنفیہ کے نزدیک معتکف کے مسجد سے باہر آنے کی دو صورتیں ہیں۔
ا۔ اعتکاف واجب نذر کا ہو، اس صورت میں مسجد سے نکلنا مطلق جائز نہیں ہے خواہ رات ہو یا دن ہو، قصداً ہو یا بھولے سے، پس جو شخص کسی مجبوری یا ایسے عذر کے بغیر جس میں

اعتکاف نذر کرنے والے کو باہر آنے کی اجازت نہیں ہوتی مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسجد سے باہر آنے کی تین قسمیں ہیں۔

فطری معذوری کے باعث نکلنا جیسے پاخانہ کے لئے یا احتلام ہو جائے اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو وغیرہ ایسی صورت میں معتکف صرف غسل جنابت کے لئے یا محض قضائے حاجت کے لئے مسجد سے باہر نکلے اور اتنی ہی دیر کے لئے کہ مقصد پورا ہو جائے۔

عذر شرعی کے بناء پر مسجد سے نکلنا۔ مثلاً یہ کہ جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو، اور جمعہ کی نماز کے لئے دوسرے مسجد میں جانا ہو تو ایسی صورت میں صرف اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ اس میں پہنچ کر خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعتیں ادا کر سکے، اور نماز پڑھنے کے بعد صرف اتنی دیر قیام کرے کہ جس میں چار یا چھ رکعتیں پڑھی جاسکیں، اگر اس سے زیادہ ٹھہرا تو اعتکاف فاسد تو نہ ہوگا، کیونکہ اس دوسری مسجد میں بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے، البتہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ ابتداء میں جہاں پر اعتکاف کرنا اختیار کیا تھا بلا ضرورت اس کے خلاف کیا گیا۔

ایسے عذر کی بناء پر نکلنا جو مجبوری کے ہیں مثلاً جس مسجد میں اعتکاف کیا ہوا ہو اب وہاں جان و مال کا خطرہ لاحق ہو جائے یا مسجد منہدم ہونے لگے تو ایسی صورت میں مسجد سے نکل کر فوراً کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کی نیت سے چلا جانا چاہیے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اعتکاف (نذر کا نہیں ہے بلکہ) نفلی ہے ایسی صورت میں بلا عذر بھی مسجد سے نکلنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ نفلی اعتکاف میں ایسا نہیں ہوتا کہ اتنے وقت سے زیادہ مسجد سے باہر گزارنے پر اعتکاف باطل ہو جائے (نفلی اعتکاف میں) مسجد سے باہر آجانے سے پچھلا اعتکاف باطل نہیں ہوتا بلکہ منتہیٰ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر مسجد میں واپس آکر پھر اعتکاف کیا تو اس کا ثواب جدا ہوگا، لیکن اعتکاف واجب میں بلا عذر مسجد سے باہر آنا گناہ ہے اور پچھلا اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

یہ احکام اسی حالت میں ہیں جبکہ اعتکاف واجب ہو، اور مسلسل ان ایام کے

اعتکاف کی نیت کی گئی ہو، اگر محض اعتکاف نذر کی نیت تھی یا کسی خاص عرصے کے اعتکاف کی نیت تھی، لیکن مسلسل کی قید نہیں تھی تو ایسی صورت میں اعتکاف کے دوران مسجد سے بلا عذر بھی باہر آجانا جائز ہے لیکن باہر آنے پر وہ اعتکاف ختم ہو جائے گی اور واپس آکر دوبارہ اعتکاف کی نیت کرنا ہوگی، ہاں اگر (پہلے ہی سے) واپسی کی نیت کر رکھی ہو یا مسجد سے نکلنا رفع حاجت کے لئے ہو تو از سر نو نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی حکم نفلی اعتکاف کا ہے۔

(کتاب الفقہ جلد اول ص ۹۵۳)

اجتماعی اعتکاف کا ثبوت

سوال:۔ کیا اعتکاف کا اہتمام حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے؟

جواب:۔ اولاً تو جو چیز مقصود اعتکاف ہے وہ حضرات صحابہ کرامؓ کو چلتے پھرتے مشاغل میں مشغول رہنے کے باوجود حاصل تھی، آج وہ چیز اعتکاف سے بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے، تاہم ان حضرات سے اعتکاف کا اہتمام ثابت ہے۔

مسلم ص ۳۷۰ جلد اول میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، آپؐ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش میں کیا تھا، پھر دوسرے عشرے کا اعتکاف بھی اسی واسطے کیا، پھر مجھے کسی بتانے والے (فرشتہ) نے بتایا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے، (اس لئے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہے) جو شخص تم میں سے اعتکاف کرنا چاہے کرلے۔ چنانچہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔ بخاری جلد اول ص ۲۷۱ میں یہ الفاظ ہیں۔ جن لوگوں نے میرے ساتھ پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا تھا وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔

مسلم جلد اول ص ۳۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے لئے بھی خیمے لگائے گئے۔ گو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارہ نہ فرمایا، اس بناء پر کہ ان کے غیر مخلص ہونے کا اندیشہ ہوا، یا بوجہ غیرت کے مسجد میں مرد بھی ہوں گے، منافق دیہاتی سبھی قسم کے لوگ آئیں گے، پھر حاجات بشریہ کے لئے ان کا نکلنا بھی ضروری ہوگا، یا اس بناء پر کہ آپ کا ان کے

ساتھ مسجد میں ہونا مقصد اعتکاف تخلی علی الدنیا و الازواج کو فوت کر دے۔
(نووی شرح مسلم ص ۳۷۱ جلد اول)
(ماخوذ از ملفوظات فقیہہ الامت، ص ۴۶ قسط ثالث۔ مفتی اعظم حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہٗ، دار العلوم دیوبند)

اعتکاف کے مستحبات

اعتکاف کے آداب اور مستحبات یہ ہیں، ان کا پورا اہتمام رکھیں تا کہ حقیقی برکات وثمرات نصیب ہوں۔

۱۔ اعتکاف میں نیکی کی اور اچھی باتیں کریں۔

۲۔ رمضان المبارک کے آخری پورے عشرے کا اعتکاف کرنے کی کوشش کریں۔

۳۔ حتی الامکان جامع مسجد میں اعتکاف کریں۔

۴۔ اپنی طاقت کے مطابق اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ عبادت الٰہی میں صرف کریں، مثلاً نوافل پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں علم دین کی صحیح اور مستند کتابوں کا مطالعہ کریں۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، حضرات انبیاء علیہم السلام کی صحیح واقعات، صحابہ کرامؓ، ائمہ عظام اور اولیائے کرام رحم اللہ کے حالات وحکایات۔ اس کے اقوال وملفوظات کا مطالعہ کریں۔ مسائل شرعیہ کی کتابیں پڑھیں۔ مگر جو بات سمجھ میں نہ آئے خود اس کی تاویل یا مطلب نہ نکالیں، بلکہ کسی معتبر عالم سے اس کا مطلب سمجھیں۔

۵۔ اذکار مسنونہ پڑھیں۔ جتنی تسبیح آسانی سے پڑھ سکیں سب بہتر ہیں تسبیحات یہ ہیں:

سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، اللہ اکبر، لاالٰہ الااللّٰہ محمد رّسول اللّٰہ، لاحول ولاقوۃ الّا باللّٰہ.

اور جو بھی استغفار یاد ہوں وہ پڑھیں مثلاً **استغفر اللہ** یا **استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ یارب اغفرلی**، اور جو بھی ذکر کریں توجہ اور دھیان سے کریں۔

۶۔ درود شریف کثرت سے پڑھیں، سب سے بہتر درود وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے

۷۔ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہذا روزانہ پڑھیں

۸۔ اشراق، چاشت، سنن زوال، اوابین، اور تہجد کی نماز کا پورا اہتمام کریں، تحیۃ المسجد، اور تحیۃ الوضو بھی ترک نہ ہونے دیں۔

۹۔ فجر سے اشراق تک اور عصر کے فرضوں سے فارغ ہو کر مغرب تک ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہیں۔

۱۰۔ شب قدر کی پانچوں راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کی کوشش کریں اور مناجات قبول کی ایک منزل روزانہ پڑھ لیا کریں، اس میں قرآن وحدیث کی بہت اچھی دعائیں جمع کر دی گئیں ہیں۔

۱۱۔ اعتکاف میں پردہ ڈالنا اور نہ ڈالنا دونوں طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اگر پردہ ڈالنے سے ریا کاری، کبر وغیرہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو نہ ڈالیں اور اگر ان امور کا اندیشہ نہ ہو تو یکسوئی کے لئے پردہ ڈال لینا بہتر ہے، البتہ فرض نماز کی جماعت ہونے لگے اور پردہ پڑے رہنے سے جماعت میں خلاء رہ جانے کا خطرہ ہو تو پردہ ہٹا دینا چاہیے بلکہ بستر اور سامان بھی اٹھا لینا چاہیے۔

۱۲۔ جہاں تک ممکن ہو دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول وفعل اور کسی بھی طرز عمل سے تکلیف پہنچانے سے سخت احتیاط کریں۔ (عالمگیری وفتح القدیر)

اعتکاف کے مباحات

بعض باتیں اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لئے جائز اور مباح ہیں۔

۱۔ معتکف کو چاہیے کہ مسجد میں کھائے پیے، وہیں سوئے، لیٹے بیٹھے، آرام کرے۔ معتکف کے لئے یہ سب باتیں مسجد میں درست ہیں۔ (ردالمختار)

۲۔ اپنے بال بچوں کے متعلق یا خرید وفروخت کی باتیں کرنا بھی بقدر ضرورت جائز ہے۔

۳۔ معتکف کھانے پینے کی مختصر چیزیں اور ضروریات کا سامان بھی رکھ سکتا ہے لیکن اتنا نہ ہو کہ دوکان ہی لگا لے یا نمازیوں کو جگہ گھیر جانے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگے اور پڑھنے کے لئے کتابیں بھی رکھ سکتا ہے۔ (ردالمختار)

۴۔ کھانے پینے کی یا کوئی ضرورت کی چیز خریدنی ہو تو اس کو چیز کو دیکھنے کے لئے مسجد میں منگا سکتا ہے تاکہ کوئی خراب چیز نہ آئے۔ (ردالمختار)

۵۔ معتکف کو مختصر سا بستر، کھانا کھانے، پانی پینے، ہاتھ دھونے کے لئے برتن رکھنے کی اجازت ہے۔ (ردالمختار)

۶۔ معتکف اگر تاجر یا کارخانہ دار ہو تو اپنے قائم مقام یا ماتحت ملازمین کو تجارت کی ضروری ہدایات دے سکتا ہے اور اس کے متعلق باتیں بھی دریافت کرسکتا ہے کسی خریدار سے ضروری باتیں کرنی ہو تو بقدر ضرورت لین دین، سودا سلف کی باتیں کرنے کی گنجائش ہے۔

۷۔ معتکف لباس تبدیل کرسکتا ہے، خوشبو استعمال کرسکتا ہے، سر اور داڑھی میں تیل لگانا، کنگھی کرنا سب باتیں جائز ہیں۔ (بدائع)

۸۔ حالت اعتکاف میں معتکف اپنا یا دوسرے کا نکاح کرسکتا ہے، بیوی کو طلاق رجعی دے رکھی ہو تو زبانی اس سے رجوع کرسکتا ہے۔ (بدائع)

۹۔ معتکف اپنا سر، داڑھی یا بدن کا کوئی حصہ دھونا چاہے یا کلی کرے تو اس بات کا پورا خیال رکھے کہ مسجد بالوں اور مستعمل پانی سے بالکل ملوث نہ ہو، تیل سے مسجد کی دیواریں، صفیں، صحن بالکل خراب نہ ہوں ورنہ ممنوع ہوگا۔ (بدائع)

۱۰۔ معتکف آرام کی غرض سے یا طبعی طور پر یا بلاضرورت کلام کرنے سے بچنے کے لئے خاموش رہے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

۱۱۔ حالت اعتکاف میں دین کی باتیں کرنا باعث ثواب ہے اور ایسی باتیں کرنا جن میں گناہ نہ ہو مباح ہیں، بقدر ضرورت دنیوی باتیں کرنا بھی منع نہیں، لیکن بات کرنے کا مشغلہ نہ بنائیں۔ (حاشیہ شرنبلالی)

۱۲۔ معتکف کو ناخن کترنے مونچھیں سنوارنے، خط یا حجامت بنانے کی رخصت ہے، لیکن مسجد میں ناخن پانی اور بال وغیرہ بالکل نہ گرنے پائیں۔ (فتح الباری)

تشریح:۔ یہ باتیں اس شخص کو پیش آتی ہے جو مسلسل ایک ماہ یا زیادہ کا اعتکاف کررہا ہو۔ ورنہ دس روز اعتکاف کرنے والوں کو ان میں مشغول ہونا اچھا نہیں یہ کام اعتکاف کے بعد بھی

ہو سکتے ہیں۔ بچوں کو مسجد میں بلا اجرت قرآن کی اور دین کی تعلیم اعتکاف کی حالت میں درست ہے۔ (بحر الرائق)

معتکف کے پاس عورتوں کا آنا

معتکف کے پاس حالت اعتکاف میں ضروری کام ہو تو بیوی یا محرمات میں سے مثلاً والدہ، بیٹی، بہن وغیرہ مسجد میں آسکتی ہیں، لیکن نماز کا وقت نہ ہو اور پردہ کے ساتھ آئیں۔ (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)

اگر بیوی یا محرمات میں سے کچھ مستورات آئیں اور کوئی دوسرا شخص دیکھ رہا ہو تو اسی وقت صفائی کر دینی چاہیے کہ ان سے میرا یہ رشتہ ہے یا یہ میری بیوی ہے تاکہ دوسروں کو بدگمانی نہ ہو، رسول اللہ ﷺ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

اعتکاف کے مکروہات

اعتکاف میں بعض باتیں مکروہ ہیں منع ہیں، اور بعض باتیں ناجائز اور حرام ہیں ان سب سے بچنے کا پورا خیال رکھیں۔

اعتکاف کی حالت میں معتکف کو جان بوجھ کر یا بھول کر رات میں یا دن میں، مسجد میں، یا گھر میں بیوی سے صحبت کرنا، بوس وکنار کرنا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا سب حرام ہیں۔

نوٹ :۔ امور بالا سے اعتکاف ٹوٹنے کے مسائل مفسدات اعتکاف میں ذکر کریں گے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

بعض باتیں ہر حال میں حرام ہیں، لیکن اعتکاف میں اور بھی سختی آئی ہے مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا اور لڑانا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی مسلمان کو ناحق ایذا پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری وغیرہ کرنا ان سے اور اس قسم کی تمام باتوں سے احتیاط رکھیں۔ (شامی)

جو باتیں مباح ہوں جن کے ذکر کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، بوقت

ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ (درمختار)

معتکف کو بلاضرورت کسی شخص کو مباح باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے۔

معتکف کا اخبارات پڑھنا

معتکف کو اعتکاف کی حالت میں ایسی کتابیں اور رسالے جن میں بے کار جھوٹے قصے کہانیاں ہوں دہریت کے مضامین ہوں، اسلام کے خلاف تحریرات ہوں، فحش لٹریچر ہو، اسی طرح اخبارات پڑھنا، سننا، نیز اخبار عموماً تصویروں سے خالی نہیں ہوتے اور فوٹوؤں کو مسجد میں لانا جائز نہیں ہے، اس لئے ان سب باتوں سے معتکف کو بچنا چاہیے، اور جس مقصد کے لئے اعتکاف کیا ہے، اس میں لگنا چاہیے۔ (اعتکاف کے فضائل ومسائل)

معتکف کو بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہ تحریمی ہے اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں۔ (بحرالرائق)

تجارتی یا غیر تجارتی سامان مسجد میں لاکر بیچنا یا خریدنا ناجائز ہے۔ اور بلاضرورت شدیدہ خرید وفروخت کی باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔ (درمختار، بحر)

معتکف کو حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر اجرت لے کر کوئی کام کرنا جائز نہیں خواہ مذہبی تعلیم دینا ہو یا دین ودنیا کا کوئی اور کام ہو۔ (اشباہ شامی)

اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے، یاد رہے یہ حکم نفلی اعتکاف کا نہیں ہے اس کا حکم نفلی اعتکاف کے بیان میں آئے گا۔

مسئلہ: معتکف کو بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ اپنی اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں نہ رات میں نہ دن میں ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔ایک منٹ کے لئے بھی بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ سے (یعنی مسجد سے) باہر نکل جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔بلاضرورت شرعیہ وطبعیہ خواہ جان کر نکلے یا بھول کر ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف قائم نہ رہے گا، لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا، بلکہ مریض کا سوائے اس معتکف کے کوئی دوسرا تیماردار نہیں، مریض کو بہت تکلیف ہے جان کا خطرہ ہو جائے تو معتکف کو چلے جانا ہی چاہیے بعد میں اس کی قضاء کر لے۔اسی طرح میت ہوگئی اور غسل، کفن اور دفن کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تب بھی اعتکاف میں سے اٹھ کر چلے جانا چاہیے پھر بعد میں قضاء کر لے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: ۔معتکف میت کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لئے یا میت کو کندہ دینے کے لئے یا دفن میں شریک ہونے کے لئے باہر چلا جائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔بلاضرورت شدیدہ اعتکاف نہ توڑے، ہاں معتکف کے بغیر کوئی انتظام نہ ہو سکے تو بے شک چلا جائے اور بعد میں قضا کر لے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر گیا تھا راستہ میں قرض خواہ یا کسی اور صاحب حق نے اس کو روک لیا اور معتکف بھی رک کر کھڑا ہو گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا، اس لئے معتکف کو چاہیے کہ رک کر کھڑا نہ ہو بلکہ چلتے چلتے اس کو جواب دیدے یا مسجد میں آنے کے لئے کہہ دے، ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جا سکتا ہے۔اس کے چلے جانے سے اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا۔لیکن گناہ گار نہ ہوگا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: ۔معتکف کو اپنی جان و مال کا قوی خطرہ ہو جائے جس کے دفع کرنے پر بحالتِ اعتکاف قادر نہ ہو تو اس صورت میں گھر چلا جائے گناہ گار نہ ہوگا، لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: ۔ کسی حاکم یا غیر حاکم نے زبردستی معتکف کو باہر نکال دیا مثلاً سرکاری وارنٹ آ گیا یا زبردستی قرض خواہ باہر کھینچ کر لے گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن معتکف گنہگار نہ ہوگا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: ۔ مسجد گرنے لگے اور معتکف کے دب جانے کا خطرہ ہو یا کوئی بچہ یا آدمی پانی کے کنوئیں میں گر گیا اور ڈوب رہا ہو یا آگ میں گر پڑے یا گرنے کا خطرہ ہو تو معتکف کو مسجد سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے واجب ہے لیکن اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ (علم الفقہ)

ایک ہدایت

مذکورہ مسائل میں معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کے لئے پہلے اپنے مخلص اور تجربہ کار احباب سے مشورہ کرنا چاہیے اگر کوئی تدبیر ایسی ہو سکتی ہے کہ خود نکلے بغیر کام ہو جائے تو خود نہ نکلے اور معمولی خطرے سے گھبرا کر فوراً نکل آنا درست نہیں اگر حقیقت میں کوئی ناقابل برداشت یا شدید خطرہ ہو جائے تو اعتکاف توڑ دینا چاہیے۔

مسئلہ: ۔ معتکف بھول گیا اس کو خیال ہی نہیں رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آ گیا خواہ فوراً اعتکاف یاد آ گیا یا کچھ دیر بعد اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ گناہ گار نہ ہوگا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: ۔ حالت اعتکاف میں ہم بستری کر لینے سے دن میں یا رات میں، بھول کر یا جان کر، خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہر حال میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: ۔ معتکف نے شرم گاہ کے علاوہ بیوی کے کسی دوسرے حصہ بدن کے ساتھ مباشرت کی یا بوس و کنار کیا تو اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: ۔ معتکف نے اگر کسی اجنبی عورت یا مرد پر نظر بد ڈالی یا غلط خیالات میں منہمک ہو گیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خواہ انزال ہوا یا نہ ہوا، (قاضی خاں) ویسے یہ کام حرام ہیں معتکف کو ان سے سخت اجتناب کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: ۔ معتکف کسی سے لڑ جھگڑ پڑے اور خدا نہ کرے گالیاں بھی دینے لگے تو اس سے

اعتکاف تو فاسد نہ ہو گا لیکن گنہگار ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ: ۔معتکف مسجد میں رہتے ہوئے، مسجد میں صرف سر یا ہاتھ باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: ۔معتکف تھوک کے لئے، ناک صاف کرنے، کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے، کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے۔ وضو کرنے کی جگہ مسجد سے باہر ہوتی ہے وہاں بھی نہ جائے مسجد میں ہی انتظام ہو سکتا ہے، اگال دان یا کسی برتن میں تھوڑی سی راکھ یا مٹی ڈال کر رکھ لے اس میں تھوکے ناک صاف کرے، اور سلفچی یا کسی برتن میں ہاتھ دھولیا کرے یا وضو کی نالی میں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ قدم صحن مسجد میں رہیں اور ناک یا تھوک وغیرہ نالی میں گرے، کیونکہ مسجد میں رہتے ہوئے سر اور ہاتھوں کو باہر کر سکتا ہے۔
(بحر الرائق)

مسئلہ: ۔معتکف گرمی سے بچنے کے لئے یا سردیوں میں دھوپ لینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ۔معتکف کو کھانے منگانے کا انتظام کر لینا چاہیے خواہ گھر سے کوئی لے آئے یا ہوٹل والے سے کہہ دے، اس کا ملازم وقت پر پہنچا دیا کرے، جب انتظام ہو جائے تو معتکف کو خود کھانا لینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ اگر چلا جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ۔معتکف کو باوجود کوشش کے کھانا لانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا تو خود ہی گھر سے یا ہوٹل سے یا تندور سے لے آنا درست ہے، لیکن بلا ضرورت وہاں نہ ٹھہرے کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہے فلاں وقت کھانا لینے آیا کروں گا، تا کہ دوکان دار خیال رکھے اور اس کو سب سے پہلے فارغ کر دے، اور یہ کھانا لانا غروب آفتاب کے وقت ٹھیک غروب سے پہلے ہرگز نہ جائے کیونکہ غروب آفتاب سے پہلے ضرورت ثابت نہیں ہوتی اسکے بعد سحری کے آخری وقت تک جانے کا اختیار ہے بعد میں نہیں ہے اور کھانا مسجد میں کھانا چاہیے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ۔کوئی شخص معتکف کا کھانا لا سکتا ہے لیکن نخرے بہت کرتا ہے تو ایسی صورت میں

معتکف خود جا کر کھانا لاسکتا ہے اسی طرح کھانا لانے کی اجرت بہت زیادہ مانگے تب بھی خود لے آنا جائز ہے۔(رواح الجوار)

مسئلہ: ۔معتکف کو بہت سخت پیاس لگ رہی ہے مسجد میں پانی نہیں ہے نہ کوئی لا کر دینے والا ہے تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی جلدی مل سکتا ہے جا کر لا سکتا ہے، اگر پانی کا برتن نہ ہو تو ایسی جگہ پانی پی کر بھی آسکتا ہے۔گرمیوں کے موسم میں کبھی سحری کے وقت ایسی صورت معتکف کو پیش آجاتی ہے۔(بحرالرائق)

مسئلہ: ۔معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے اور روزے میں بھول کر کھانے سے چوں کہ روزہ نہیں ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا۔(بحرالرائق)

مسئلہ: ۔معتکف دوا لینے کے لئے باہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔دوا کسی دوسرے آدمی سے منگوانی چاہیے ڈاکٹر کو دکھانا ہو تو مسجد میں بلا لے۔(اعتکاف کے فضائل ومسائل)

مسئلہ: ۔معتکف کو احتلام ہو جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا خواہ کتنی بار ہو دن ہو یا رات کو۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ۔معتکف کسی کی کوئی چیز چرا لے یا مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز کھا پی جائے تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا البتہ گناہ ہوگا۔(عالمگیری)

مسئلہ: ۔معتکف بے ہوش ہو جائے یا دیوانہ پاگل ہو جائے یا جن بھوت کے اثرات سے بے عقل ہو جائے اور ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو ایک دن کا درمیان میں وقفہ ہو گیا اور تسلسل باقی نہ رہا اس لئے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اگر ایک دن گزرنے سے پہلے ہی ہوش میں آگیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔(عالمگیری)

معتکف کو پیش آنے والی حاجتیں

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے معتکف کو جتنی حاجتیں اور ضرورتیں اعتکاف گاہ سے نکلنے کے لئے پیش آتی ہیں ان کو تین قسموں میں بیان کیا ہے۔

(۱) حاجت شرعیہ (۲) حاجت طبعیہ (۳) حاجت ضروریہ۔

اب ان تینوں قسموں کے احکام ومسائل علیحدہ علیحدہ پیشِ خدمت ہیں۔

اعتکاف میں حاجت شرعیہ کے مسائل

حاجت شرعیہ کی تعریف:۔

جن امور کی ادائے گی شرعاً فرض وواجب ہو، اور اعتکاف گاہ میں معتکف انہیں ادانہ کرسکے ان کو حاجت شرعیہ کہتے ہیں، مثلاً جمعہ کی نماز اور عیدین وغیرہ کی نماز۔ (بحرالرائق)

مسئلہ:۔ معتکف کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو اس کو جامع مسجد میں اتنی دیر پہلے جانا چاہیے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے وہاں دو رکعت نفل تحیۃ المسجد اور چار سنتیں اطمینان سے پڑھ لے اور اس کا اندازہ خود معتکف پر چھوڑ دیا گیا ہے، ان دازے میں کچھ کمی بیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعت سنتیں اور نفل پڑھ کر اپنی اعتکاف والی مسجد میں آجانا چاہیے۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ جمعہ کی سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد جامع مسجد میں اگر کچھ زیادہ دیر ٹھہر جائے تو جائز ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ جس مسجد میں اعتکاف کا التزام کیا ہے اس کی ایک طرح مخالفت ہے۔ (درمختار)

مسئلہ:۔ معتکف جامع مسجد میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائے اور وہیں ایک رات دن یا اس سے کم وبیش ٹھہرا رہے یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرنے لگے تب بھی جائز تو ہے یعنی اعتکاف نہ ٹوٹے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ معتکف کو اپنی مسجد میں کسی وجہ سے جماعت نہ مل سکی مثلاً پیشاب یا پاخانہ چلا گیا تھا۔ مسجد میں آیا تو معلوم ہوا کہ جماعت ختم ہوگئی ہے تو اب دوسری مسجد میں جماعت کی خاطر جانا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ معتکف اگر طبعی ضرورت سے یعنی پیشاب و پاخانہ کے لئے باہر چلا جائے اور اس کو یہ اندازہ ہو جائے کہ مجھے اپنی اعتکاف والی مسجد میں جماعت نہیں ملی گی اور راستے میں کوئی مسجد ہے جس میں جماعت ہو رہی ہو یا تیار ہے تو ایسی صورت میں راستہ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور فارغ ہوتے ہی چلے آنا جائز ہے۔ (ردالمختار)

ایک قاعدہ:۔

معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے پھر جاتے ہوئے یا آتے ہوئے کوئی عبادت ادا کرے تو یہ جائز ہے۔ مثلاً راستہ میں کوئی بیمار مل گیا اس کی بیمار پرسی کر لی یا نماز جنازہ تیار تھی اس میں شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ امور عبادت ہیں۔ لیکن خاص ان کاموں ہی کے لئے مثلاً عیادت نماز جنازہ انہی کی نیت سے مسجد سے باہر آ جانا جائز نہیں ہے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ خوب سمجھ لیں ان ہی کاموں کے لئے مسجد سے باہر آنا تو نا جائز ہے لیکن شرعی یا طبعی حاجت کے لئے باہر آئے پھر اتفاق سے یہ امور پیش آ جائیں تو ان کو کرنا درست ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: ۔عیدین کی روز اعتکاف کرنا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص کر ہی لے تو اس کو نماز عید کے لئے، جمعہ کی نماز کی طرح چلے جانا چاہیے اور عید کی نماز سے فارغ ہو کر فوراً اعتکاف گاہ میں آ جانا چاہیے۔ عید کی نماز کے لئے جانا حاجت شرعیہ میں داخل ہے۔ (درمختار)

معتکف کے لئے اذان کے مسائل

مسئلہ: ۔اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ اور محراب وغیرہ مسجد کے اندر ہیں تو معتکف مؤذن کو خواہ اذان کے لئے مقرر کیا ہوا ہو یا نہ مقرر کیا ہوا اذان دینے کے لئے اسی جگہ جانا بلاشبہ جائز ہے، اور اذان کے علاوہ کسی اور غرض سے اس جگہ جانا مثلاً کھانے، پینے، لیٹنے، کے لیے بھی درست ہے۔ (بدائع)

مسئلہ: ۔اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ، حجرہ یا محراب کی بغل میں کوئی جگہ مقرر ہے جو مسجد سے خارج ہے مگر اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کو اس جگہ اذان کے لئے جانا یا کسی اور غرض سے جانا سب جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ: ۔اذان دینے کی جگہ جیسے منارہ یا حجرہ وغیرہ اگر مسجد سے خارج ہے اور ان میں جانے کا دروازہ (راستہ) بھی مسجد سے خارج ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن اس جگہ صرف اذان دینے کے لئے جا سکتے ہیں، اذان کے علاوہ کسی اور غرضی مثلاً کھانا کھانے، لیٹنے، بیٹھنے، اور ہوا خوری کے لئے مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کا اعتکاف کی حالت میں اس جگہ

جانا جائز نہیں ہے، اور معتکف مؤذن کو بھی اذان دے کر فوراً واپس آ جانا چاہیے۔ (شامی)

مسئلہ: ۔اوپر منارہ وغیرہ میں جانے کے لئے جو مسائل لکھے گئے ہیں ان میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اعتکاف مسنون اور اعتکاف واجب کے لئے ہے، نفلی اعتکاف والا ان جگہوں پر ہر وقت جا سکتا ہے۔ (عالمگیری)

اعتکاف میں حاجت طبعیہ کے مسائل

حاجت طبعیہ کی تعریف:۔

ایسے امور جن کے کرنے کے لئے انسان مجبور ہے اور وہ مسجد میں نہیں ہو سکتے ان کو حاجت طبعیہ کہتے ہیں، جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجاء، غسل جنابت وغیرہ۔

مسئلہ: ۔طبعی ضرورت کے لئے جب معتکف مسجد سے باہر چلا جائے تو حتی الامکان ایسی جگہ رفع حاجت کرے جو قریب ہو مثلاً معتکف کا گھر دور ہے اور کسی بے تکلف دوست کا قریب ہے یا خود معتکف کے دو گھر ہیں ایک قریب اور دوسرا دور، یا مسجد کے قریب سرکاری بیت الخلاء (فلیش وغیرہ) ہے یا مسجد کے قریب بیت الخلاء بنا ہوا ہے تو ان میں جو بیت الخلاء بھی مسجد سے قریب ہو اس میں رفع حاجت کرنی ہوگی، البتہ قریب والی جگہ سے طبیعت مانوس نہ ہو جس کی وجہ سے رفع حاجت پوری نہ ہوتی ہو، خواہ بتقاضائے طبیعت یا دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہو، پردہ کرانا پڑتا ہے یا کوئی اور دشواری ہے تو دور جگہ جہاں پر دشواری نہ ہو چلے جانا جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ: ۔معتکف کو حاجت طبعیہ سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آ جانا چاہیے بلا وجہ گھر میں رہنا جائز نہیں۔ (شامی)

مسئلہ: ۔معتکف کی ریح خارج ہونے لگے اگر ممکن ہو سکے تو مسجد سے باہر خارج کرے اگر بلا اختیار مسجد میں ہی خارج ہو جائے تو بھی مضائقہ نہیں، معذور ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

مسئلہ: ۔معتکف جب حاجت شرعیہ اور حاجت طبعیہ کے لئے جائے تو اپنی عادت کے مطابق چال سے چلے، جلدی چلنا ضروری نہیں، بلکہ ذرا آہستہ چال سے چلنا اس کے لئے

بہتر ہے تا کہ چلتے ہوئے سلام کرنے اور جواب دینے میں آسانی ہو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا کہ جس کو اس کا معتکف ہونا معلوم نہیں وہ اسے رکانا چاہتا ہے، یا خود اس کو جواب دینا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ٹھیرے بغیر یہ سب کام ہو سکتے ہیں۔ تیز چال میں ٹھہر جانے یا کسی کے روک لینے کا اندیشہ ہے اور ایک منٹ بھی ٹھہر اجائے تو اعتکاف فاسد ہو جا تا ہے اس لئے ہلکی چال بہتر ہے ورنہ یوں ہر چال چلنا جائز ہے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ وضو کرنے کی ایک جگہ قریب اور دوسری جگہ ذرا دور ہے تو قریب والی جگہ بہتر ہے اگر کوئی دشواری ہو تو دور بھی جا سکتا ہے۔ اسی طرح پیشاب خانے، استنجاء خانے، اور غسل خانے کا حکم ہے کہ جب تک قریب ترین جگہ سے ضرورت پوری ہوتی ہو تو بلا ضرورت دور نہ جائے۔ (شامی)

اعتکاف میں فوری حاجت پیش آنے کا بیان

حاجت ضروریہ کی تعریف:۔

معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اسے اعتکاف گاہ چھوڑنا پڑ جائے تو ایسی باتوں کو حاجت ضروریہ کہتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

مثلاً مسجد گرنے لگے اور معتکف کو دب جانے کا خطرہ ہو جائے یا ظالم حاکم گرفتار کرنے آجائے یا ایسی شہادت دینا ضروری ہو گیا جو شرعاً معتکف کے ذمے واجب ہے، کہ مدعی کا حق اس کی شہادت پر موقوف ہے دوسرا کوئی گواہ نہیں ہے اگر معتکف گواہ ہی نہ دے تو مدعی کا حق فوت ہو جائے گا، یا کوئی آدمی یا بچہ پانی میں ڈوب رہا ہے یا آگ میں گر پڑا ہے یا خطرہ ہے یا سخت بیمار ہو گیا یا گھر والوں میں سے کسی کی جان مال، آبرو کا خطرہ ہے یا سخت بیمار ہو گیا یا جنازہ آگیا اور جنازہ کی کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے یا جہاد کا حکم ہو گیا اور جہاد میں شریک ہونا فرض عین ہو گیا یا کسی نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، یا جماعت کے نمازی سب چلے گئے اب مسجد میں جماعت کا انتظام نہ رہا اس قسم کی سب حاجتیں، حاجات ضروریہ کہلاتی ہیں، اکثر صورتوں میں اعتکاف ترک کرنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے، اور اعتکاف

چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں ہوتا، رہا اعتکاف چھوڑ دینے سے اعتکاف کا فاسد ہو جانا تو اس کا حکم اعتکاف کو فاسد کرنی والی چیزوں میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتکاف گاہ کے مسائل

مندرجہ ذیل مسائل صرف مردوں کے لئے ہیں، عورتوں کے جو مخصوص مسائل ہیں وہ علماء سے دریافت کرلیں۔

معتکف کو اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اعتکاف کی تین قسموں (واجب، مسنون، مستحب) میں سے کون سا اعتکاف کرنا چاہتا ہے اور جس مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے وہ اس مسجد میں درست ہوتا ہے یا نہیں۔

مسئلہ:۔ مسنون اور واجب اعتکاف کے لئے اسی مسجد میں ہونا ضروری جس میں پانچوں وقت باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی ہے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ جس مسجد میں تین یا چار وقتوں کی باقاعدہ جماعت ہوتی ہے کسی ایک وقت کی جماعت نہیں ہوتی تو اسی مسجد میں واجب اور مسنون اعتکاف درست نہیں ہوگا۔ صرف نفلی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ مرد کے لئے ہر قسم کے اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے اگر مرد گھر میں اعتکاف کرے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ (بدائع)

معتکف کے لئے مسجد کی حدود

مسئلہ:۔ مسجد کی چھت، مسجد کے حکم میں آتی ہے اس لئے معتکف مسجد کی چھت پر آ جا سکتا ہے، بشرطیکہ چھت کا زینہ مسجد کے اندر ہو اگر زینہ مسجد کے باہر ہو تو پھر زینہ پر جانا جائز نہیں البتہ اعتکاف میں بیٹھتے وقت یہ نیت کرلی کہ اس زینے کے ذریعے مسجد کی چھت پر جاؤں گا تو پھر معتکف کو اس زینے کے ذریعے مسجد کی چھت پر جانا جائز ہے۔ پھر اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ:۔ مسجد کا تمام احاطہ عرفاً مسجد ہی کہلاتا ہے، لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا

لفظ آتا ہے اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے جہاں تک سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے منفرد کی گئی ہے یعنی مسجد کا اندرونی حصہ برآمدہ اور صحن، اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد میں جس جگہ آپ وضو نہیں کر سکتے جنابت کی حالت میں وہاں نہیں جاسکتے وہ جگہ مراد ہے، عموماً جہاں تک مسجد کا صحن کہلاتا ہے، وہاں تک مسجد کی حد ہوا کرتی ہے۔ (بحرالرائق)

معتکف کو مسجد کی ان مقامات پر جانا جائز نہیں

مسئلہ:۔ صحن مسجد کے علاوہ جتنی جگہ مسجد کی دوسری ضرورتوں کے لئے مقرر ہو مثلاً وضو کرنے کی جگہ وضو کی ٹوٹنیاں، نالیاں، وضو کے لئے بیٹھنے کی جگہ غسل خانے، امام ومؤذن کا کمرہ، جنازگاہ، دلان وغیرہ کا صدر دروازہ یا کوئی دوسرا دروازہ جہاں تک جوتے پہنے ہوئے آجاتے ہیں۔ اوران سب کی چھتیں، کوئی افتادہ پلاٹ اسی قسم کی وہ تمام جگہ جو مسجد کے کسی ضرورت ومصلحت کے لئے یا نمازیوں کے آرام کے لئے بنائی گئی ہو اگرچہ یہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہی ہوں لیکن معتکف کے لئے یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہیں۔ ان سب جگہوں پر معتکف کو جانا جائز نہیں، مگر یہ کہ وہاں شریعت نے ضرورتاً جانے کی اجازت دی ہو جیسے وضو کرنا، پیشاب پاخانہ کرنا، غسل جنابت کے لئے جانا یہ سب بقدر ضرورت جائز ہے۔
(جامع الرموز)

مسئلہ:۔ مسجد کے صحن میں حوض بنا ہوا ہے وہاں بھی وضو کرنے تو جاسکتا ہے، لیکن دوسرے کام مثلاً کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کلی کرنے کے لئے کھانے کے برتن دھونے کے لئے جانا جائز نہیں، یہی حکم وضو کی جگہ کا ہے۔ (جامع الرموز)

مسئلہ:۔ عیدگاہ اور جنازگاہ میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔ (جامع الرموز)

اہم ہدایت

معتکف کو جن مقامات پر جانا شرعی اور طبعی ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے ان مقامات کو بار بار پوری توجہ سے پڑھیں اکثر وبیشتر معتکف حضرات بے دھیانی یا مسائل سے لاعلمی کی بناء پر، کبھی ہاتھ دھونے، کبھی کلی کرنے، کبھی ناک صاف کرنے، کبھی برتن دھونے اوراسی طرح

دوسرے متفرق کاموں کے لئے چلے جاتے ہیں، جس سے ان کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اور انہیں اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

یاد رکھیئے کہ شرعی اور طبعی حاجت کے بغیر مذکورہ بالا مقامات پر چلے جانے سے (خواہ ایک منٹ ہی کے لئے سہی) اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مسجد کی دیواروں کا حکم

مسئلہ: ۔ مسجد کی وہ دیواریں جن پر مسجد کی عمارت قائم ہے مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے، لہذا اس دیوار میں کوئی محراب، طاقچہ، الماری یا کھڑکیاں بنی ہوئی ہوں یا لاؤڈ سپیکر لگا ہوا ہو تو ان مقامات پر معتکف آ جا سکتا ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ: ۔ مسجد کی جو دیوار الگ بنی ہوئی ہو یا اس کے متعلق شبہ ہو کہ بانی مسجد نے اس کو مسجد میں شامل کیا ہے یا نہیں، یا دیوار تو نہ ہو بلکہ کوئی ایسی جگہ ہو جس کے متعلق شبہ ہو کہ معلوم نہیں یہ مسجد میں شامل ہے یا نہیں، تو جب تک تحقیق نہ کر لے کہ یہ مسجد میں شامل ہے اس وقت تک وہاں جانا جائز نہیں۔ (امدادالفتاویٰ)

معتکف کیلئے کئی منزلہ مسجد کا حکم

مسئلہ: ۔ جو مسجد کئی منزلہ ہو تو اس کی ہر منزل میں اعتکاف ہو سکتا ہے، اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جا سکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کے اندر ہی ہو، حدودِ مسجد سے باہر نہ ہو، اگر مسجد کی حدوں سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر زینہ مسجد سے باہر ہو کر جاتا ہو اور اوپر جانا ضروری ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھتے وقت جب اعتکاف کی نیت کرے اسی وقت نیت میں یہ شرط لگا لے کہ فلاں زینہ سے اوپر جایا کروں گا تو یہ شرط کر لینے سے زینہ سے اوپر جانا جائز ہو جائے گا، اسی شرط لگانے کو استثناء کرنا بھی کہتے ہیں۔ (شامی)

مسئلہ: ۔ حاجت شرعیہ مثلاً جمعہ کی نماز کے لئے جانا، حاجت طبعیہ (پیشاب پاخانہ اور غسل

جنابت) کے لئے جانا یہ خود بخود مستثنیٰ ہوتے ہیں ان کو مستثنیٰ کرنے کی نیت کرنا ضروری نہیں یعنی یہ ضرورت نہیں کہ اعتکاف کرتے وقت نیت میں یہ بھی شرط لگالی جائے کہ میں جمعہ یا پیشاب پاخانے کے لئے جایا کروں گا، ان کی شریعت نے خود ہی اجازت دے دی ہے اس لئے خود بخود مستثنیٰ ہوجاتے ہیں۔ (شامی وجامع الرموز)

معتکف کو احتلام ہوجانے کا حکم

معتکف کو دن یا رات میں احتلام ہوجائے تو اس سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا معتکف کو چاہیے کہ آنکھ کھلتے ہی تیمّم کرے جس کیلئے یا تو پہلے ہی کچھ کچی یا پکی اینٹ رکھ لی جائے ورنہ بوجہ مجبوری مسجد کے صحن یا دیوار پر تیمّم کرے پھر غسل کا انتظام کرے (بدائع) غسل کا انتظام خود بھی کرسکتا ہے دوسرا کوئی کردے یہ بھی جائز ہے، مثلاً پانی کا بھرنا، پانی ڈالنے کے لئے لوٹا یا کوئی برتن لانا اگر دوسرا کوئی انتظام کررہا تو اتنی دیر معتکف تیمّم کے ساتھ مسجد میں رہے، پھر نہا کر کپڑے پہن کر مسجد میں آجائے۔

مسئلہ:۔ سردیوں میں احتلام ہوجائے اور ٹھنڈے پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو معتکف تیمّم کرکے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کردے تاکہ گرم پانی ہوجائے۔ اگر قرب وجوار میں کوئی گرم حمام ہو تو قریب والی دکان پر غسل کرکے آسکتا ہے۔ اگر ہوسکے تو حمام والے کو اپنے آنے کی اطلاع کردے اور غسل کرکے فوراً چلا آئے۔ (شامی)

ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا

مسئلہ:۔ گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کے واسطے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ (امدادالفتاویٰ) اگر معتکف چلا گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

مسئلہ:۔ غسل جمعہ کرنے کے لئے بھی معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے البتہ جمعہ سے قبل ضرورت شرعیہ وطبعیہ مثلاً جمعہ پڑھنے یا پیشاب پاخانے کے لئے باہر گیا تو واپسی میں غسل جمعہ کرسکتا ہے۔ جلدی غسل سے فارغ ہوکر مسجد میں آجائے، کیونکہ غسل جمعہ مسنون اور عبادت ہے اور ایسی صورت میں ہر عبادت ادا کی جاسکتی ہے۔ (امدادالفتاویٰ)

معتکف کے وضو کرنے کا حکم

مسئلہ:۔ معتکف کو ہر نماز کے لئے خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل نیز تلاوت قرآن کریم یا سجدہ کرنا ہو یا قضا نماز ادا کرنی ہو، ان سب کے لئے جس وقت چاہے وضو کرنے کے واسطے باہر جانا جائز ہے کیونکہ ان سب کے لئے وضو کرنا شرط ہے البتہ جس وقت وضو کرنا شرط نہ ہو بلکہ مستحب ہو جیسے وضو پر وضو کرنا، ذکر الٰہی کرنا ہو تو وضو کرنے کے لئے باہر نہ جائے، باہر سے مراد وہ جگہ بھی ہے جہاں مسجد میں وضو کیا کرتے ہیں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ:۔ معتکف کا بدن یا کپڑے ناپاک ہو جائیں تو خود بھی مسجد سے باہر جا کر دھو سکتا ہے کیونکہ ناپاکی اور ناپاک چیز سے مسجد کو بچانا واجب ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔ مسجد میں وضو کا پانی ختم ہو گیا ہو تو جہاں سے جلدی لا سکتا ہو وہاں جا کر پانی لا سکتا ہے اور گھر جانا پڑے تو گھر بھی جانا جائز ہے۔ خواہ وہیں وضو کر کے آجائے یا مسجد میں آکر نالی پر وضو کر لے درمیان میں کہیں بلا ضرورت نہ ٹھہرے۔ (جامع الرموز)

اعتکاف مسنون کی قضا کرنے کا طریقہ

سوال:۔ رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں مسنون اعتکاف کی حالت میں جمعہ کیلئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نکلنا مفسد اعتکاف ہے؟ یا متمم یا جائز غیر مفسد اور مسجد سے نکلنے سے مراد احاطہ مسجد ہے یا وہ حصہ جو نماز کے لئے مسجد کے حکم میں ہے؟

جواب:۔ جس روز اعتکاف شروع ہو گیا اس کے لئے مفسد ہے اور بقیہ دنوں کے لئے منبسی اور متمم، البتہ منذور کے لئے مجموعہ کا بھی مفسد ہے اور مسجد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے نہ کل احاطہ مسجد۔ (امداد الفتاویٰ)

سوال:۔ اگر ناواقفیت کی وجہ سے باہر نکل کر نہایا ہو تو اعتکاف ہوا یا نہیں؟

جواب:۔ جتنے دن ایسا کیا اتنے دن کے اعتکاف کی قضا کرے۔ (امداد الفتاویٰ)

سوال:۔ اگر اکیسویں دن اعتکاف کے بعد میں کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو گیا تو روز دوئم

وسویم پھر لینے سے اعتکاف میں شامل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔اعتکاف مسنون میں جس روز اعتکاف فاسد ہوا ہو، اسی روز کی قضاء واجب ہوتی ہے پھر اگر رمضان کے کچھ دن باقی ہوں اور وہ ان میں اس کی قضاء کی نیت کر کے اعتکاف کرے تو بھی درست ہے۔ یا عید الفطر کے بعد کوشش عید کے نفل روزوں کے ساتھ ایک روز کا اعتکاف کرلے ورنہ جب موقع ہو ایک نفلی روزہ رکھ کر اس ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کرے۔

مسئلہ:۔فقہاء کرام کی مختلف عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عشرہ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کی نیت سے اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر وہ تین دن گزرنے کے بعد کسی بہت شدید مجبوری کی بناء پر یہ نیت کرتا ہے کہ آج کے دن کا اعتکاف پورا کر کے مغرب کے بعد گھر چلا جاؤں گا۔ یعنی اگلے دن کے اعتکاف کا انکار کر دیتا ہے کہ اگلے دن مجھے اعتکاف نہیں کرنا ہے تو اس کا مسنون اعتکاف ختم ہو کر نفلی اعتکاف ہو جائے گا۔ اور چلے جانے سے اس پر کوئی قضاء لازم نہیں آئے گی۔ کیونکہ اس نے شروع کر کے اعتکاف نہیں توڑا بلکہ ختم کرلیا۔

اگر ختم کرنے کی نیت نہیں کی، بلکہ غروب آفتاب کے بعد اگلے روز اعتکاف شروع ہو جانے کے بعد اسی رات یا دن کے درمیان میں چلا جائے تو اس دن کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس ایک دن کی قضاء کرنی لازم ہوگی۔ (ردالمختار)

معتکف کے لیے مختصر دستور العمل

معتکف کو مندرجہ ذیل دستور العمل کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ وہ دربار خداوندی میں اسی مقصد کے لئے حاضر ہوا ہے اس کا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔

۱۔ مغرب کی نماز کے بعد کم از کم چھ رکعت نفل اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعت نفل اوابین ادا کریں۔ پھر آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر بدن پر دم کرلیں، اس کے بعد مختصر سا کھانا اور مختصر آرام کریں اور پھر عشاء کی تیاری اور صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔

۲۔ عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر علم دین کے حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے کسی مستند اور معتبر دینی کتاب کا مطالعہ کریں، یا کسی مستند و معتبر عالم دین

کے درس میں شرکت کریں (اگر ایسا درس ہوتا ہو) نیز شب قدر میں مطالعہ سے فارغ ہوکر جب طبیعت میں بشاشت رہے ذکر و تلاوت اور نوافل میں مشغول رہیں اور جب سونے کو طبیعت چاہے تو پوری طرح سنت کے مطابق قبلہ رو کر (ممکن ہو) سو جائیں۔

۳۔ موسم گرما میں صبح تین بجے نیند سے بیدار ہو جائیں۔ طبعی ضروریات سے فارغ ہوکر سنت کے مطابق وضو کریں، تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضوء، اور تہجد کی نفلیں ادا کریں، نیز نوافل سے فارغ ہوکر کچھ دیر خاموشی سے ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں۔ پھر خاموشی سے خوب رورو کر اپنے جملہ مقاصد حسنہ اور فلاح دارین کی دعاء مانگیں۔

۴۔ صبح صادق سے کوئی پون گھنٹہ پہلے سحری کھائیں اور سحری سے فارغ ہوکر نماز فجر کی تیاری کریں، صف اول اور تکبیر اولیٰ کا خیال رکھیں جب تک نماز کے انتظار میں رہیں اور استغفار کرتے رہیں۔

۵۔ نماز فجر سے فارغ ہوکر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر پورے جسم پر دم کریں اور **سُبحَان اللّٰہ، الحمدُ للّٰہ، اللّٰہ اکبر، استغفرُ اللّٰہ** اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھیں۔

۶۔ اشراق کے وقت کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نفل ادا کریں اور پھر آرام کریں اور چاشت کے وقت بیدار ہوکر کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت نفل چاشت کی ادا کریں اور جتنا ہو سکے صحیح تلفظ کے ساتھ کلام پاک کی تلاوت کریں۔

۷۔ جب زوال ہو جائے تو چار رکعت نفل سنن زوال ادا کریں اور نماز ظہر کے انتظار میں صف اول میں بیٹھیں اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔ اور ظہر سے فارغ ہوکر صلوٰۃ التسبیح پڑھیں اور تلاوت کریں پھر اگر تھکن محسوس ہو تو کچھ آرام کریں۔

۸۔ نماز عصر کوئی سے آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو جائیں وضو کر کے تحیۃ الوضوء اور دیگر نوافل پڑھ کر نماز عصر کا انتظار کریں اور اس سے فارغ ہوکر مختصر تلاوت کریں اور پھر تسبیحات ادا کریں جن کا نمبر "۵" میں ذکر گزرا ہے پھر ہمہ تن دعاء میں مشغول رہیں یہ وقت نہایت گراں قدر ہے اس کو افطاری کی تیاری میں ضائع نہ ہونے دیں۔

۹۔ جو باتیں حالت اعتکاف میں مکروہ اور منع ہیں ان سے مکمل طور پر اجتناب کریں۔ جن کی تفصیل اعتکاف کے مکروہات میں گذر چکی ہے اس کا دوبارہ غور سے مطالعہ کریں۔

۱۰۔ معتکف پر لازم ہے کہ صف اول میں خود آکر بیٹھے، خود اگر کہیں اور ہو اور تولیہ اور چادر وغیرہ سے جگہ روکے رکھے ایسا نہ کرے۔ اور اپنے ہر قول وفعل، نشست وبرخاست اور طرز عمل سے دوسرے معتکفین اور نمازیوں کو تکلیف پہنچنے سے بچانے کا اہتمام کرے اور اپنی صفائی کا بھی خیال رکھے اور مسجد کی صفائی کا بھی اہتمام رکھے۔

اپنی اور دیگر احباب اور متعلقین انسان کی عفوو مغفرت کی سرتوڑ کوشش کرے۔ رحمت کا امیدوار رہے، اور مایوسی کو ہرگز راہ نہ دے۔

مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ماخوذ از البلاغ کراچی۔ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

اضافہ از:۔ محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

بعض خاص اعمال

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان دوسرے تمام کاموں سے مونہہ موڑ کر مسجد میں جا پڑتا ہے، اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اور اس کو فضول باتوں یا آرام طلبی کی نذر کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ تلاوت، عبادت ذکر اللہ اور تسبیحات اور اوراد میں صرف کرنا چاہیے۔

اعتکاف کے لئے کوئی خاص نفلی عبادتیں متعین نہیں ہیں، بلکہ جس وقت جس عبادت کی توفیق ہو جائے، اسے غنیمت سمجھنا چاہیے، البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف ان عبادتوں کی انجام دہی کا بہترین موقع ہے، اس لئے چند ایسے اعمال کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے، تاکہ معتکف حضرات کے لئے باعث سہولت ہو۔ (احکام اعتکاف از مولانا محمد تقی عثمانی)

صلوٰۃ التسبیح

"صلوٰۃ التسبیح" نماز کا ایک خاص طریقہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو بڑے اہتمام کے ساتھ سکھایا اور فرمایا تھا کہ اس طرح کی نماز دن میں ایک بار پڑھ لیا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک مرتبہ اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ۔

نیز اس نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تمہارے گناہ عالج کے ریت کے برابر ہوں تو تب بھی (اس نماز کی بدولت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں گے۔" (جامع ترمذی) عالج ایک جگہ کا نام ہے جو سخت ریتیلے علاقہ میں واقع تھی جہاں ریت بہت ہوتی تھی۔ (قاموس)

لہٰذا مطلب یہ ہے کہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اس نماز کی بدولت ان کی مغفرت کی امید ہے۔ چنانچہ بزرگان دین نے اس نماز کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ روزانہ ظہر کے وقت اذان و اقامت کے دوران یہ نماز پڑھتے تھے، اور حضرت عبدالعزیز ابن داؤد فرماتے ہیں کہ "جو شخص جنت میں جانا چاہے وہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرے۔" اور حضرت ابو عثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ "مصیبتوں اور غموں سے نجات کے لئے میں نے کوئی عمل صلوٰۃ التسبیح سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔"

(معارف السنن ص ۲۸۲ جلد ۴)

لہٰذا اعتکاف کے دوران یہ نماز یا تو روزانہ یا جتنی مرتبہ توفیق ہو ضرور پڑھنی چاہیے نماز کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے پڑھی جائیں، باقی تمام ارکان تو عام نمازوں کی طرح ہوں گے، البتہ اس نماز کے دوران ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ وَلا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق پڑھا جائے گا۔ اور اگر اس کے ساتھ ,, **وَلاحَول ولاقوۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم**،، بھی ملا لیں تو اور اچھا ہے۔ طریقہ یہ ہوگا۔

۱۔ نیت باندھ کر حسب معمول ثناء سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں، جب قرأت سے فارغ ہو جائیں تو رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے کھڑے مذکورہ بالا تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں۔

۲۔ رکوع میں جانے کے بعد پہلے حسب معمول تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع سے اٹھیں۔

۳۔ رکوع سے اٹھ کر پہلے حسب معمول **سمع اللہ لمن حمدہ، ربنالک الحمد** کہیں، پھر کھڑے کھڑے دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیحات پڑھیں، پھر سجدے میں جائیں۔

۴۔ سجدے میں جا کر پہلے حسب معمول **سبحان ربی الاعلیٰ** تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھیں۔

۵۔ سجدے سے اٹھ کر بیٹھیں، اور بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

۶۔ سجدے میں جا کر حسب معمول **سبحان ربی الاعلیٰ** تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بجائے دوبارہ بیٹھ جائیں، اور دس مرتبہ مزید مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں۔

اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیحات پڑھی گئیں۔ اسی طرح باقی تین رکعتیں پڑھ لیں، یوں کل تین سو تسبیحات چار رکعتوں میں ہوں گی، دوسری اور چوتھی رکعت میں یہ تسبیحات التحیات پڑھنے کے بعد پڑھی جائیں گی۔

دوسرا طریقہ یہ بھی جائز اور حضرت عبداللہ بن المبارکؒ سے ثابت ہے کہ شروع میں قرأت کے بعد یہ تسبیحات پچیس مرتبہ پڑھ لیں، پھر دوسرے سجدے تک دس دس مرتبہ پڑھتے رہیں، اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر نہ پڑھیں، بلکہ سیدھے کھڑے ہو جائیں۔
علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہیے کبھی

پہلے طریقے سے، کبھی دوسرے طریقے سے۔

تسبیحات کی تعداد خود بخود یاد رہتی ہو تو انگلیوں پر نہ گننا چاہیے، لیکن اگر بھول ہو جاتی ہو تو انگلیوں پر گننا جائز ہے، اگر کسی ایک رکن میں تسبیحات پڑھنا بھول گئے تو اگلے رکن میں قضا کرلیں۔ اس طرح کہ ایک رکعت میں پچھتر تسبیحات پوری ہو جائیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رکوع کی بھولی ہوئی تسبیحات قومے میں قضا نہ کریں۔ بلکہ سجدے میں جاکر قضا کریں اور پہلے سجدے کی بھولی ہوئی تسبیحات سجدوں کے درمیانی جلسے میں قضا نہ کریں، بلکہ دوسرے سجدے میں جاکر قضا کریں۔ (شامی ص ۴۶۱ جلد اول)

صلوٰۃ الحاجۃ

جب کسی انسان کو دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت درپیش ہو تو آنحضرت ﷺ نے ''نماز حاجت'' پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نماز حاجت پڑھنے کے مختلف طریقے مشائخ سے منقول ہیں۔ لیکن اس کا جو مسنون طریقہ روایات حدیث میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل ''صلوٰۃ الحاجۃ'' کی نیت سے پڑھیں، نماز کا طریقہ عام نفلی نمازوں کی طرح ہوگا، کوئی فرق نہیں، البتہ نماز سے فارغ ہو کر الحمد اللہ کہے، درود شریف پڑھے، پھر یہ دعاء پڑھے۔ لاالٰہ الا اللّٰہ الحلیمُ الکریُم، سبحان اللّٰہ ربِّ العرش العظیم، الحمدُ للّٰہ ربّ العالمین، أسألکَ موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک، والغنیمَۃَ من کلّ برّ والسَّلامۃ من کلّ اثم لاتدع لی ذنبًا اَلَّاغفرتَہ ولاھمًّا اِلَّافرَّجتَہٗ ولَاحاجۃً ھیَ لکَ رضًا اِلَّا قَضیتَھَا یَا ارحمَ الرَّاحِمین۔ (جامع ترمذی) اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں اس کی دعاء مانگے۔ (صلوٰۃ الحاجۃ کی محدثانہ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ص ۲۷۵ جلد ۴)

یوں تو ''صلوٰۃ الحاجۃ'' ہر دنیوی واخروی ضرورت کے لئے پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر اسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی جائے کہ ''یا اللہ! مجھے اور میرے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور جنت نصیب فرما۔ آمین۔'' تو انشاء اللہ بڑا نفع ہوگا۔

بعض مستحب نمازیں

بعض مستحب نمازیں بڑی فضیلت اور ثواب کی حامل ہیں، یوں تو مسلمان کو چاہیے کہ ہمیشہ ان کا اہتمام کرے، لیکن خاص طور سے اعتکاف کے دوران ان کی پابندی آسان ہے اور اگر اعتکاف میں اس کی پابندی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جائے کہ باقی دنوں میں بھی ان کی توفیق ہو جایا کرے تو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتکاف کی برکت سے ان تمام مستحبات کا عادی بنا دے۔

تحیۃ الوضوء

ہر وضو کے بعد دو رکعتیں تحیۃ الوضو کے طور پر پڑھنا مستحب ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ:۔

مامن احدیتوضأفیحسن الوضوء ویصلی رکعتین یقبل بقلبه ووجهه علیهماالاوجبت له الجنة (مأخوازشامی)

''جو شخص بھی وضو کرے، اور اچھی طرح وضو کرے، اور دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر و باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ رہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان مسجد ہی میں ہوتا ہے، اس لئے تحیۃ المسجد کا موقع نہیں ہوتا، لیکن جب بھی وضو کریں، تحیۃ الوضو پڑھنے کا اہتمام کر لیں تو انشاء اللہ بہت فضیلت کا موجب ہوگا۔ تحیۃ الوضو کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے۔ عام نمازوں کی طرح یہ بھی پڑھی جائے گی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ نماز اعضاء کے خشک ہونے پہلے پڑھ لی جائے۔ (درمختار مع شامی ص ۴۵۸ جلد اول)

اگر کسی وجہ سے تحیۃ الوضو کا وقت نہ ملے تو سنت مؤکدہ یا فرض نماز شروع کرتے وقت اسی نماز میں تحیۃ الوضو کی نیت بھی کر لی جائے تو انشاء اللہ اس فضیلت سے محرومی نہ ہوگی۔ (شامی)

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشیؓ سے فرمایا کہ ''اے بلال مجھے یہ بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تمہارا وہ عمل کون سا ہے کہ

جس کے بارے میں تمہیں سب سے زیادہ امید ہو (کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت تم پر رحمت فرمادیں گے) اس لئے کہ میں جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ:۔ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس کے بارے میں مجھے زیادہ امید ہو (بہ نسبت اس کے کہ) میں نے دن رات کے جس وقت میں بھی کبھی وضو کیا تو اس وضو سے جتنی بھی توفیق ہوئی، نماز ضرور پڑھی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۶)

نماز اشراق

نماز اشراق وہ نماز ہے جو طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، اشراق کی دو رکعتیں ہوتی ہیں، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اس میں افضل یہ ہے کہ انسان نماز فجر کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تسبیحات یا تلاوت میں مشغول رہے، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں (اشراق کی) پڑھیں تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور عمرے کا۔ (ترمذی، ترغیب ص ۱۶۴ جلد اول)

اور حضرت سہل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:۔ جو شخص نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق کی دو رکعتیں پڑھنے تک خیر کے سوا کچھ زبان سے نہ نکالے تو اس کے گناہ خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسند احمد، ابوداؤد وغیرہ، ترغیب صفحہ ۱۶۵ جلد اول)

صلوٰۃ الضحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ کو اردو میں نماز چاشت بھی کہتے ہیں۔ اس نماز کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اس کا مستحب وقت ایک چوتھائی دن گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان جتنے گھنٹے ہوتے ہیں، ان کو چار حصوں پر تقسیم

کر کے ایک حصہ گزارنے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یہ نماز پڑھ لیں، مستحب وقت تو یہی ہے، لیکن اگر اس سے پہلے مگر طلوع آفتاب کے بعد کسی وقت بھی پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ (شامی، کبیری ص ۳۷۳)

صلوٰۃ الضحیٰ میں چار سے لے کر بارہ تک جتنی رکعتیں پڑھ سکتے ہوں، پڑھ لیں۔ بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں، اور اگر دو رکعتیں بھی پڑھ لیں تو ادنیٰ فضیلت انشاء اللہ حاصل ہو جائے گی۔ (شامی ص ۴۵۹ جلد اول)

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، چنانچہ ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ:۔

من صلّی الضّحی رکعتین لم یکتب من الغافلین ومن صلی اربعاً کتب من العابدین، ومن صلی ستاً کفی ذلک الیوم ومن صلی ثمانیاً کتبه الله من القانتین ومن صلی ثنتی عشرة رکعة بنی الله له بیتاً فی الجنة.

(الترغیب والترہیب ص ۲۳۶ جلد اول بحوالہ طبرانی ورواتہ ثقات)

”جو شخص چاشت کے دو رکعتیں پڑھے، وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوگا، اور جو چار پڑھے، وہ عبادت گزاروں میں لکھا جائے گا، اور جو چھ پڑھے، اس کے لئے (یہ چھ رکعات) دن بھر (نزول رحمت) کے لئے کافی ہو جائیں گے، اور جو آٹھ پڑھے، اسے اللہ تعالیٰ خاشعین میں لکھ لے گا، اور جو بارہ رکعات پڑھے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔“

ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی پابندی کرنے والے کے گناہ اگر سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، تب بھی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (ترغیب، ص ۲۳۵ جلد اول)

صلوٰۃ الاوابین

عام طور پر صلوٰۃ الاوابین ان نفلوں کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں، کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ چھ رکعتیں مغرب کی دو سنت مؤکدہ کے علاوہ پڑھی جائیں، تاہم اگر وقت کم ہو تو سنت مؤکدہ سمیت چھ پوری

کرلی جائیں تب بھی انشاء اللہ اس نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے تو چھ رکعات اس کے لئے بارہ سال کے عبادت کے برابر شمار ہوں گی۔''

اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ:۔''جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔''

علمائے امت اور بزرگان دین نے اس نماز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔

اعتکاف کے دوران خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے، یہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ واضح رہے کہ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پہلے ختم کر لینی چاہیے، کیونکہ صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر صبح صادق سے پہلے نماز کی نیت بندھی ہوئی ہو، اور نماز کے درمیان صبح صادق ہو جائے تو دو رکعتیں پوری کرنی چاہئیں۔(شامی ص ۳۷۶ جلد اول)

طالب دعاء

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ۔

☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ

پالن پوری استاذ دارالعلوم دیوبند

رسالہ مکمل ومدلل مسائل ''اعتکاف'' مؤلف جناب مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب قاسمی زیدمجدہم احقر کے سامنے ہے، رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے، رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرے کے مخصوص اعمال میں سے ایک عمل اعتکاف بھی ہے، اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یک سو ہوکر، بس اللہ پاک جل وشانہ سے لولگا کر، ان کے در پر یعنی مسجد کے کسی گوشے میں پڑجائے اور ہر وقت عبادت اور ذکر وفکر میں مشغول رہے۔

ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی بندے کی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سب سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک ومولا کے آستانے پر اور گویا ان کے قدموں میں جاپڑتا ہے، ہروقت ان کو یاد کرتا ہے، ان کے حضور میں توبہ واستغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے اور رحیم وکریم مالک سے رحمت ومغفرت مانگتا ہے ان کی رضا اور ان کا قرب چاہتا ہے۔ اسی حال میں اس کے دن گزرتے ہیں اور اسی حال میں اس کی راتیں بسر ہوتی ہیں۔ اعتکاف کے اس کے علاوہ بھی متعدد فائدے ہیں۔ مثلاً (۱) لوگوں سے میل جول اور کاروباری مشاغل میں انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہوجاتے ہیں معتکف ان سے محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ **هو يعكف الذنوب۔** اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۲۔ اعتکاف کرنے والا اپنا گھر در چھوڑ کر خدائے پاک جل شانہ کے در پر آپڑتا ہے، گویا اس عالم ناسوت میں اللہ پاک سے جس قدر قریب ہونا ممکن ہوتا ہے اتنا قریب ہوجاتا ہے، اور حدیث قدسی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ:۔

''جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔''

اب آپ اندازہ لگائیں کہ معتکف اللہ پاک کے کس قدر قریب ہوں گے اور کس قدر اس پر مہربان ہوں گے۔

۳۔ اعتکاف کی حالت میں ہر آن عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے خواہ معتکف خاموش بیٹھا رہے سوتا رہے یا کسی اور کام میں مشغول رہے۔

۴۔ جب اعتکاف کرنے والے کا ہر سانس عبادت ہے تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی وہ بہر حال عبادت میں ہوگا۔

لیکن یہ امر واقع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب اسی وقت ملتا ہے جب وہ عند اللہ مقبول ہوجائے اور قبولیت عند اللہ کے لئے اسباب ظاہر میں اس عبادت کا شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

محترم مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب نے یہ رسالہ اسی غرض سے لکھا ہے کہ معتکفین اپنے اعتکاف کو احکام شریعت کے مطابق بنانے کے لئے اس سے رہنمائی حاصل کریں۔

دعاء کرتا ہوں کہ اللہ پاک مؤلف دام مجدہ کی یہ نیک خواہش باحسن وجوہ پوری فرمائے، اور امت کو اس رسالے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(آمین یارب العالمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند ۵ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ۔

مکمل و مدلل

مسائلِ روزہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل روزہ

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دار العلوم دیو بند

کمپوزنگ: دار الترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیر نگرانی ابو بلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دار العلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دار القراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبد الوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ : مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور : حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمر گرہ: اسلامی کتب خانہ تیمر گرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین



ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ محلّہ جنگی قصہ خوانی پشاور



ان تمام روزہ داروں کے نام
جو محض اللہ کے لیے روزے رکھتے ہیں۔

رفعت قاسمی۔



رائے عالی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہٗ العالی صدر مفتی دار العلوم دیو بند

((الحمد لاھلہٖ والصلوٰۃ لاھلھا وبعد))

پیش نظر رسالہ ''مسائل روزہ مکمل ومدلل'' عزیز مکرم جناب مولانا حافظ محمد رفعت قاسمی صاحب استاذ دار العلوم دیو بند کی دوسری کاوش ہے اس سے قبل موصوف ''مسائل تراویح مکمل ومدلل'' اسی انداز پر تالیف فرما چکے ہیں جو بحمد اللہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اور ہر خاص وعام سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔

ان دونوں رسالوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں موصوف نے اپنی جانب سے کوئی بات نہیں کہی ہے۔ اور نہ ہی کسی مسئلہ کو حوالہ کے بغیر نقل کیا ہے، بلکہ ہر مسئلہ کا اکابر امت

کے معتمد کتب فتاویٰ سے لفظ بہ بلفظ نقل کردیا ہے، تاکہ اس کے مصدق اور صحیح ہونے میں کسی کو کلام نہ ہو۔ اور اس طرح سے مسائل تراویح میں تقریباً ٤٠٠ مستند فتاویٰ اور مسائل روزہ میں ٤١٨ مستند فتاویٰ اکٹھے مل جائیں گے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر مسئلہ کو ابواب وعنادین پر تقسیم کردیا ہے۔ تاکہ تلاش میں سہولت اور آسانی ہو۔

امید ہے کہ جس طرح فضائل کا مجموعہ امت کے لیے مفید وکارآمد ہے اسی طرح مسائل کا یہ مجموعہ بھی امت کے لیے انشاء اللہ مفید وکارآمد ہوگا۔ مساجد نیز دینی وتبلیغی حلقوں میں فضائل سنانے کا دستور ہے اسی طرح اگر اس کو بھی سنانے کا دستور بنالیا جائے تو عوام کو بیک وقت دوگنا فائدہ پہنچے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی کو مقبول ونافع بنائیں اور آئندہ بھی اسی طرح کے مفید وکارآمد مسائل کے مجموعے تالیف فرماتے رہیں۔ کیونکہ مسائل کے اس قسم کے مجموعے اب تک اردو زبان میں نایاب ہیں۔ موصوف کی یہ کوشش اسی انداز کی ہے جس انداز کی فتاویٰ ہندیہ کی عربی میں ہے:

"((وماذالک علی اللہ بعزیز. آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین))

فقط العبد نظام الدین
مفتی دارالعلوم دیوبند
٢٥/٥/١٤٠٧ھ۔

☆☆

تعارف

ازحضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زیدمجدہم مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ سید المرسلین وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین

اسلام کے بنیادی ارکان میں روزہ بھی ایک اہم رکن ہے۔ جسے مسلمان برابر ذوق وشوق سے ادا کرتے آرہے ہیں۔ چونکہ روزہ کیلئے سال کا ایک مہینہ رمضان مخصوص ہے۔ دن رات سال کے تمام حصوں میں نہ ہونے کی وجہ سے عموماً اس کے مسائل واحکام اچھی طرح ذہن نشین رہتے۔ لیکن جب یہ ماہِ مبارک آتا ہے تو ہر عاقل وبالغ مسلمان کو مسائل واحکام کی تلاش شروع ہوجاتی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسائل واحکام نوع بنوع ہوتے ہیں۔ بعض اوقات عالمِ دین بھی الجھ جاتا ہے۔

اس لیے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب مرتب ہوجائے جو معتبر ومستند بھی ہو اور ساتھ ہی تمام مسائل پر حاوی بھی ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ محترم مولانا حافظ رفعت صاحب نے ان مسائل واحکام کو بڑی محنت وجانفشانی سے مختلف کتب فتاویٰ وفقہ سے یکجا کیا پھر اس کو متعدد ابواب پر تقسیم کیا، اور ہر مسئلے کو اس کے مناسب باب کے نیچے درج کیا۔ اور جس کتاب سے مسئلہ لیا گیا ہے اس کا حوالہ بھی درج کردیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کتاب کی قدر وقیمت میں بڑا اضافہ ہوگیا ہے۔

خاکسار کے علم کے مطابق قدیم وجدید مسائل کا ایسا مجموعہ اب تک شائع نہیں ہوا۔ کوئی بھی چھوٹا بڑا ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جو اس میں نہ آگیا ہو، میں نے اس کتاب کے ایک معتد بہ حصہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور مطالعہ کرنے کے بعد مؤلف کیلئے دل سے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔

توقع ہے کہ یہ کتاب چھپ کر ایک بڑی کمی کو پورا کرے گی اور روزہ رکھنے والوں

کے لیے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے ایک بیش بہا نعمت ثابت ہوگی۔ اور ہر مسلمان اس کتاب کا رکھنا اپنے لیے ضروری سمجھے گا۔ بالخصوص اہل علم کے لیے یہ مجموعہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی عمر اور کام دونوں میں برکت عطا کرے، اور مزید خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقع عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

طالب دعا محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۴ جمادی الاول ۱۴۰۷ھ۔

رائے عالی

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیر آبادی زید مجدہم مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقہ کے لاکھوں مسائل واحکام میں غوطہ زنی کرنا اور ان میں تھوڑے تھوڑے فرق سے احکام کا فرق سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس خدمت کے لیے خاص قسم کی مناسبت وصلاحیت اور تفقہ درکار ہے۔

عزیز محترم مولانا محمد رفعت قاسمی نے جو فقہ کے قدیم وجدید مسائل جزئیات سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں بہت سی فقہی کتابوں کو سامنے رکھ کر روزہ کے مسائل واحکام کا یہ نادر مجموعہ تیار کیا ہے۔ اس میں روزے کی تفصیلی احکام کیساتھ موصوف نے رویت ہلال کے ضروری مسائل بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلے کو باحوالہ تحریر کرنے کا اہتمام کیا ہے اور بڑے ذوق وشوق اور عرق ریزی کیساتھ یہ خدمت انجام دی ہے۔ اردو داں طبقہ کیلئے بڑی سہولت مہیا فرمادی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعہ کو قبولیت عطا فرمائے اور عزیز موصوف کے لیے ذخیرہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

حبیب الرحمٰن خیر آبادی
دارالعلوم دیوبند۔ ۵۔ ۸۔ ۱۴۰۷ھ۔

باسمہٖ تعالیٰ

سبب تالیف

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں باوجود اپنی بے بضاعتی کم علمی اور بے علمی کے محض اپنے اساتذہ کے حکم کی تعمیل میں اس اہم عنوان ''مسائل روزہ'' پر یہ خدمت انجام دے سکا جو صرف اللہ کا فضل وکرم اور انہی بڑوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اس سے قبل ''مسائل تراویح'' مکمل ومدلل، اور ''مسائل وآداب ملاقات'' ہر دو کتابیں مرتب کرکے اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش کیں تو انہوں نے پسند فرماکر تصدیقی کلمات سے نوازا اور ہمت افزائی فرماتے ہوئے اس اہم کام کے لیے مامور فرمایا۔

اس خدمت گرامی کو میں نے کہاں تک صحیح انجام دیا ہے، نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ بندہ نے اپنی بساط کے مطابق روزمرہ پیش آنے والے مسائل کو جمع کرنے کی حتی الوسیع کوشش کی ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۵/صفر ۱۴۰۷ھ۔



پہلا باب
فضائل رمضان

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿یاایُّھا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ﴾ (الآیۃ)

اے ایمان والوں تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی (اُمتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاوَ۔ (البقرہ)

لفظ صیام کی تحقیق

لفظ صیام کے لغوی معنی کسی امر سے باز رہنا ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص بولنے یا کھانے سے باز رہے یا بولنا یا کھانا چھوڑ دے تو اسے لغت میں صائم کہتے ہیں اس کی مثال قرآن کریم میں ﴿انی نذرت للرحمٰن صوماً﴾ میں نے اللہ سے صوم کی منت مانی ہے۔ یعنی خاموش رہنے اور کلام نہ کرنے کی۔ اور شریعت اسلام میں الصوم یا روزہ یہ ہے کہ آدمی صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور شہوت نفسانی کے پورا کرنے سے روزہ کی نیت کیساتھ رُکا رہے اور دن کی میعاد صبح صادق کے ظاہر ہوجانے سے آفتاب کے غروب ہوجانے تک ہے۔ اور جس نے اتنا کرلیا اس کا روزہ ہوگیا۔ اور گویا روزہ کا جسم بن گیا۔ اب جس طرح جسم کی صحت وتندرستی کے لئے انسان بہت سی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح روزے کے اندر بھی کچھ پرہیز ہیں۔

رمضان المبارک کا روزہ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جس کے بغیر آدمی ادھورا مسلمان رہتا ہے۔ رمضان کا روزہ ہر مسلمان عاقل بالغ مرد اور عورت پر جس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو فرضِ عین ہے، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر روزے کی منت (نذر) کرے تو وہ روزہ فرض ہوجاتا ہے قضاء اور کفارے کے

روزے بھی فرض ہیں اس کے علاہ سب روزے نفل میں جنھیں رکھیں تو ثواب ہے نہ رکھیں تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ عید المبارک اور بقرعید کے دن اور عید الاضحیٰ کے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

روزے کی تاریخ

روزہ کی ابتداء آدم علیہ السلام کے زمانے ہی سے ہوگئی تھی۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور میں ایام بیض، یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے فرض تھے۔ یہود اور نصاریٰ بھی روزہ رکھتے تھے یونانیوں کے یہاں بھی روزہ کا وجود ملتا ہے۔

ہندو دھرم، بدھ مذہب بھی میں برت (روزہ) مذہب کا رکن ہے، اور پارسیوں کے یہاں بھی روزے کو بہترین عبادت سمجھا گیا ہے، الغرض دنیا کے تمام مذاہب میں روزے کی فضیلت اور اہمیت پائی جاتی ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تک ہر قوم وملت میں روزہ کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ملتا ہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

نبی کریم ﷺ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ ہی میں لوگوں کو خدائے پاک کا حکم سناتے اور تبلیغ کرتے رہے اور بہت زمانے تک سوائے ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا حکم نہ تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے احکام آنے شروع ہوئے۔ اسلام کے ارکان میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی پھر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو وہاں بہت سے احکامات آنا شروع ہوئے انہی میں سے ایک حکم روزے کا بھی تھا۔

روزے کی تکلیف چونکہ نفس پر شاق گزرتی ہے اس لیے اس کو فرضیت میں تیسرا درجہ دیا گیا۔ اسلام نے احکام کی فرضیت میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز جو ذرا ہلکی عبادت ہے۔ اس کو فرض کیا اس کے بعد زکوٰۃ کو اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کو۔

سب سے پہلے عاشورہ یعنی محرم کی دس تاریخ کا روزہ فرض تھا اس کے بعد رمضان شریف کے روزوں کا حکم ہوا (اور عاشورہ کی فرضیت ختم ہوگئی)

روزے کے اندر شروع میں اتنی سہولت اور رعایت تھی کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے ایک روزہ کے بدلے کسی غریب کو ایک دن کا کھانا کھلا دے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نظر فرماتے ہوئے آہستہ آہستہ روزوں کی عادت ڈلوائی۔ چنانچہ جب کچھ زمانہ گزر گیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کی کچھ عادت ہوگئی تو معذور اور بیمار لوگوں کے سوا باقی سب لوگوں کے حق میں یہ اختیار ختم کر دیا گیا اور ہجرت سے ڈیڑھ سال بعد دس شعبان ۲ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا اور ان کے علاوہ کوئی روزہ فرض نہ رہا۔ اس کا فرض ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج اص ۸۷۲ وج اص ۸۷۵۔ زاد المعاد ج اص ۱۶۰)

روزہ کا فلسفہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی رفعت وعظمت اور تسلط واقتدار کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے لیکن یہ بات بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے اس شرف واعزاز اور عظمت واقتداء کا معیار اور سبب کیا ہے؟

انسان کا شرف واعزاز اس بات میں ہے کہ وہ نفسِ سرکش کو قابو میں لا کر اپنی خواہشات پر غالب آکر فرائض عبدیت بجالائے اور اپنا منشائے تخلیق پورا کرے، معرفتِ الٰہی اور رضائے خداوندی کی تلاش وجستجو اسکا مقدم اور اہم فریضہ ہے، اگر ایک انسان اپنے اس فرض عبدیت سے غافل اور نابلد ہے تو وہ ہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس طور پہ فرمایا۔ ﴿قد افلح من تزکی﴾ یعنی جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کرلیا اس نے فلاح پائی۔ اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنے آپ کو تباہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ شریف اور معزز اور سعادت مند انسان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو حاصل کرے اور اسے پاکیزہ بنائے۔ اور نفس کو قابو میں کرنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے اوّل یہ کہ نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روکا جائے کیونکہ جب سرکش گھوڑے کو دانا گھاس نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح

نفس کی سرکشی بھی دور ہوتی ہے۔ دوم اس پر عبادت کا بہت سا بوجھ لاد دیا جائے جس طرح جانور کو دانا گھاس کم ملے اور اس پر بوجھ بہت سا لاد دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے یہی حال نفس کا ہے۔ سوم۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد چاہیں ذرا غور تو فرمائیں۔ تین باتیں روزے میں بدرجہ اتم واکمل رکھی گئی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی قوت توڑنے کے لئے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال میں لانے کے لئے ہمیں روزے رکھنے کا حکم ہوا ہے۔

ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ انسان ہی کسی کی پریشانی ودکھ کا صحیح احساس کر سکتا ہے اور روزے سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑے سرمایہ دار دولت مند کو بھی جب ایک بار بھوک و پیاس کا ذائقہ (روزے کیوجہ سے) چکھنے کا موقع ملتا ہے اور جب اپنے معصوم ننھے بچوں کے روزے کے موقع پر انکی متغیر حالت دیکھتا ہے تو اس کو غربت زدہ لوگوں کی بھوک و پیاس کا احساس ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ بھی دل کے کسی گوشے میں ابھرنے لگتا ہے کہ ان مفلوک الحال بھوکے پیاسے لوگوں کی صدقہ وخیرات سے مدد کی جائے۔ دولت مند خوش حال کو اگر روزے میں بھوک پیاس کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر بھی بھوک و پیاس کا احساس نہ ہوتا، اور اگر کوئی بھوکا ضرورت مند اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اپنی تکلیف و پریشانی کا اظہار کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ دولت مند کو فاقے کی تکلیف معلوم ہی نہیں اس لئے وہ اس پر کیسے رحم کھاتا برخلاف روزہ رکھنے کے کہ اسکی وجہ سے غریبوں، محتاجوں اور یتیموں کی دستگیری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انکے ساتھ ہمدردی وایثار جیسی خوبیوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔

روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد

اگر دنیاوی اور جسمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزہ مسلمانوں کو چست وچالاک، صابر وشاکر، ایک دوسرے کے لئے ہمدرد وغمگسار اور ایک مضبوط ومنظم قوم بنانے میں بہترین ذریعہ ہے اگر روزے کی حقیقت کو مدنظر رکھ کر پابندی وخلوص دل کے ساتھ روزہ رکھیں تو حرص، طمع اور شکم پروری کا مادہ ان میں سے بالکل چلا جائے اور انسانی لباس میں فرشتے نظر آئیں، نیز اس کے ذریعہ نظم وضبط کی وہ قوت حاصل ہو کہ دنیا کی تمام

طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔

اصول طب کی رو سے۔روزہ جسمانی صحت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے کہ گیارہ مہینے تک جو خراب اور فاسد رطوبتیں جسم میں جمع ہوئیں وہ ایک ماہ کے روزے سے سب خشک ہو جاتی ہیں صحت وتوانائی میں نمایاں ترقی ہوتی ہے اس کے علاوہ روزے میں اور بہت سے جسمانی اور مادی فائدے ہیں۔ جہاں تک روحانی فوائد کا تعلق ہے تو وہ بھی بے شمار اور ان گنت ہیں، مثلاً فرشتے کھانے پینے اور جماع کرنے سے پاک اور منزہ ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان خواہشات سے پاک ومنزہ ہے، اس لیئے روزہ رکھنے سے انسان تھوڑی دیر کے لئے اس ملکوتی صفت میں نظر آتا ہے اور اس وقت **تخلقوا باخلاق اللہ** کا بھی ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔

روزے سے اخلاق وروحانیت کی قوتیں پیدا ہوتی ہے۔اور دل ودماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ بھوک پیاس کی تکلیف گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور انسان ضبط نفس کے اعتبار سے مکمل انسان بن جاتا ہے۔روزے سے مزاج میں عجز وانکساری آجاتی ہے بھوک کی مصیبت اور تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کیوجہ سے بنی نوع انسان کی مصیبت اور تکلیف کا اندازہ کر کے امداد کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

روزہ دار ہر وقت اللہ کی عبادت میں شمار ہوتا ہے کیونکہ جب روزے دار کو بھوک پیاس لگتی ہے اور اس کا نفس کھانے پینے کا تقاضا کرتا ہے تو اس کا دل برابر شام تک یہی کہتا رہتا ہے کہ نہیں ابھی اللہ کی اجازت نہیں ہے۔اس کا دل ہمت واستقلال کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہی عبادتوں کی جان ہے، الغرض روزہ ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

فضیلت روزہ

فضائل کی کتابوں میں اس کا مفصل بیان آیا ہے بطور نمونہ تین احادیث پیش کر کے مسائل روزہ بیان کرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے محض اللہ کے لئے سمجھ کر

رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ صغیرہ بخش دیئے جائیں گے۔

آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ روزے دار کے منہ کی بد بو اللہ کے نزدیک مشک کے خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے قیامت کے دن روزے کا بے حد ثواب ملے گا۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ روزہ داروں کے لئے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان چنا جائے گا اور وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہونگے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھاپی رہے ہیں۔ اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

تشریح:۔ روزے کی نسبت اللہ تعالیٰ کا قانون تمام عبادتوں سے الگ تھلگ ہے کیونکہ تمام عبادتوں کا ثواب فرشتوں کے ذریعہ دس سے سات سو گنا تک دلوایا جائے گا۔ لیکن روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے" روزے کا بدلہ میں خود دیتا ہوں" فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا اس سے زیادہ روزے داروں کے لئے اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کا بدلہ اپنے مالک کے مبارک ہاتھوں سے پائیں گے۔ کسی غیر کو دخل تک نہ ہوگا۔ دنیوی زندگی میں ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز سرکاری حکام کے ذریعے تقسیم کرائی جائے اس میں اور بادشاہ یا وزیر اعظم کے ہاتھ سے دی ہوئی چیز میں کتنا فرق ہوتا ہے۔"

ذرا غور فرمایئے کہ قیامت کے دن اس ہولناک وقت میں جب کہ عوام تو عوام بلکہ انبیاء و اولیاء تک خدا کی عظمت و جلال سے سہمے ہوں گے۔ اور خدا کی مخلوق اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت پسینے میں ہوگی کوئی گھٹنے تک پورے کا پورا پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور یہ سورج جس کی تپش آج اتنی دور سے پریشان کئے دیتی ہے۔ اس دن بالکل سروں کے اوپر کھڑا ہوا دماغ کھولا رہا ہوگا، ایسے نازک وقت میں خدائے پاک کا خود اپنا کلام کسی کی شفاعت کرے اور روزے جیسا مبارک عمل کسی بندے کو بخشوائے تو ایسے وقت میں جب کہ ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا ابھی بہت ہے کہ سفارشوں کا مل جانا کس قدر قیمتی نعمت ہوگا۔

محترم و مکرم! ان احادیث کے پڑھنے اور سننے کے باوجود بھی روزہ رکھنے کا شوق و

جوش خدانخواستہ پیدا نہ ہوتو یقیناً وہ دل پتھر سے زیادہ سخت اور گناہوں کی کثرت سے دل بالکل زنگ آلود ہے اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہیے۔

امید ہے کہ خدائے رحیم وکریم اس کے گناہ بخش دیگا۔ اوراس کے دل کو صاف کر کے اس کی سختی کو نرمی سے بدل دے گا۔

مؤلف کی دوسری کتابیں

مکمل ومدلل مسائل امامت	امام اور امامت نماز سے متعلق ضروری مسائل
مکمل ومدلل مسائل تراویح	تراویح پڑھنے اور پڑھانے سے متعلق تمام مسائل
مکمل ومدلل مسائل روزہ	۲۳ ابواب پر مشتمل روزہ کے تمام ضروری مسائل
مکمل ومدلل مسائل اعتکاف	اعتکاف سے متعلق تمام ضروری مسائل
مکمل ومدلل مسائل نماز جمعہ	۱۰ ابواب پر مشتمل جمعہ سے متعلق چار سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل شب برات وشب قدر	شب برات وشب قدر کی مبارک راتوں سے متعلق مسائل
مکمل ومدلل مسائل آداب وملاقات	اسلامی معاشرہ میں ملاقات کے آداب ومسائل
مکمل ومدلل مسائل عیدین وقربانی	فطرہ قربانی اور عقیقہ سے متعلق چھ سو مسائل
مکمل ومدلل مسائل وضوء	وضوء، استنجے اور تیمّم سے متعلق اہم مسائل
مکمل ومدلل مسائل خفین	موزوں کے مختلف اقسام اوراس پر مسح کے متعلق مسائل
مکمل ومدلل مسائل سفر	سفر سے متعلق بے شمار ضروری مسائل
مکمل ومدلل مسائل زکوٰۃ	زکوٰۃ کے نصاب، مصارف اور مقدار کے متعلقہ مسائل
مکمل ومدلل مسائل نماز	نماز سے متعلقہ مسائل کا ایک قیمتی مجموعہ
مکمل ومدلل مسائل مساجد	مسجد سے متعلق مسائل سینکڑوں مسائل
مکمل ومدلل مسائل شرک وبدعت	شرک وبدعت کے جملہ اقسام اور متعلقہ مسائل

مکمل ومدلل مسائل حج وعمرہ	حج وعمرہ کے جملہ اقسام اوراس سے متعلقہ مسائل
ممکمل ومدلل مسائل غسل	طہارت اور غسل سے متعلقہ مسائل کا مجموعہ
مکمل ومدلل خطباتِ ماثورہ	مسنون خطبات کاایک بیش بہاذخیرہ

☆

دوسرا باب
رویت ہلال کے مسائل
اسلام کے اُصول

اسلام کے اصول سادہ اور نظری ہیں اس نے مختلف عبادتوں اور تہواروں کے اوقات کے لیئے ایسی چیزوں کو معیار بنایا ہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام وخواص اور ناخواندہ و تعلیم یافتہ آدمی کے لیئے ممکن ہے اسی کا ایک جزئیہ ہے کہ اس نے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کے بجائے چاند دیکھنے یا مہینے کے تیس دن مکمل کرنے کو ''کسوٹی'' قرار دیا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک تو اسلام کا مزاج ہی ایسی تکلف آمیز تحقیقات کا ان امور میں نہیں ہے جن کا ہر خاص وعام آدمی سے تعلق ہو۔ دوسرے اہل فن کی رائیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آئے دن جنتریوں اور تقویموں میں اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے ہمارے امام اعظمؒ کا یہ مسلک ہے کہ فلکیاتی علوم اور حساب پر عید ورمضان کا فیصلہ درست نہیں، ہاں ہجری سن کو رائج کرنے کے لیے ایسے مہینوں میں ایسے فنی اندازوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے جس کی کسی خاص تاریخ سے کوئی شرعی عبادت متعلق نہ ہو۔ (جدید فقہی مسائل ج ا ص ۸۸)

رویت کے دو جزء

چاند کے سلسلے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس سلسلہ کے دو جزء ہیں چاند دیکھنا اور چاند دیکھنے کی شہادت پہلے جزء کے سلسلہ میں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں اڑ کر یا دوربین سے چاند دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے انہیں دراصل سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہوگئی ہے کہ مسئلہ چاند کے وجود کا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ شریعت میں ''وجود چاند کا اعتبار نہیں ہے'' بلکہ معتبر چاند کی رویت (چاند کا کھلی آنکھوں دیکھنا) ہے یعنی شریعتِ اسلام نے جن معالات کا مدار چاند کے ہونے پر رکھا ہے اس میں ''فوق الافق'' چاند کا وجود

کافی نہیں ہے بلکہ اس کا قابل رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے۔ کہ چاند کسی وقت اور کسی دن بھی معدوم نہیں ہوتا بلکہ اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آلات جدیدہ کے ذریعے چاند دیکھنا کافی ہو جائے تو اس کے لیئے انتیس یا تیس تاریخ ہی کی کیا شرط ضروری ہوگی۔ بلکہ ہوائی جہاز میں اُڑکر فضاء کے کسی بلند اُفق سے ایسی دربینوں کے ذریعے جو آفتاب کی شعاعوں کو انسانی نگاہوں کے درمیان حائل نہ ہونے دیں۔ ستائیس یا اٹھائیس کو بھی چاند دیکھا جا سکتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان تمام معاملات میں جن کا مدار چاند پر ہوتا ہے اور جن میں رمضان وعیدین بھی شامل ہیں۔ مشروطی طور پر اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے کہ چاند افق پر موجود ہو بلکہ معتبر یہ ہے کہ چاند قابل رویت ہو۔ اور عام آنکھوں سے دیکھا جائے۔

(حاشیہ مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۷)

چاند دیکھنے کی کوشش فرض کفایہ

مسلمانوں پر یہ امر بطور فرض کفایہ عائد ہوتا ہے کہ شعبان اور رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ رمضان کا چاند اور روزہ ارکان دین میں سے ہے جو چاند دیکھنے پر موقوف ہے۔ (کتاب الفقہ ج۔ ص ۸۹۲)

رُویت ہلال کے لیئے دوربین کا استعمال

سوال:۔ ماہ ہلال عید ورمضان کے لیئے دوربین استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ دوربین محض ایک نگاہ کو بڑھانے والا آلہ ہے جیسا کہ عینک (چشمہ) اس سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر کوئی ایسی دوربین ایجاد ہو جائے کہ چاند افق کے پیچھے ہونے کے باوجود نظر آ جائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ چاند وسورج ہمیشہ افق پر رہتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۹)

رؤیت ہلال کے لیئے ہوائی جہاز کا استعمال

عہد رسالتؐ، خلافت راشدہ اور خیر القرون کے معمول کی بناء پر ہمارے نزدیک

کسی طرح یہ مستحسن اور پسندیدہ نہیں ہے کہ ہوائی جہاز میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے اس کے یہ معنی نہیں کہ اتفاقی طور پر کوئی ہوائی جہاز کا مسافر چاند دیکھ لے اور آ کر شہادت دے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ اس کی شہادت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نیچے کی ہوا میں گرد وغبار اور بخارات کی وجہ سے مستبعد نہیں کہ چاند نظر نہ آئے۔ اور بلند جگہ پر ہوا صاف ہونے کی وجہ سے نظر آ جائے۔

شرط یہ ہے کہ ہوائی پرواز اتنی اونچی نہ ہو جہاں تک زمین والوں کی نظریں ہی پہنچ نہ سکیں، کیونکہ شرعاً رویت وہ ہی معتبر ہے کہ زمین پر رہنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اس لیئے اگر بیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر کے کوئی شخص چاند دیکھ آئے تو اس بستی (شہر) کے لئے رویت معتبر نہیں جسکو عام انسان باوجود مطلع صاف ہونے اس کو نہیں دیکھ سکے۔

(آلات جدیدہ ص ۱۸۶)

چاند کے بارے میں نجومی کی رائے غیر معتبر

رویت ہلال کے بارے میں نجومی ستارہ شناس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے لہٰذا ان کے حساب کے بناء پر لوگوں کو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے روزے کو مقررہ علامتوں کے ساتھ وابستہ کیا ہے، جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور علامتیں ہلال کا نظر آنا یا ماہ شعبان کے تیس دن کا پورا ہو جانا ہیں۔ نجومیوں کا قول خواہ کتنا ہی دقیق نظریات کی بناء پر ہو ان میں قطعیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اکثر اوقات ان کی رائیں باہم مختلف ہوتی ہیں۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۸۹۲)

ایک عام غلط فہمی!

شریعت میں رجب کی چوتھی تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں، یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہوگی اس دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے شریعت میں اس کا اعتبار نہیں، اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵)

چاند کے ہونے نہ ہونے میں پنڈت کی بات کا اعتبار نہیں

چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے یہ بُری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ ''قیامت کی نشانی ہے۔ جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کیا کریں گے'' خلاصہ یہ ہے کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی اعتبار نہ کرو اور نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ آج دوج ہے آج ضرور چاند ہے۔ شریعت میں یہ سب باتیں وہمیات کا درجہ رکھتی ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

شہادت کیا ہے؟

شہادت کے سلسلہ میں مختصر طور پر یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ ''خبر اور شہادت'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ''خبر'' ہونے کی حیثیت سے تو معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہیں مگر بحیثیت شہادت نا قابل قبول ہوتی ہیں ان دونوں میں یہ فرق اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہماری اس دُنیا میں قانونی طور پر یہ فرق مسلم ہے۔ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی اخبارات۔ اور خطوط کے ذریعے جو خبریں آتی ہیں اگر ان کا معتبر ہونا معلوم ہو تو بحیثیتِ خبر ساری دُنیا میں قبول کی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے سارے کام انجام پاتے ہیں لیکن کسی مقدمہ اور معاملے کی شہادت کی حیثیت سے ان خبروں کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی، بلکہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ گواہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دے تا کہ گواہی اور شہادت کے جو اصول ہیں ان پر ان کو پرکھا جا سکے اور شہادت کے صحیح اور غلط ہونے کا کوئی فیصلہ کیا جا سکے اس فرق کو جان لینے کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ عام طور پر رؤیت ہلال کے معاملے کو شریعت نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے اور شہادت کا یہ ضابطہ ہے کہ وہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک شہادت کی شرائط کے مطابق نہ ہو۔

شہادت ہلال کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو تمام معاملات کی شہادت کے لئے شرط ہیں یعنی گواہ کا عاقل بالغ، اور بینا ہونا، چوتھی شرط گواہ کا مسلمان ہونا اور پانچویں شرط جو سب سے اہم ہے وہ اس کا عادل ہونا ہے۔ اور عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ سے

محفوظ ہواور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔ نیز اس کی زندگی میں راست بازی (سچائی) صاف گوئی اور نیکوکاری کا پہلو غالب ہو، اور دنیا کی نظروں میں وہ قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو۔ چھٹی شرط۔ لفظِ شہادت کا استعمال ہے یعنی شاہد اس طرح کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ جس واقعہ کی شہادت دے رہا ہوان کا بچشم خود شاہد ہے۔

محض سنی سنائی بات نہ ہواور آٹھویں شرط ''مجلس قضاء'' ہو یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہوکر شہادت دے۔ پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون، وائرلیس اور ریڈیو ٹی یا وی وغیرہ کے ذریعہ سے کوئی شخص شہادت دے تو اسے شہادت نہیں کہیں گے بلکہ وہ خبر کا درجہ پائے گی۔ (حاشیہ مظاہر حق جدید ج ۲ص ۸۸)

رویت ہلال میں ریڈیو کا شرعی حکم

ریڈیو کے ذریعہ سے آمدہ اطلاعات واعلانات کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ اعلانات و اطلاعات شرعی اصول وضوابط کے مطابق آجائیں خواہ کسی خطہ ملک سے آجائیں۔ ثبوت کے لیئے شرعاً کافی ہوں گے مثلاً کسی مرکزی شہر میں جہاں کا مطلع صاف رہتا ہو غبار آلود نہ رہتا ہواور وہاں ریڈیو اسٹیشن بھی ہو۔ حکومت کی جانب سے یہ انتظام کرالیا جائے کہ کوئی مسلمان حاکم شہادت شرعیہ کے ذریعہ رویت کا ثبوت حاصل کر کے بایں الفاظ یہ اعلان کردیا کرے کہ رویت کا ثبوت شرعی حاصل کر کے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل یوم فلاں سے مثلاً یکم رمضان ہے یا یکم شوال ہے تو یہ اعلان معتبر ہوگا اور اس پر عمل کرنا اصول مذہب کے مطابق صحیح اور درست ہوگا۔ صرف اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ اس اعلان پر عمل کرنے سے مہینہ بجائے انتیس وتیس دن کا ہونے کے اٹھائیس یا اکتیس دن کا نہ ہو رہا ہو۔

اگر حکومت کی طرف سے ایسا باقاعدہ نظم نہ ہو سکے تو آپسی نظام سے ایک ہلال کمیٹی بنائی جائے جس کے سب افراد باشرع مسلمان ہوں اور اس میں ایک سمجھدار عالم کو بھی جو مسائل متعلقہ سے بخوبی واقف ہو شریک کرلیا جائے تاکہ تمام شرعی کاروائی باوثوق طریقے سے مکمل ہو سکے۔ وہ شرعی ہلال کمیٹی، رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے ریڈیو اسٹیشن سے اپنی

نگرانی میں یہ اعلان نشر کروائے کہ رویت ہلال کا شرعی ثبوت فراہم کر کے یہ اعلان کیا جاتا ہے کل صبح عید ہے مثلاً یا اس وقت سے ماہ رمضان کی شب ہو گی صبح سے روزے رکھے جائیں۔

اس دوسری صورت میں حکومت سے صرف اتنا کام لینا ہے کہ حکومت اور پروگراموں کے ساتھ اس پروگرام کے نشر ہونے کی منظوری کر دے اور ہلال کمیٹی کا کوئی مسلم وکیل یا مسلم نمائندہ وہاں پہنچ کر اعلان کر دیا کرے۔ ریڈیو اسٹیشن عموماً اس قسم کی خبریں و اعلانات خود نشر کرتے رہتے ہیں ان کو اس کے منظور کرنے میں کچھ دقت نہ ہو گی۔ صرف اتنا لحاظ کرنا ہو گا کہ اس نشریہ کے الفاظ شرعی ہوں گے۔ جس کو ہلال کمیٹی خود مرتب کر دیگی۔ اگر حکومت غیر مسلم سے بھی یہ انتظام کرالیا جائے جب بھی شرعاً نافذ و صحیح ہو گا، اور سارے مسلمان اس کے مطابق آسانی سے عمل کر سکیں گے۔ اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو مستقل حل نکل آئیگا۔ اور خط و ٹیلیفون سب سے زیادہ قوی و اطمینان بخش ہو گا۔ اور ہر طرح کے شرعی اصول وضوابط کے مطابق ہو گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۸۲)

ریڈیو کی خبر کے متعلق ہندوستان کے مستند علماء کا فیصلہ

ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعلان اگر رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کے جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند کا فیصلہ کرتی ہے۔ یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہو گا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کر دے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۶ بحوالہ رویت ہلال رمضان وعید کے مسائل و دلائل ص ۹۶)

رویت ہلال میں ٹیلیفون کا شرعی حکم

ان مواقع پر جن کا تعلق خبر و اطلاع سے ہے ٹیلیفون کا بھی اعتبار ہے۔ لیکن جہاں شہادت اور گواہی مطلوب ہے وہاں محض فون کافی نہیں ہے روبرو حاضری ضروری ہے ایسے مواقع پر اس تدبیر پر عمل کرنا چاہے دار القضاء یا رویت ہلال کمیٹی کی جانب سے مختلف اہم

مقامات پر ایسے ذمہ دار متعین ہوں جو رویت ہلال کی گواہی لے لیں اور پھر فون کے ذریعہ مرکز کو اس کی اطلاع کر دیں، خط و تار اور ٹیلیفون کی خبر کے سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا فیصلہ حسبِ ذیل ہے۔

تار و خط، ٹیلفون کی خبر معتبر نہیں ہے ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے فون اور خط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظنِ غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔ (جدید فقہی مسائل ص ۸۶، ۸۹)

ٹیلیفون کے بارے میں مولانا تھانوی کا فتویٰ

جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلیفون) کا واسطہ غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع نہیں ان میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے تو معتبر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۸)

متعدد جگہوں سے ٹیلیفون آنے کا حکم

جب متعدد جگہ سے یا کسی ایسے شہر سے جہاں نامور علماء اور مفتیان کرام ہوں۔ مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے۔ یا ہمارے شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا معتمد علیہ شخصیت نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔

اور جب ایسے بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ بولنے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور خبر مستفیض کے درجے میں آجائے اور ان خبروں کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبۂ ظن مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو حاصل ہو جائے۔ تو ان کو عید کے چاند کا اعلان کرنیکا بھی حق حاصل ہو جائے گا۔ ایک دو فون کافی نہ ہونگے۔ اور یہی خط کا حکم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۹)

رویت ہلال میں خط کا شرعی حکم

خط کا حکم یہ ہے کہ اگر خط لکھنے والے نے دو معتبر وثقہ مسلمانوں کے سامنے خط لکھ کر اور ان دونوں کو اس پر شاہد بنا کر خط کے ہمراہ بھیجا ہے اور یہ دونوں خط لانے والے خط لا کر

شہادت دیں کہ کاتب نے ہمارے سامنے یہ خط لکھا ہے تو یہ خط معتبر اور حجت بنے گا، پس یہ خط لکھنے والا قاضی شرعی یا اس کا قائم مقام (جیسے رویت ہلال کمیٹی وغیرہ ہے) اور اس خط میں ثبوت رویت کی اطلاع لکھی ہے تو اس خط پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر مختلف مقامات سے مختلف آدمیوں کے خط رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلہ میں اتنی تعداد میں آجائیں کہ انکار کی گنجائش نہ رہے تو اس صورت میں اس کا بھی اعتبار ہو جائے گا اور مفید رویت بن جائے گا۔

(نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۱)

تار کی شرعی حیثیت

محض تار یا خط کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا شرعاً حکم نہیں ہے البتہ اگر تار یا خط کی وہ خبر مصدق ہو جائے یا دوسرے قرائن صدق کیساتھ موید ہو جائے تو عمل کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارلعلوم ج ۶ ص ۳۷۶)

جنتری کا شرعی حکم

انتیس شعبان کو ابر کیوجہ سے کسی نے چاند نہیں دیکھا اور جنتری وغیرہ میں انتیس ۲۹ کا چاند لکھا ہے اور سب لوگوں کا یہی خیال ہے کہ چاند انتیس کا ہوگا اس صورت میں جنتری اور تار پر اعتبار کر کے یکم رمضان کی تاریخ مان لینا درست ہے یا نہیں؟

اس صورت میں تیس دن شعبان کے پورے کر کے اس کے بعد یکم رمضان کو قائم کرنا چاہئے جیسے کہ حدیث شریف میں چاند کے بارے میں آیا ہے کہ "چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو" اور جنتری و تار پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۶۹ بحوالہ ردمختار ج ۲ ص ۱۳۲ و مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

جن مقامات میں مسلسل چاند طلوع یا غروب رہتا ہو وہاں پر رمضان کیسے منائیں

جن مقامات میں چاند روزانہ طلوع وغروب نہ ہوتا ہو بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ مسلسل چاند طلوع رہتا ہو یا غروب رہتا ہو۔ جیسا کہ ارضِ تسعین اور اسکے مضافات کے بعض

مقامات ہیں، تو ان مقامات میں کسی قریبی مقام کو (جہاں چاند دودن کے علاوہ پورے ماہ میں روزانہ طلوع وغروب ہوکر اپنا ماہانہ دَور پورا کرلیتا ہے اور آسانی سے اس کا علم ومشاہدہ ہوسکتا ہو) بنیاد بنا کر ماہِ رمضان المبارک کا اور اس کی پہلی تاریخ کا تعین کر کے گردش لیل و نہار کے مجموعہ کے ساتھ منطبق کرلیں پھر ایک مجموعہ کو پوری ایک رات اور دن (چوبیس گھنٹے) قرار دیں اور اس کے نصفِ اول کو رات کا حصہ قرار دیکر اس کے ختم ہونے سے تقریباً دو گھنٹے قبل سحری کھا کر روزے کی نیت کرلیا کریں، اونصف ثانی (جو دن کا حصہ شمار ہوگا) پورا ہوتے ہی روزہ افطار کرلیں اور مغرب وغیرہ کی نمازیں ادا کرلیں۔

(نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۷۸)

جہاں افق ہمیشہ صاف نہ رہتا ہو وہاں ثبوت رمضان کا شرعی طریقہ

سوال :۔ جن ممالک میں فضا ہمیشہ ابر آلود رہتی ہو (مثلاً برطانیہ) اور رویت شہادت کا امکان ہی نہ ہو وہاں شہادت ہلال کی کیا صورت ہوگی؟ مسلمانوں کے لئے ریڈیو کی اطلاع رویت ہلال معتبر سمجھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جب کسی ریڈیو کے بارے میں یہ علم ویقین ہو جائے کہ وہ شرعی ثبوت کے بعد ہی رویت کا اعلان کرتا ہے تو اس اعلان پر عمل کرلینا درست رہے گا۔ بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کے نہ ہوتا ہو۔

اور اگر ایسا علم ویقین حاصل نہ ہو لیکن ظنِ غالب حاصل ہوجائے کہ رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی یہ اعلان ہوا ہے تو اس پر بھی عمل کرلینا درست ہوگا۔ خواہ دنیا کے کسی خطے سے آئے۔ بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔

اور اگر یہ ظنِ غالب بھی حاصل نہ ہوتا ہو لیکن مختلف اطراف وممالک سے ثبوت رویت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجائے کہ اتنی تعداد میں عادتاً کذب پر اتفاق نہیں ہوتا تو استفاضے کی صورت بن کر اس کے مطابق بھی عمل کرلینا درست ہے۔

نــوٹ :۔ ان سب صورتوں میں عوام کے عمل ویقین یاظن غالب یا استفاضہ قرار دینے کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ مقامی رؤیت ہلال کی شرعی کمیٹی کے فیصلہ وظن غالب کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر مقامی شرعی رؤیتِ ہلال کمیٹی نہ ہو، تو وہاں کے خطیب جامعِ مسجد وعیدگاہ اور وہاں کے معتمد علماء کا فیصلہ جب ظن غالب یا استفاضے کے حصول کا ہوگا تو وہ معتبر ہوگا۔

اگر ان مذکورہ صورتوں میں کوئی صورت میسر نہ ہو یا فقہ حنفی کے اصول پر پوری نہ اترتی ہو اور پریشانیاں ہی ہوں جو سوال میں مذکور ہیں تو ایسی صورت میں یہ کرنا چاہئے کہ اگر اس خطے میں شافعی، یا حنبلی یا مالکی لوگ رہتے ہوں تو جو مہینہ ۲۸۔ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو اس صورت میں بھی عوام خود رائی نہ کریں بلکہ علمائے احناف سے اس کے بارے میں فتویٰ حاصل کریں۔

اگر یہ صورت بھی میسر نہ ہو یعنی شافعی، حنبلی، مالکی لوگ بھی نہ بستے ہوں یا بستے ہوں مگر مذکورہ معتمد فتویٰ موجود نہ ہوں یا ان کے فتاویٰ آپس میں متضاد ہوں تو پھر علمائے احناف ہی کے معتمد فتویٰ حاصل کریں یا ان کی فقہ کی معتمد کتابوں سے رجوع کر کے اس مجبوری کی صورت میں ان کا معتمد مسلک تلاش کر کے اس کے مطابق عمل کریں۔

(نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۲۳۴ تا ۲۳۶)

شہادت کے معاملے میں جو دین کا پابند نہیں ہے اس کا حکم

جو آدمی دین کا پابند نہیں برابر گناہ کرتا رہتا ہے مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزے نہیں رکھتا یا جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے چاہے جتنی قسمیں کھا کھا کر بیان کرے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں تو ان کا بھی اعتبار نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ص ۵ بحوالہ ہدایہ آخرین ص ۴۶)

ہلال عید کے لئے شرعی ضابطہ شہادت

جب چاند کی رویت عام نہ ہو سکے صرف دو چار آدمیوں نے دیکھا ہو تو یہ صورت حال اگر ایسی فضاء میں ہو کہ مطلع بالکل صاف ہو چاند دیکھنے میں کوئی بادل یا دھواں یا غبار و

غیرہ مانع نہ ہو تو ایسی صورت میں صرف دو تین آدمیوں کی رویت اور شہادت شرعاً قابل اعتماد نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی بڑی جماعت دیکھنے کی شہادت نہ دے چاند کی رویت تسلیم نہیں کی جائے گی جو دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں اس کو ان کا مغالطہ یا جھوٹ قرار دیا جائیگا۔ ہاں اگر مطلع صاف نہیں تھا غبار، دھواں، بادل وغیرہ افق پر ایسا تھا جو چاند دیکھنے میں مانع ہو سکتا ہے ایسی حالت میں رمضان کے لئے ایک ثقہ کی اور عیدین کے لئے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۹۹)

چاند ہونے کی شہرت اور گواہ ندارد

شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہو کہ کل چاند ہوا بہت لوگوں نے دیکھا لیکن بہت ڈھونڈا تلاش کیا پھر بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ ردمختار ج ۱ ص ۱۴۵)

تنہا چاند دیکھنے والے کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو کیا کریں؟

کسی نے رمضان کا چاند اکیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا اور یہ شخص شریعت کا پابند نہیں ہے اس کی گواہی سے شہر والے روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس اکیلے دیکھنے والے نے تیس روزے پورے کر لئے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیس واں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کیساتھ عید کرے۔

(بحوالہ بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۸)

تنہا چاند دیکھنے والے عید نہ منائے

اگر کسی نے عید کا چاند تنہا دیکھا اس لئے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو عید کرنا درست نہیں ہے۔ صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲)

اکتیسویں دن افطار کرلیا جائے

اگر دو معتمد آدمیوں کی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے۔ خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں تو اکتیسویں دن افطار کرلیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔
(بہشتی زیور ج ۱۱ ص ۱۰۴ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۹۲)

اگر دن میں چاند نظر آجائے

اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ آئندہ شب کا سمجھا جائیگا گزشتہ کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ ماہ کی تاریخ قرار نہ دیا جائے گا۔ خواہ یہ رویت زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۰۴، بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۱۴۹)

بغیر چاند دیکھے روزے شروع کئے پھر اٹھائیس روزے کے بعد عید کا چاند نظر آگیا

اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند نہ دیکھا۔ اور روزے رکھنے شروع کردیئے۔ اٹھائیسویں روزے کو شوال کا چاند دیکھا اگر انہوں نے شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن پورے گن لئے تھے اور رمضان کا چاند نہیں دیکھا تو ایک دن کی قضاء کریں اور اگر انتیسویں روزے کو چاند دیکھا تھا تو ان پر کچھ قضا لازم نہیں ہوگی۔ اور اگر شعبان کے چاند کے تیس دن پورے کئے تھے۔ اور شعبان کا چاند نہیں دیکھا تھا اور اس کے بعد رمضان کے روزے رکھے تو دو دن کی قضاء کریں گے۔ (عالمگیری اُردو پاکستانی) ج ۲ ص ۹)

۲۹/ رمضان کو رویت کی گواہی

اگر گواہوں نے رمضان کی ۲۹/ تاریخ کو یہ گواہی دی کہ ہم نے تمہارے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے لوگ ہیں تو امام ان کی گواہی قبول نہ کرے کیونکہ اُنھوں نے واجب کو ترک کیا اور اگر کہیں دور سے آئے ہیں تو ان کی گواہی جائز ہوگی۔ اس لئے کہ ان کے ذمہ تہمت نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۰)

رویت کی خبر دن کے بارہ بجے ملنا

رویت ہلال کی خبر جس وقت بھی پختہ طور سے پہنچ جائے خواہ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے پہنچے، بشرطیکہ شہادت معتبر ہو، محض تار وغیرہ کی خبر نہ ہو تو روزہ توڑ کر افطار کر لینا چاہئے روزہ افطار نہ کرنے کی صورت میں گناہ گار ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۳ بحوالہ ردالمختار کتاب الصوم ج ۱ ص ۱۲۵)

غروب آفتاب سے پہلے جو چاند نظر آئے وہ معتبر نہیں

سوال:۔ ابھی آفتاب غروب ہونے میں دو چار منٹ کی دیر تھی اس وقت زید نے کہا عید کا چاند نظر آ گیا لہٰذا روزہ افطار کرنا چاہئے تو بکر نے انکار کیا تاہم زید کے کہنے پر ۱۵۔۲۰ آدمیوں نے روزہ افطار کر لیا تو ان افطار کرنے والوں کا روزہ ہوا یا نہیں؟

جواب:۔ غروب آفتاب سے پہلے رویت ہلال کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ دن رمضان ہی کا ہے عید کا نہیں اب جس نے یہ سوچ کر افطار کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اس لیئے چاند نظر آیا تو ان پر روزہ کی فقط قضاء لازم ہے، اور جو لوگ جانتے تھے کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے اور روزہ کھول لیا ان پر قضا کیساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۰)

شہادت کے بعد افطار نہ کرنا

سوال:۔ اگر مولوی صاحب نے رویت ہلال کی شرعی شہادت آنے پر عید کا حکم دیدیا اور صرف ایک شخص نے روزہ افطار نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہ شخص گنہگار رہا توبہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۳ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب الصوم)

جو شخص حاکم کے فیصلہ شرعی کے بعد بھی افطار نہ کرے وہ گناہگار رہوگا کیونکہ یہ دن شہادت شرعیہ سے عید کا دن ثابت ہو گیا اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۱۵)

ایک شہر والوں نے رویت کی بناء پر ۲۹ روزے رکھے اور دوسرے شہر والوں نے چاند ہی کی بناء پر تیس ۳۰ رکھے۔

صاحب ہدایہ اپنی کتاب ''مختارات النوازل'' میں فرماتے ہیں کہ: ایک شہر والوں نے رویت ہلال کے بعد انتیس روزے دوسرے شہر والوں نے چاند ہی کے بناء پر تیس روزے رکھے تو اگر ان دونوں شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہو تو انتیس روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضاء کرنی ہوگی اور اگر دونوں شہروں کا مطلع جداگانہ ہو تو قضاء کی ضرورت نہیں۔

علامہ لکھنوی نے اس موضوع پر مفصل بحث کرنے کے بعد جو چاتلا فیصلہ کیا ہے وہ ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:۔

عقل ونقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطالع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیئے معتبر نہیں ہونی چاہیئے۔ اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم مسافت ہو ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے لازم اور ضرور ہوگی۔

راقم الحروف کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل، متوازن اور قرینۂ عقل ہے البتہ اختلاف مطالع کی حد یں متعین کرنے میں ''ایک ماہ کی مسافت'' کی قید کے بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل ج۱ص۹۲)

مطالع کے بارے میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا فیصلہ

مجلسِ تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنو منعقدہ ۱۳/۱۴ مئی ۱۹۶۷ء کو مختلف مکاتب فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ۔ (مطالع) کی بابت جو فیصلہ کیا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

۱) نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے بلکہ اختلاف مطالع مسلم ہے اور یہ ایک واقعاتی چیز ہے۔ اس میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲) البتہ فقہاء اس بات میں مختلف ہیں کہ روزہ اور افطار کے باب میں یہ اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟

محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ (دور کے شہروں) میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے۔

۳) بلاد بعید سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے۔ دوسرے میں ایک دن بعد، ان بلاد بعیدہ میں ایک کی رویت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ تیس دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴) بلاد قریبہ وہ شہر ہو جن کی رویت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاءؒ ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً پانچ سو یا چھ سو میل ہوتی ہے۔ بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے کم کو بلاد قریبہ۔

مجلس اس سلسلے میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت میں بدل جاتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔

۵) ہندوستان پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔

علماء ہندو پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے۔ اور غالباً تجربے سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینے میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

۶) مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاک کے مطلع سے علیٰحدہ ہے یہاں کی رویت ان ملکوں کے لیئے اور ان ملکوں کی رویت یہاں والوں کے لیئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے اس لیئے کہ ان میں اور ہندو پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔ (جدید فقہی مسائل ج ا ص ۹۳)

چاند کی تاریخوں کی حکمتیں اور فائدے

اسلامی احکام کا تعلق چاند کی تاریخوں سے رکھنے میں بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں۔

۱) شریعت کے احکام میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کم علم وعقل والا انسان بھی ان احکام کی بجا آوری میں الجھنے نہ پائے اور ایک شہری اور دیہاتی پڑھا لکھا اور بے پڑھا دونوں برابر آسانی اور سہولت کے ساتھ شریعت کے احکام کی پابندی کر سکیں، چاند کی تاریخ میں نہ کلینڈر کی ضرورت ہے نہ ڈائری کی، آدمی بستی میں ہو یا جنگل میں خشکی میں ہو یا سمندر میں ہر جگہ بڑی سہولت سے قمری مہینوں اور تاریخوں کا پتہ چلا سکتا ہے۔

۲) چاند کے مہینے ہمیشہ ہر موسم میں گھوم گھوم کر آتے ہیں اس لیئے ہر موسم میں ہر قسم کی عبادت کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۳) روزے کا تعلق چاند سے رکھنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ جب آدھی دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے آدھے حصہ پر گرمی ہوتی ہے، کیونکہ چاند کا مہینہ بدل بدل کر آتا رہتا ہے اس لیئے اگر چند سال آدھی دنیا کے مسلمانوں نے گرمی کے موسم میں روزے رکھے تھے تو چند سال سردی کے موسم میں روزے رکھنے کو مل جاتے ہیں اور اگر شمسی مہینے مقرر کر دیئے جاتے تو ہمیشہ ایک ہی موسم میں روزے رکھنے پڑتے، اور یہ بات ایک عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض حضرات ۲۹ کا چاند نہ ہونے کی تمنا کرتے ہیں، یہ تمنا شعار اسلام کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے اوپر ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے فرض ہیں، اب مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا، اس کی کوئی تعین نہیں، خود نبی پاک ﷺ نے بھی اپنے عہد مبارک میں بعض سالوں میں انتیس روزے رکھے ہیں۔

☆

تیسرا باب

مسائل نیت

ہر عبادت کی صحت کے لئے نیت کا ہونا شرط ہے مشکوٰۃ کی پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' اس پر شاہد ہے کہ روزے کی صحت بھی نیت کے ساتھ مشروط ہے اور روزہ خواہ فرض ہو یا نفل قضاء ہو یا نذر، نیت کے بغیر صحیح نہیں، بغیر نیت کے تمام دن کچھ کھائے پیئے گزار دینا روزہ نہیں کہلائے گا۔ ہاں نیت کے الفاظ زبان سے کہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ سحری میں اٹھنا اور سحری کھانا بھی نیت میں شمار ہے البتہ زبان سے نیت کا اظہار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

رمضان میں ہر روز نیت کرنا ضروری

رمضان کے ہر روز میں نیت کرنا ضروری ہے ایک روز نیت کر لینا تمام روزوں کے لئے کافی نہیں۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۸)

رات سے نیت کرنا شرط نہیں

رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کرے تب بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھنے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بُری بات ہے اس لیئے اب روزے کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا۔ لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی لیا تھا تو اب نیت نہیں کر سکتے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

نیت کا آخری وقت

اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کے ٹھیک دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

صبح صادق سے غروب آفتاب تک کل وقت کے نصف کو نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے، صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، نصف النہار شرعی و نصف

النہارعرفی (وقت زوال) کے درمیان اس کا نصف ہوتا ہے، مثلاً صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ڈیڑھ گھنٹہ ہوتو نصف النہار عرفی سے پون گھنٹے پہلے نصف النہار شرعی ہوگا اس وقت کی مقدار ہر موسم میں ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے اس لیئے اس کی مقدار گھنٹوں سے متعین نہیں کی جاسکتی ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج۴ص ۴۳۷)

نصف النہار کی تعیین کا طریقہ

نصف النہار کی تعیین کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جائے اس نصف کے اندر اندر نیت کر لی گئی تو روزہ ہو جائے گا۔ اور اگر نصف وقت پورا یا اس سے زیادہ گزر جائے تو روزہ نہ ہوگا، ایک گھنٹے کی قید احتیاطاً کی گئی ہے۔

(حاشیہ بہشتی زیور حصہ۳ ص ۳)

دل کے خیال کا نام نیت

رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض کا تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

(بہشتی زیور حصہ۳ ص ۳)

رمضان کے روزے کا مطلق نیت سے ادا ہو جانا

رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے نیت کی کہ کل میں نفل روزہ رکھوں گا رمضان کا نہ رکھوں گا بلکہ اس روزے کی کبھی قضاء رکھوں گا تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا نفل کا نہیں ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ۳ ص...... بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۴)

☆

قضائے رمضان کی نیت کا حکم

اگر گذشتہ رمضان کے روزے قضاء ہو گئے۔ اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضاء نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آگیا تو اس کی قضاء کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا، قضاء کا روزہ نہ ہوگا، قضاء کے روزے رمضان کے بعد رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ۳ ص...... بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۱۹۴)

نذر کے روزے کو رمضان میں رکھنا

اگر کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر فلاں کام ہو جائے تو میں اللہ کے لئے اتنے روزے رکھوں گا پھر رمضان کا مہینہ آگیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا۔ نذر کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔ نذر کا روزہ رمضان کے بعد پھر کبھی رکھے، سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینہ میں جب کسی روزے کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا۔ اور کوئی روزہ صحیح نہ ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ۳ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

کیا نفل کی نیت سے ۲۹/ شعبان کا روزہ چاند ہونے کی صورت میں رمضان سے بدل جائیگا؟

انتیسویں شعبان کو بادل کی وجہ سے اگر رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو ہاں اگر ایسا اتفاق پڑتا ہو کہ ہمیشہ پیر یا جمعرات یا اور کسی مقررہ دن روزہ رکھا کرتے تھے اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا اب اس کی قضاء نہ رکھے۔ (بہشتی زیور حصہ۳ ص ۳ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۱۹)

☆

۲۹/ شعبان کو چاند نہ دکھائی دے تو اگلے روز دوپہر تک کچھ نہ کھاؤ

بادل وغیرہ کی وجہ کمی کی وجہ سے ۲۹/ شعبان کو چاند نہیں دکھائی دیا تو اگلے روز دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ نہ پیو مگر کہیں سے خبر آجائے تو اب روزے کی نیت کرلو۔ اور اگر خبر نہ آئے تو کھاؤ پیو۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۴ بحوالہ نورالایضاح)

یوم شک کے روزہ کا حکم

اگر یوم شک (تیس شعبان) کو کچھ کھا پی لیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو لازم ہے اس دن کے باقی حصے میں روزہ توڑنے والی چیزوں سے باز رہا جائے۔ اور ماہ رمضان گزرنے پر فوراً اس کی قضاء رکھی جائے اور اگر یوم شک میں اس نیت سے روزہ رکھا کہ وہ رمضان کا روزہ ہے اور پھر یہ پتہ چلا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو وہ روزہ سرے سے صحیح نہ ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۸۹۶)

تیس شعبان کو اگر شہادت نہ آئی اور روزہ رکھ لیا تو جیسی نیت تھی ویسا ہی روزہ ہو جائے گا۔

انتیس شعبان کو چاند نہیں ہوا تو خیال یہ نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو نہیں ہے اور میرے ذمے پارسال کے روزے کی قضاء ہے اس لیئے اس کی قضاء ہی رکھ لوں، یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں، اس دن قضاء کا روزہ یا کفارہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کوئی روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ مگر قضاء یا نذر کا روزہ رکھ ہی لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا قضاء اور نذر کا روزہ پھر رکھ لیں۔ اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزے کی نیت کی وہی ادا ہوگیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۴ بحوالہ شرح وقایہ ج ا ص ۳۰)

کیا ایک مرتبہ نیت کرلینا کافی ہے؟

اگر مسلسل روزے رکھنا واجب ہو تو سب کے لیئے ایک مرتبہ نیت کرلینا کافی ہے جیسے ماہ رمضان کے روزے یا کفارۂ صوم یا کفارہ ظہار کے روزے یعنی جب تک یہ سلسلہ نہ

ٹوٹے گا وہی نیت جاری رہے گی۔ اور اگر کوئی مرض یا سفر پیش آ جانے کی وجہ سے وہ تسلسل ٹوٹ گیا تو اب ہر روز رات کو نیت کرنا ضروری ہے البتہ اگر سفر ختم ہو جائے یا مرض جاتا رہے تو باقی روزوں کے لئے ایک ہی بار نیت کافی ہوگی۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۸۴)

جو روزے مسلسل واجب نہیں ہے ان کی نیت کا طریقہ

اگر ایسے روزے ہوں جن کا تواتر رکھنا واجب نہیں ہے جیسے ماہ رمضان کی قضاء یا کفارۂ قسم کے روزے تو ایسے روزوں کے لئے ہر روز رات سے نیت کرنا ضروری ہے ان کے لئے پہلے ہی روز نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۸۴)

نیت کا قاعدہ

نفلی روزے میں اور نذر معین اور رمضان شریف کے روزوں کی رات سے نیت کرے یا صبح کو نصف النہار شرعی تک کر لینا درست ہے اور باقی روزوں میں رات سے نیت کر لینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۴۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۱۶)

سحری کھانا نیت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

ماہ رمضان میں ہر روز نیت کرنی چاہئے۔ سحری کھانا بھی نیت ہے یہ اور بات ہے کہ کھاتے وقت روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو۔ (تو سحری کا کھانا نیت میں شمار نہ ہوگا) اگر اول شب میں روزے کی نیت کی پھر طلوع فجر سے پہلے نیت توڑ دی تو یہ نیت کا توڑ دینا ہر قسم کے روزوں کی نیت میں معتبر ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۸۱)

نیت کا زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں

نیت کا زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں صرف دل کا ارادہ کافی ہے حتیٰ کہ سحری کا کھانا خود نیت کے قائم مقام ہے اس لئے کہ سحری روزہ رکھنے کی غرض سے کھائی جاتی ہے ہاں اگر کسی کی عادت اس وقت کھانا کھانے کی ہو یا کوئی بدبخت سحری کھاتا ہو، اور روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کے لیئے سحری کھانا نیت کے قائم مقام نہیں ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۸)

مریض اور مسافر کی نیت کا حکم

رمضان کے مہینے میں مریض کے روزے کی نیت کا حکم مذہب مختار کے مطابق تندرست اور صحیح و مقیم کی نیت کے حکم کے مانند ہے، یعنی اگر کوئی مریض آدمی رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور رمضان کا روزہ ہی تمام حالتوں میں سمجھا جائے گا۔

البتہ مسافر رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جس نیت سے روزہ رکھے، اسی کا ہوگا (چاہے نفل ہو یا واجب)۔

(شامی ج ۲ ص ۸۶ کتاب الصوم)

ایام تشریق میں روزے کی نیت کرنا درست نہیں

اگر عیدین یا ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ تیرہ تاریخ میں کوئی شخص روزے کی نیت کرے تو اس روزے کا پورا کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور فاسد ہونے کی صورت میں اس کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی بلکہ اس کا فاسد کر لینا واجب ہے اس لیئے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ ص ۴۱)

بغیر نیت کے بھوکے رہنے سے روزہ نہیں ہوگا

اگر کسی ے پورے دن کچھ نہیں کھایا پیا شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزے کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک ہی نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

نیت کرنے کے بعد بھی صبح صادق کھا سکتے ہیں

شریعت میں روزے کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس لیئے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعض حضرات شروع رات میں سحری کھا کر نیت کی دعاء پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کرنے کے بعد

کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے یہ خیال غلط ہے جب تک صبح نہ ہو برابر کھا سکتے ہیں چاہے نیت کر چکے ہوں یا نیت ابھی نہ کی ہو۔ (بہشتی زیور ج۳ ص ۳)

دل میں نیت کر کے سونے کا حکم

نیت سے مراد دل کا ارادہ ہے، زبان سے ادائیگی ضروری نہیں اس لیئے اگر کوئی رات کو دل میں ارادہ کر کے سویا تھا تو پھر مزید نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ (حاشیہ فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۴)

کن کن روزوں میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے؟

رمضان کے قضاء روزوں میں اور نذر غیر معین اور کفارات کے روزوں میں اسی طرح اس نفل روزے کی قضاء میں جسے شروع کر کے فاسد کر دیا گیا ہو غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک نیت کر لینا ضروری ہے۔ صبح صادق کے بعد اگر نیت کی جائے گی تو کافی نہ ہوگی۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۹)

نوٹ :۔ نیت میں تبرکاً ''انشاء اللہ'' کہہ لینا کچھ مضر نہیں ہے (نیز) روزے کی حالت میں افطار کی نیت کر لینے سے روزے کی نیت باطل نہیں ہوتی۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۹)

زبان سے نیت کا اظہار بہتر ہے

دل سے نیت کرنا کافی کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ جب دل میں خیال ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر روزے کی ممنوعات سے رکا رہا تو اس کا روزہ ہوگیا۔ اور اگر زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ کل میں روزہ رکھوں گا یا عربی میں کہہ دے: **نویت بصوم غد من شهر رمضان** تو یہ بھی بہتر ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

نیت کر کے روزہ توڑنا

سوال:۔ کسی شخص نے شب رمضان میں روزے کی نیت کی یا غیر رمضان میں رات کو یا دن کو نفل روزے کی نیت کی اب وہ رات کو یا دن کو عذر کی وجہ سے یا بلا عذر نیت توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نیت کا رات کو توڑنا ممکن ہے اس طریقہ سے کہ اگلے دن کھانے پینے کا ارادہ

کرے۔اوردن میں جب کہ روزہ شروع ہوگیا تواب نیت توڑنا لغو ہے۔پس رمضان کے روزے میں اگر رات کونیت کرکے توڑدی اوردن کوکھاپی لیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔

اوراگر دن میں نیت توڑکر کھاپی لیا تو کفارہ بھی لازم آئیگا اوراگر غیر رمضان میں رات کونیت توڑدی تو نہ قضاء ہے نہ کفارہ اوراگر دن میں نیت ختم کرکے کھاپی لیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔اورجن روزوں میں ان کاوقت متعین ہے اس میں بلا عذر نیت توڑنا جائز نہیں اورغیر معین میں توڑنا بغیر عذر کے بھی جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۳)

جس شخص نے روزہ کی نیت نہ کی تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہے

سوال:۔جس شخص نے رمضان کی رات میں نہ نیت روزہ رکھنے کی کی اور نہ عدم روزہ کی تو اب دن میں اس کے لئے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر روزے دار نے زوال سے پہلے تک نیت نہ کی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔لیکن کھانا پینا رمضان کے احترام کی وجہ سے جائز نہیں۔اوراگر کھالیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔(امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۳)

چوتھا باب
سحری کے مسائل وفضائل

اللہ تعالیٰ کے قانون کا بھی عجیب وغریب معاملہ ہے اس کے یہاں ہر چیز کے خزانے ہیں وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے وہ اپنے متعلق فرماتا ہے۔"**وھو یُطعم ولا یُطعم**" وہ کھاتا نہیں بلکہ کھلاتا ہے۔"

مشہور ہے کہ رحمت خداوندی "بہانہ می جوید" کہ خدا کی رحمت دینے کے لیئے بہانہ تلاش کرتی ہے اب سحری کوہی دیکھئے جب کہ سحری کھانا بندوں کے اپنی اغراض ومقاصد میں سے ہے۔لیکن چونکہ روزے کی نسبت صرف خُدا ہی کی طرف ہے اس نے اس میں

بھی مسلمانوں کے لیئے اجر وثواب رکھ دیا ہے، سحری کھانا مسنون ہے حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے'' آنحضورﷺ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور ہمارے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے'' (یعنی وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں'' اگر بھوک نہ ہو اور کھانے کی خواہش نہ ہو تو اس سنت پر عمل کرنے کے لئے دو ایک چھوہارے کھا لے یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے'' آپﷺ کا ارشاد ہے کہ سحری کھانے میں برکت ہے'' یعنی بدن میں چستی اور قوت قائم رہتی ہے۔

سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے سحری کھانے میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک صبح صادق کی یقین نہ ہو اس وقت تک کھاتے پیتے رہنا چاہئے۔ اور جب صبح صادق نمودار ہو جائے تو پھر کھانا پینا ترک کر دینا چاہئے'' صبح صادق کی پہچان یہ ہے کہ جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے تو مشرق میں افق کے کناروں پر روشنی کی دھاری نمایاں ہوتی ہے اور پھر روشنی غالب آ کر تاریکی مٹ جاتی ہے بس یہی صبح صادق ہے۔

صاحب کشاف نے سحری کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے آخر حصے میں سحری کھاؤ مثلاً اگر غروب آفتاب سے صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو آخر کے دو گھنٹے سحری کھاؤ اور ان میں بھی تاخیر بہتر ہے بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزے میں شک ہونے لگے۔ لغت میں سحری اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے۔ بعض حضرات تراویح پڑھ کر کھا کر سو جاتے ہیں یا بغیر سحری کے روزے رکھتے ہیں اگرچہ اس طرح تو ان کا روزہ ہو جائے گا مگر سحری کے ثواب کے محروم رہیں گے، روزے دار کو سحری کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اس میں اپنی ہی راحت ونفع اور مفت کا ثواب ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ افراط وتفریط ہر چیز میں مضر ہے کہ نہ اتنا کم کھاؤ کہ عبادت میں کمزوری محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں کیونکہ احادیث میں زیادہ کھانے کی ممانعت وارد ہے۔

سحری کا مسنون وقت

روزے دار کو رات کے آخری حصے میں صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا مسنون

ہے اور باعث برکت وثواب ہے نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی سنت ادا ہوجائے گی۔ لیکن بالکل آخری شب میں کھانا افضل ہے اگر مؤذن نے صبح کی اذان وقت سے پہلے دیدی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں ہے جب تک صبح صادق نہ ہوجائے (کھا سکتے ہیں) سحری سے فارغ ہوکر روزے کی نیت دل میں کرنا کافی ہے زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ لے تو اچھا ہے۔ وَبصَوم غَدٍ نوَیت مِن شَھر رَمضان۔ (جواہر الفقہ ج۱ص ۳۸۱)

حضورﷺ کے زمانے میں سحری اور فجر کے درمیان وقفے کی مقدار

زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہﷺ کیساتھ سحری کھائی پھر آپﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا کہا پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر۔

(ترجمہ بخاری شریف ج۱ص ۶۸۹)

سحری اور افطار کے لئے ڈھول بجانا

جس طرح نکاح اور اعلان جنگ کے لئے دف کا بجانا حدیثوں سے ثابت ہے اسی طرح چاند نظر آنے اور سحری اور افطار کے وقت ضرورتاً بطورِ اعلان بجانا جائز ہے۔ بشرطیکہ باجے کے طرز پر نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۳ص ۴۰ بحوالہ شامی ج۵ص ۳۰۷)

سحری وافطار کے لئے گھنٹہ، نقارہ یا توپ وغیرہ کا استعمال

سوال:۔ رمضان المبارک میں سحری وافطار کا صحیح وقت بتانے کے لئے جامع مسجد میں نقارے کا انتظام کیا جائے اور اسکے ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو اطلاع دی جائے تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ناقوس کو ہندوؤں کی عبادت کی مشابہ ہونے اور رسولﷺ اور عہد صحابہ میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے برا سمجھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ طبل (ڈھیرا) بجانے کو فقہا نے جائز لکھا ہے کہ افطار وسحور کے وقت

بجانے میں بھی کچھ حرج نہیں مگر طبل داخل مسجد نہ رکھا جائے'' اور ناقوس وغیرہ سے اس کو اس لئے مشابہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ اس طریقہ اعلان کی خصوصیت کو عبادت بھی سمجھتے ہیں اور یہاں ایسا کوئی مسئلہ نہیں سمجھا جاتا اور خیر القرون میں اس کی مثال نکاح کے وقت دف کا بجانا موجود ہے۔

اس سے بھی مقصود ایک طاعت کے متحقق ہونے کا اظہار ہے اور اس سے بھی مقصود ایک طاعت کا وقت متحقق ہونے کا اعلان ہے اور غور کرنے سے دف کی کراہیت کے مقابلے میں عوام کی ضرورت بڑھی ہوئی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۱)

سحری وافطاری کے وقت کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا جائز ہے۔ نقارہ بجانا بھی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۳۴)

سحری کی سنت ادا کرنے کے لئے پان کھانا

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم از کم دو تین چھوہارے ہی کھالے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالے اگر کچھ بھی نہ ہو تو سادہ پانی ہی پی لے، اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اٹھ کر ایک آدھ پان ہی کھالیا تو جب بھی سحری کا ثواب مل گیا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴، بحوالہ شرح البدایہ ج ا ص ۲۰۵)

سحری بالکل صبح کے وقت نہ کھائیں

سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جائے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ نسائی شریف ص ۲۰۵)

سحری جلدی کھالی اور پان آخر میں کھایا

اگر کسی نے سحری جلدی کھائی اور اس کے بعد پان تمباکو اور چائے وغیرہ دیر تک کھاتے پیتے رہے اور جب صبح صادق ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر لی جب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ا ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ا ص ۲۰۵)

اذان دیر میں ہونے پر اس وقت تک سحری کھاتے رہنا

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ ناواقف لوگ جو اوقات سحری کی خبر نہیں رکھتے جب تک اذان نہ سنیں کھا پی سکتے ہیں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب:۔ صبح صادق کے بعد کھانا پینا درست نہیں ہے، خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اس بارے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۴۵ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۱۰)

اذان کے وقت منہ کا لقمہ نگل گیا

سوال:۔ اذان ہوتے ہی سحری چھوڑ دی لیکن جو ایک دو لقمہ منہ کے اندر تھے ان کو نگل کر پانی پی لیا، کیا روزہ ہو گیا یا قضا لازم ہے؟

جواب:۔ اگر یہ ظن غالب ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد اگر اذان شروع ہوئی ہے تو روزہ نہ ہوگا، اور اگر حالت شبہ ہو تو اس وقت کھانا پینا مکروہ مگر روزہ صحیح ہو جائیگا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۲)

غلطی سے سحری صبح صادق کے بعد کھانا

اگر کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی تو رات باقی ہے اسی گمان پر سحری کھالی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا۔ قضاء رکھے اور کفارہ واجب نہیں، لیکن پھر کچھ کھائے پئے نہیں، روزہ داروں کی طرح رہے اور اسی طرح اگر سورج غروب ہونے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا اس کی قضاء کرے کفارہ واجب نہیں، اور جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

بغیر سحری کا روزہ

سوال:۔ بغیر سحری کھائے روزہ درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ سحری کھانا روزے کے لئے مستحب ہے، پس بلا سحری کے بھی روزہ ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۶ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۵۶ باب مایفسد الصوم)

اگر رات کو سحری کھانے کے لیئے آنکھ نہ کھلے سب کے سب سوگئے تو بغیر سحری کھائے۔ روزہ رکھو، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا کم ہمتی کی بات ہے اور بڑا گناہ ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴)

وقت ختم ہونے پر سحری کھانا

اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح صادق ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا پی لیا تھا تو بُرا کیا، اور گناہ ہوا پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اسی روز کی قضاء رکھے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو شبہ ہی شبہ رہ جائے تو قضاء رکھنا واجب نہیں ہے، لیکن احتیاط کی بات اسمیں ہے کہ اس کی قضاء رکھ لے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

سحری کے بعد بیوی سے ہمبستری

سوال:۔ رمضان المبارک میں سحری کھانے کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے بعد غسل کا وقت کب تک ہے؟

جواب:۔ رمضان شریف میں سحری کھانے کے بعد اگر صبح صادق ہونے میں دیر ہو تو اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کرنا درست ہے، غرض یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے جماع سے فراغت ہو جانی چاہئے، اور غسل چاہے صبح ہونے کے بعد ہو، روزہ میں کچھ نقصان نہ آئے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴)

سحری کے بعد کلی کرنا

سوال:۔ سحری کھا کر اگر کلی نہ کرے اور اسی طرح سو جائے تو روزہ میں حرج تو نہیں؟

جواب:۔ اگر دانتوں میں اٹکا ہوا کھانا چنے کی مقدار، یا اس سے زیادہ حلق میں اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں اور اگر چنے کی مقدار سے کم ہو تو مفسد نہیں، لہٰذا فاسد روزہ کی وجہ سے کلی کر کے سو جانا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۳)

رمضان میں فجر کی جماعت جلدی کرنا

سوال:۔ رمضان شریف کے دنوں میں سحری کھانے کے بعد اگر احتمال ہو کہ فجر کے وقت آنکھ نہ کھلے گی تو اوّل وقت میں نماز پڑھ لینا کیسا ہے؟ اور اسی وقت اذان کہہ کر جماعت کر لینا، اس وجہ سے کہ لوگوں کی اکثر وبیشتر جماعت چھوٹ جاتی ہے اور بعض اوقات قضاء بھی ہو جاتی ہے، کیسا ہے؟

جواب:۔ حامداً ومصلیاً۔ رمضان المبارک میں سحری کے بعد اوّل وقت فجر کی نماز کے لیئے اگر نمازی جمع ہو جائیں اور روزانہ کے وقت معمول تک تاخیر ہونے سے جماعت چھوٹنے یا قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اوّل وقت جماعت کر لینا بہتر ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۶۲)

پانچواں باب

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

روزہ میں کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔ ان باتوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ بعض حضرات محض اپنی عقل وفہم سے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کھا پی لیتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسئلہ جانتے ہوئے بھول کر کھانا کھانے کے بعد عمداً جماع کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا، اور محض کھانا کھانے کی صورت میں صرف قضاء ہی ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۴)

بھول سے کھانا اور صحبت کرنا

اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے یا بھولے سے صحبت ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں گیا اگر بھول کر پیٹ بھر کر کھا پی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، نیز اگر بھول کر کئی مرتبہ بھی کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

تندرست اور ضعیف کی بھول میں فرق

ایک شخص کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزے سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلانا واجب ہے اور اگر اس شخص میں روزہ رکھنے کی قوت وطاقت نہ ہو، روزہ سے تکلیف ہوتی ہو تو اس کو یاد نہ دلائے کھانے دے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۲)

روزے میں سرمے، تیل اور خوشبو کا استعمال

روزہ کی حالت میں دن میں سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا ناک کی غلاظت میں سرمہ کا اثر دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا اور نہ مکروہ ہوا۔

(بہشتی زیور ج ۳ ص ۱۰ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنا

سونے کی حالت میں احتلام ہو گیا پھر بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھ لیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ناپاکی کا گناہ الگ ہوگا)۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۱)

روزہ کی حالت میں حلق کے اندر مکھی مچھر گردوغبار وغیرہ چلا جانا

روزہ کی حالت میں حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا یا گردوغبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۸)

کتاب الفقہ علی لمذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۲ میں تفصیل کے ساتھ یہ مسئلہ درج ہے کہ راستہ کا غبار یا آٹے کی چھانس یا مکھی مچھر وغیرہ ان میں سے کوئی بھی منہ میں روزہ کی حالت میں چلی جائے اور معدہ میں پہنچ جائے تو روزہ کے لیئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ان

اشیاء سے بچنا مشکل اور دشوار ہے۔''

نیز یہی حکم اسمیں بھی ہے کہ اگر کوئی چیز پیسنے یا دوا کوٹنے کا غبار یا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (عالمگیری پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

روزے کی حالت میں آنسو کا منہ میں چلا جانا

اگر روزہ دار کے منہ میں آنسو داخل ہوں تو اگر تھوڑے ہوں جیسے کہ ایک دو قطرے یا مثل اس کے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر بہت ہوں کہ آنسوؤں کی نمکینیت منہ میں پائے اور بہت زیادہ جمع ہو جائیں تو پھر ان کو نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح چہرہ کا پسینہ روزہ دار کے منہ میں داخل ہو تو یہی حکم ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

روزے کی حالت میں پھول سونگھنا

خوشبودار عطریات، گلاب، نرگس وغیرہ کا پھول سونگھنے سے یا غسل جنابت (ناپاکی حالت) میں اتنی دیر کرے کہ سورج نکل آئے بلکہ پورے دن ناپاکی کی حالت میں رہنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۱۹)

روزے کی حالت میں نکسیر پھُوٹ جانا

سوال:۔ روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹ گئی یہاں تک کہ اس کا اثر تھوک میں بھی پایا گیا تو کیا روزہ ہوگیا؟

جواب:۔ اس کے روزہ میں کچھ خلل نہیں آیا۔ (بشرطیکہ اس کے پیٹ میں خون نہ گیا ہو)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ٦ ص ٤٠٦)

روزے میں کان کے اندر تیل یا پانی جانا

کان میں پانی کے خود بخود چلے جانے سے یا قصداً ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف تیل کے اس کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ تیل پیٹ میں داخل ہو جائے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۲)

ناک میں پانی چلا جانا

سوال:۔ روزہ کی حالت میں روزہ یاد ہوتے ہوئے وضو کرتے وقت غلطی سے یا جان بوجھ کر دماغ تک پانی پہنچ گیا یا دماغ تک تو نہیں پہنچا مگر اتنی دور تک پہنچا کہ اس سے تکلیف ہوئی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ناک کی راہ سے پانی پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر ناک سے حلق میں پانی چلا آیا، تب روزہ فاسد ہوجائے گا۔ دماغ تک پہنچنے کی شکل میں تردد ہے تحقیق کرلیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۷ او ج ۲ ص ۱۲۹)

آنکھ میں دوا ڈالنا

بدن کے مساموں سے جو تیل اندر (جسم میں) داخل ہو جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح جو شخص پانی سے نہایا اور اس کو جسم کے اندر سردی محسوس ہوئی تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ نیز آنکھوں میں دوا ٹپکائی تو روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا۔ (فتاویٰ عالمگیری پاکستانی اُردو ج ۲ ص ۱۸)

کلّی کرنے کے بعد منہ میں پانی کے اثرات رہ جانا

کلّی کرنے کے بعد پانی کی تری جو منہ میں باقی رہ جاتی ہے اس کو نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اس میں یہ شرط ہے کہ کلی کرنے کے بعد ایک دو مرتبہ تھوک منہ سے نکال دیا جائے اس لئے کہ کلی کرنے کے بعد کچھ پانی باقی رہ جاتا ہے، ہاں دو ایک مرتبہ تھوک دینے کے بعد پھر پانی نہیں رہ جاتا البتہ ہلکی سی تری رہ جاتی ہے (اس میں کچھ حرج نہیں)۔

(علم الفقہ ج ۳ ص ۳۲)

ناک کو حلق کی جانب چڑھانا

ناک کو روزے کی حالت میں اتنی زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح منہ کی رال سڑک کر نگل جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۸)

روزے میں تھوک یا رال نگل جانا

روزے کی حالت میں منہ میں تھوک (یا رال) جو جمع ہو جائے اس کو نگل لے یا دانتوں کی جھرّی میں کھانے کی کوئی چیز رہ گئی ہے اس کو نگل لے تو اس سے بھی روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اگر قصداً ایسا کیا تو بھی روزہ درست ہوگا۔ ہاں اگر اس چیز کی مقدار اتنی ہو جس کو عموماً زیادہ کہا جاتا ہے تو اسکے نگلنے سے خواہ۔ بے ارادہ ہی ایسا ہوا ہو روزہ باطل ہو جائے گا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۲۰)

باتیں کرتے وقت ہونٹ تھوک میں تر ہو جانا

اگر کسی کے ہونٹ باتیں کرتے وقت یا اور کسی وقت تھوک میں تر جائیں، پھر اس کو نگل جائے وجہ تو ضرورت کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

اس طرح اگر منہ سے رال تھوڑی تک بہی اور اس کا تار منہ کے اندر کے لعاب سے ملا ہوا تھا۔ پھر اس کو منہ کو اندر لے جا کر نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لیئے کہ اس کا باہر نکلنا پورا نہیں ہوا تھا، اور اگر اس کا تار ٹوٹ گیا تھا تو پھر اس کا حکم مختلف ہے۔ (یعنی منہ کے لعاب سے تار ٹوٹ جانے کے بعد، اس رال کو منہ کے اندر کر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

دانتوں میں خلال کرنے سے منہ میں ریشہ چلا جانا

دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالی کا ٹکڑا وغیرہ یا کوئی چیز تھی اس کو خلال کرنے سے کھا لیا لیکن اس کو منہ سے باہر نہیں نکالا تھا، آپ ہی آپ حلق میں چلا گیا، تو دیکھو اگر چنے کی مقدار سے کم ہے تو روزہ نہیں گیا، اگر چنے کی برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ جاتا رہا۔ البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا پھر اس کے بعد نگل لیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا ہے چنے کی برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ عالمگیری ج ا ص ۲۰۸)

رمضان میں سونے والے کا اُٹھ کر دانت میں خون دیکھنا

سوال:۔ رمضان میں دوپہر کو ایک شخص سویا تھا، جب اُٹھا تو اس کے دانت میں خون تھا، یہ یقین نہیں کہ سوتے وقت خون منہ میں گیا یا نہیں، اب روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں روزہ نہیں جاتا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۳ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۳۴)

خون میں ملا ہوا تھوک نگل جانا

منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل جائے تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳)

پان کی سُرخی نگلنا

سوال:۔ سحری کے بعد پان کا یا دن نکلنے پر پان کی سُرخی تھوک میں موجود ہے ایسے تھوک کے نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اگر کلی غرارہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض مرتبہ کلی کرنے کے بعد ہلکی سی سرخی تھوک میں رہ جاتی ہے جس کا دور کرنا مشکل و دشوار ہے شرعی کیا حکم ہے؟

جواب:۔ باہر سے رنگ کا اثر اگر تھوک میں ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ لیکن پان جو صبح صادق سے پہلے کھا لیا اور اس کے اجزاء منہ میں نہ رہے، اور کلی وغیرہ کر کے منہ کو خوب صاف کر لیا پھر اگر صبح کو تھوک میں سرخی کا اثر باقی رہا اور اس کو نگل لیا تو اس میں مفسد صوم کا حکم نہ ہوگا تھوک اگر سرخی مائل ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا"

لیکن احتیاط ضروری اور جہاں تک ہو سکے کچھ اثر نہ چھوڑنا چاہئے خوب منہ کو صاف کر لینا چاہئے اور اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو اس روزہ کی قضاء کر لے۔

(فتاویٰ دار العلوم ۶ ص ۴۱۵ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

☆☆

سحری کے وقت منہ میں پان لے کر سو جانا

سوال:۔ روزے کی نیت سے پان کھا کر لیٹ گئے، جب صبح کو جاگے تو کسی کے منہ میں پورا پان تھا اور کسی کے منہ میں چنے کے برابر اور کسی کے منہ میں کچھ بھی نہیں تھا تو اس صورت میں کس کس کا روزہ ہوا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ اگر سوتے وقت منہ میں پان لے کر سوئے اور صبح تک منہ میں رہا تو روزہ جاتا رہے گا، جس کے منہ میں پان نہ پایا گیا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اس کو نگل گیا ہو اور یہی کہا جائیگا کہ صبح کے بعد نگلا ہے۔

اور اگر پان سالم بھی پایا گیا تب بھی غالب ہے کہ اس کا عرق حلق میں گیا ہوگا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ حکماء واطباء اصل السوس وغیرہ منہ میں ڈال کر سونے کو بتاتے ہیں اگر عرق نہ پہنچا تو اس سے کیا نفع، جب پہنچنا ثابت ہو گیا تو سونے کی حالت میں کھائے پیئے تو قضاء واجب ہے، اور اگر سونے سے پہلے پان تھوک دیا اور غرغرہ وغیرہ نہیں کیا تو اگر منہ میں چنے کی برابر یا چنے سے زیادہ تھا تو قضاء واجب ہے اور اس سے کم ہے تو روزہ فاسد نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۲)

منہ میں ریت چلا جانا

سوال:۔ منہ میں ریت پہنچا اور تھوک دیا اور بعد میں تھوک نگل گیا۔ پھر دانتوں میں ریت معلوم ہوا کہ ریت اندر ہی رہ گیا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۹ بحوالہ ردالمختار ج ۶ ص ۱۳۴)

مصنوعی دانت کا حکم

سوال:۔ جو شخص منہ میں ہر وقت مصنوعی دانت لگائے رہتا ہے، نہ ان میں بو ہے اور نہ مزہ ہے روزے کی حالت میں یہ دانت منہ میں رہتے ہیں کیا اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے؟

جواب:۔ مکروہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ترتیب ج ۲ ص ۱۴۲)

پائیریا کی پیپ منہ میں چلی جانا

سوال:۔ مرض پائیریا کی وجہ سے مسوڑوں میں پیپ آجاتی ہے اس کوتھوک کے ساتھ نگل جانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جو چیز منہ ہی میں پیدا ہورہی ہے اسکے اجزاء قصداً یا بلا قصد تھوک کے ساتھ حلق میں چلے جائیں تو کیا حکم ہے جو چیز خارج منہ رکھی جائے، جیسے سونے میں پان منہ میں رہ گیا اور صبح کو آنکھ کھلی تو کیا دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟

جواب:۔ پائیریا کی پیپ کو پان کی پیک پر قیاس کرنا اور مفسد صوم قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ پان خارج سے منہ میں رکھا جاتا ہے، اس کی پیک تھوک پر غالب ہوتی ہے، بخلاف پائیریا کی پیپ کے، کہ پائیریا ایک مستقل مرض ہے، پیپ منہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس سے احتراز ممکن نہیں، پیپ کی مقدار بھی کم اور تھوک سے مغلوب ہوتی ہے لہٰذا مفسد صوم نہیں ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۹ بحوالہ عالمگیری ج (۲) ص ۱۳۱)

ڈکار کے بعد منہ میں پانی آجانا

جس شخص نے سحری میں اس قدر کھایا ہو کہ طلوع آفتاب کے بعد ڈکاریں آتی ہیں اور انکے ساتھ پانی آتا ہے، اس سے روزہ میں کچھ حرج نہیں آتا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۷۳ ج کامل)

خون روکنے کے لئے منجن کا استعمال

سوال:۔ جب کہ مسوڑوں سے خون اور مواد نکلتا ہو تو کسی ایسے منجن کا جو خون کو روکے اور دافع مواد ہو استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے مگر منجن ملکر فوراً منہ دھولے اور کلی کرلے تا کہ اس کا اثر پیٹ میں نہ جائے اور منجن ایسا ہو کہ عادتاً پیٹ میں نہ پہنچتا ہو، مگر بچنا اچھا ہے، اس لئے کہ کراہت تنزیہی تو بہر حال ہے، احتیاط کے ساتھ منجن ملیں اور دانتوں کو صاف کریں کہ حلق کے اندر کچھ نہ جائے تو مکروہ نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی نہیں ہے خلافِ اولیٰ ضرور ہے جس کا مطلب کراہت تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ٦ ص ۴۰۴ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۳)

مسواک اور کوئلے سے دانت صاف کرنا

کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اُتر جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے خواہ سوکھی مسواک ہو یا تازہ اسی وقت کی توڑی ہوئی، اگر نیم کی مسواک ہے اور اسکا کڑواپن منہ میں معلوم ہوتا ہے جب بھی مکروہ نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۱۰)

مسواک کا ریشہ پیٹ میں چلے جانا

سوال:۔ مسواک کرتے وقت اس کا ریشہ پیٹ میں چلا گیا اور کوشش کے باوجود باہر نہ نکلا، کیا اس سے روزہ فاسد ہو گیا؟

جواب:۔ دانتوں میں اٹکا ہوا کھانے کا ذرہ اگر چنے کے دانے سے کم مقدار میں حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسکی وجہ یہی ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے اس سے ثابت ہوا کہ مسواک کے ریشہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۵)

تمباکو کا پتہ جلا کر دانت صاف کرنا

سوال:۔ بعض عورتیں تمباکو کا پتہ جلا کر اس کی راکھ اور مسّی سے رمضان شریف میں دانت صاف کرتی ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اگر دانتوں کو مل کر دھولیا جائے کہ پیٹ میں اس کا اثر نہ جائے تو روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ٦ ص ۴۰٦)

ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پاؤڈر کا استعمال

روزے کی حالت میں فقہاء احناف نے مسواک کی اجازت دی ہے چاہے وہ خشک لکڑی کی ہو جس میں ایک گونہ ذائقہ موجود ہوتا ہے، لیکن ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پاؤڈر کا حال اس سے مختلف ہے اس میں بہت محسوس ذائقہ ہوتا ہے، مسواک کا نہ اس پر اطلاق ہوتا ہے اور نہ مسواک کی سنت ادا کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے اس لئے کسی ضرورت شدیدہ

کے بغیر اس کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا، ہاں عذر کی بناء پر کیا جا سکتا ہے۔

(جدید فقہی مسائل ج (۱) ص ۱۰۲)

روزے میں قے کرنا

سوال:۔ قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر قے منہ بھر آئی اور ایک چنے کی برابر یا اس سے زائد جان بوجھ کر عمداً واپس لوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ قضاء فرض ہے کفارہ نہیں، اور اگر جان بوجھ منہ بھر کر کے قے کی تو اس صورت میں بہر حال روزہ فاسد ہو جائیگا۔ اگر چہ واپس نہ لوٹائے۔ البتہ منہ بھر کے قے نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۳ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۲۰)

قصداً قے میں کچھ منہ میں چلے جانا

اگر کوئی شخص قصداً قے کرے تو اگر منہ بھر کر نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا، جو قے قصداً آ جائے اور منہ بھر کر نہ ہو وہ اگر بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(علم الفقہ ج ۳ ص ۳۲)

اپنے آپ قے ہو جانا

آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سے قے ہوئی یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کر قے ہوگئی تو روزہ جاتا رہا، اور اگر اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا نیز تھوڑی سی قے آئی پھر خود بخود حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔ البتہ اگر قصداً لوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۰۲)

قے ہونے کے بعد قصداً کھانا

اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضاء واجب ہے، کفارہ واجب نہیں ہے (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۴)

☆☆

روزہ کی حالت میں سرمہ میں تیل جذب کرنا اور مشترک حصہ میں خشک چیز داخل کرنا

اگر کوئی شخص سرمہ تیل ڈالے یا سرمہ لگائے یا مرد اپنے مشترک حصے کے سوراخ میں کوئی خشک چیز داخل کرے اور اس کا سرا باہر رہے یا تر چیز داخل کرے اور وہ موضع حقنہ تک نہ پہنچے تو چونکہ یہ چیزیں جوف (اندرونی حصہ تک نہیں پہنچتی اس لئے روزہ فاسد نہ ہوگا نہ کفارہ واجب ہوگا۔ اور نہ قضاء اور اگر خشک چیز مثلاً روئی یا کپڑا وغیرہ مرد نے اپنی دبر اجابت کے سوراخ) میں داخل کی اور ساری اندر غائب ہوگئی یا تر چیز داخل کی اور وہ موضع حقنہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ اور صرف قضاء واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مرد اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی چیز مثلاً تیل یا پانی ڈالے خواہ پچکاری کے ذریعے سے یا ویسے ہی۔ یا سلائی وغیرہ داخل کرے اگرچہ یہ چیزیں مثانہ تک پہنچ جائیں، لیکن روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۶)

روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار

سوال:۔ کیا روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار جائز ہے؟

جواب:۔ یہ امور جائز ہے مگر جوان آدمی ایسا فعل روزے کی حالت میں نہ کرے جس میں خوف ہے کہ وہ جماع کی طرف راغب کردے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۲، بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۹۹)

روزے میں میاں بیوی دونوں کی شرمگاہوں کا مل جانا

سوال:۔ زید نے روزے میں دن میں بیوی سے پیار کیا یا بغل گیر ہوا، یا ایک نے دوسرے کی شرمگاہ کو ملایا جس سے شہوت پیدا ہوگئی پھر دونوں علیحدہ ہوگئے تو کیا روزہ ہوگیا؟

جواب:۔ اس صورت میں روزہ ہوگیا مگر جوان آدمی کو ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۷)

روزے میں مذی کا نکلنا

سوال:۔ روزے میں بیوی کے ساتھ پیار وغیرہ کرنے کیوجہ سے جوش سے مذی آجائے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ پیار وغیرہ کی وجہ سے جو پانی نکلتا ہے اس کو مذی کہتے ہیں اس سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا، البتہ منی کے نکلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر روزہ کو خطرہ ہو تو بوس وکنار جائز نہیں ہے، مکروہ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۴۱ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۲۳)

روزے میں محض دیکھنے سے انزال ہو جانا

محض دیکھنے سے یا خیال کرنے سے انزال ہو جائے (منی کا اخراج) اور یہ غیر ارادی طور پر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ احتلام سے نہیں ٹوٹتا، یعنی اگر کسی شخص کو محض شہوت انگیز چیز کے دیکھنے یا سوچنے سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۲۰)

سونے کی حالت میں منی کے خارج ہونے سے جس کو احتلام کہتے ہیں اگرچہ بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا دل میں خیال کرنے سے منی خارج ہو جائے جب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۶ بحوالہ قدوری ص ۴۵ وفتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۲۰۳)

صبح صادق ہوتے ہی بیوی سے الگ ہو گیا

کسی شخص نے بے سبب اس کے کہ اس کو روزہ کا خیال نہیں رہا یا ابھی کچھ رات باقی تھی اس لئے جماع (صحبت) شروع کر دیا، یا کچھ کھانے پینے لگا اور اس کے بعد جیسے ہی اس کو روزہ کا خیال آ گیا، یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً بیوی سے الگ ہو گیا، یا لقمہ کو منہ سے پھینک دیا، اگرچہ علیٰحدہ ہو جانے کے بعد منی بھی خارج ہو جائے جب روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۶ بحوالہ ردالمختار ج ا ص ۱۵۰)

رمضان میں جنابت کا غسل صبح کو کرنا

سوال:۔ رمضان میں غسل جنابت صبح کو کرنے سے روزہ میں تو کچھ نقصان نہیں آتا؟

جواب:۔ اس سے روزہ میں کچھ خلل اور خرابی لازم نہیں آتی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۴ بحوالہ درمختار ج ۲ ص ۱۳۸، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ)

روزہ میں رومال بھگو کر سر پر ڈالنا

سوال:۔ ایک شخص روزہ میں قصداً رومال بھگو کر اس لئے سر پر اوڑھتا ہے تاکہ روزہ میں تخفیف ہو۔ یہ فعل کیسا ہے، کیا یہ مکروہ ہے؟

جواب:۔ ابوداؤد کی روایت اور ردالمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۵ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۶، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ)

روزے میں تر کپڑا پہننا یا بار بار غسل کرنا

سوال:۔ روزے میں تر کپڑا پہننا اور تین چار مرتبہ غسل کرنا جائز ہے یا نہیں، اس سے روزے میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس سے روزے میں کچھ فرق نہیں آتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۷ بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۱۸۶)

گرمی کی وجہ سے روزے میں کلی کرنا

روزے میں گرمی کی وجہ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا منہ پر پانی ڈالنا، نہانا کپڑا پانی سے تر کر کے بدن پر ڈالنا، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۳۰)

روزہ میں خون نکلوانا

سوال:۔ روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکلوانا مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر ایسے ضعف و کمزوری کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی تو مکروہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۵)

چھٹا باب

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور صرف قضاء رکھنی پڑتی ہے، قضاء کس کو کہتے ہیں؟

روزے میں کھانا پینا اور جماع کا ترک کرنا فرض ہے، پس جب کوئی فعل اس فرض کے خلاف کیا جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ یعنی روزہ جاتا رہے گا، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز پیٹ میں پہنچائی جائے جس کے نافع ہونے کا خیال ہے خواہ غذا ہو یا دوا تو ایسی حالت میں روزے کی قضا ر رکھنا پڑے گی اور اس جرم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز قصداً نہ پہنچائی جائے بلکہ خود پہنچ جائے یا اس کے نافع نہ ہونے کا خیال ہو تو صرف روزے کی قضاء رکھنی پڑے گی۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جائے جس کی لذت جماع کی لذت کے برابر ہے تو قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے ورنہ صرف قضاء۔

حاصل یہ کہ روزہ کو فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے دوسرے وہ جن پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم آسان لفظوں میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے کچھ تو ایسی ہے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر روزہ کے بدلہ صرف ایک ہی روزہ رکھنا پڑے گا، اس کو شرع میں قضاء کہتے ہیں۔ اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کے بعد ایک روزہ قضاء کا اور دو مہینے کے مسلسل روزے مزید رکھنے پڑیں گے، اس کو کفارہ کہتے ہیں، جس کا بیان آئندہ باب میں آرہا ہے۔

یہاں پر قضاء کے مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔

کتاب الفقہ علی لمذاہب الاربعہ میں قضاء کا یہ اصول لکھا ہے

''جو چیزیں پیٹ میں اس طرح داخل ہوگئی ہو جس طرح اسکا پیٹ میں جانا شرعاً

تسلیم کیا گیا ہو مثلاً کسی شے کا ناک سے، منہ سے، کان سے، آگے پیچھے کی راہ سے یا زخم سے جو دماغ تک پہنچا ہوا ہو (داخل کرنا) اسی میں حقہ، سگریٹ نوشی اور تمبا کو اور نسوار وغیرہ کا استعمال بھی شامل ہے ان تمام سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۲۲)

قضاء روزہ رکھنے کا طریقہ

قضاء روزوں کا مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے، خواہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو یا کسی اور قسم کے روزوں کی قضاء کے روزوں کا عذر زائل ہوتے ہی رکھنا ضروری نہیں، اختیار ہے جب چاہے رکھے، نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ادا کے روزے بے قضاء روزوں کے رکھے ہوئے رکھ سکتا ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۹)

قضاء رکھنے کا مناسب طریقہ

کسی عذر سے روزہ قضاء ہو گیا تو جب عذر جاتا رہے تو روزہ جلدی ادا کر لینا چاہیئے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں قضاء روزوں میں اختیار ہے کہ لگاتار رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے رکھے۔ (جواہر الفقہ ج ا ص ۳۸۱)

چند سال کے قضاء روزوں میں سال کا مقرر کرنا ضروری ہے

روزے کی قضاء میں دن تاریخ مقرر کر کے قضاء کی نیت کرنا کہ فلاں دن تاریخ کے روزے رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضاء ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہیئے۔ البتہ اگر دو رمضانوں کے کچھ روزے قضاء ہو گئے اور دونوں سال کے روزوں کی قضاء کرنی ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح سے نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضاء رکھتا ہوں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۶ بحوالہ قدوری ص ۴۷)

قضاء رکھنے نہیں پائے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا

ابھی گذشتہ رمضان کے قضاء نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو خیر اب

رمضان کے ادا روزے رکھے عید کے بعد قضاء رکھے لیکن اتنی دیر کرنا بُری بات ہے۔
(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۶ بحوالہ قدوری ص ۴۷)

رمضان میں بے ہوش ہو جانا

رمضان کے مہینے میں اگر کوئی دن میں بے ہوش رہا تو بے ہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہا اتنے دنوں کی قضاء رکھے، جس دن بیہوش رہا اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ نیت کی وجہ سے درست ہو گیا، ہاں اگر اس دن روزہ ہی نہیں رکھا تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوائی ڈالی گئی اور حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضاء واجب ہے۔

اور اگر کوئی رات کو بیہوش ہوا تب بھی جس رات کو بیہوش ہوا اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بے ہوش رہے سب کی قضاء واجب ہے، ہاں اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوائی حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضاء رکھے۔ (بہشتی زیور ج ۳ ص ۶ بحوالہ قدوری ص ۴۰)

پورے رمضان بے ہوش رہنا

اگر کوئی پورے رمضان بے ہوش رہے جب بھی قضاء رکھنا چاہئے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہو گئے البتہ اگر جنون ہو گیا اور پورے رمضان دیوانگی رہی تو اس رمضان کے کسی بھی روزے کی قضاء واجب نہیں۔ اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہو گئی تو اب سے روزے رکھنے شروع کرے اور جتنے روزے جنون میں گئے ہیں انکی بھی قضاء رکھنی پڑے گی۔ اور اگر اس کو اپنے نیت کرنے یا نہ کرنے کا حال معلوم ہو تو پھر اپنے علم کے موافق عمل کرے، اگر نیت کرنے کا علم ہو تو اس دن کا روزہ قضاء نہ کرے، اور اگر نیت نہ کرنے کا علم ہو تو اس دن کا بھی روزہ قضاء کرے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۸)

جنون کی حالت میں روزہ

جنون کی حالت میں روزہ رکھنا معاف ہے۔ (یعنی قضاء فرض نہیں ہے سب معاف ہیں) اگر

ایسا جنون ہو کہ رات کو کسی وقت افاقہ نہ ہوتا ہو تو اس زمانہ کے روزوں کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی اور اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے خواہ رات کو یا دن کو تو پھر اس کی قضاء کرنی پڑے گی۔

جنون کے سبب سے جو روزے قضاء ہو گئے ہوں ان میں نہ قضاء کی ضرورت ہے نہ فدیہ کی۔ ہاں اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے تو پھر اسی دن کی قضاء ضروری ہے۔

(علم الفقہ ج ۳ ص ۳۸، ۳۹)

روزہ میں دھوئیں کا سونگھنا

اگر کوئی شخص قصداً خوشبو کی کوئی چیز جلا کر اس کا دھواں اپنی طرف لے گا اور اس کو سونگھے گا تو روزہ یاد ہونے کے باوجود دھوئیں کو داخل کرنا خواہ کسی بھی صورت سے ہو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ دھواں عنبر کا ہو یا اگر بتی جلا کر اس کا ہو، یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز کا ہو، کیونکہ روزہ دار کے لئے اس دھوئیں سے بچنا ممکن تھا، اور اگر کسی روزہ دار کے منہ یا حلق میں بلا قصد و بلا اختیار دھواں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچنا قطعاً ناممکن ہے اس لئے کہ اگر منہ بند کر لے تب بھی ناک کے ذریعے سے دھواں چلا جائے گا۔

اور روزے کی حالت میں مردہ کو دھونی وغیرہ کا مسئلہ اس میں شامل نہیں ہے یعنی اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پر دھونی دینا ہے، دھونی کا لینا نہیں ہے اور دھونی کا دینا الگ ہے۔

اس مسئلہ سے اکثر حضرات غافل رہتے ہیں اس بارے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

نوٹ:۔ یہ بات بھی سمجھ لینی ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مشک، گلاب، اور دیگر خوشبو کے سونگھنے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے کیونکہ محض خوشبو اور اس دھوئیں کے جو پکانے کے استعمال میں کیا جاتا ہے اس میں اور اس دھوئیں میں جو قصداً حلق میں داخل کیا جائے بہت بڑا فرق ہے۔

دھوئیں کے بارے میں مولانا تھانویؒ کا فتویٰ

اگر روزے دار کو ایسے فعل سے بچنا اور احتراز کرنا بغیر نقصان وحرج کے ممکن ہو جو اس کے حلق میں غبار یا دھوئیں کے داخل ہونے کا باعث ہو، باوجود اسکے اس فعل کو کرے تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۸)

لوبان سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا۔ صرف قضاء واجب ہے، البتہ عطر، کیوڑہ، گلاب کا پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ وہو درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱)

روزہ میں دوا سونگھنا

سوال:۔ م ٹلوس، ایک دوا ہے جو نوشادر اور چونا ملا کر بنتی ہے اسے شیشی میں بھر کر ناک سے لگا کر سونگھا جاتا ہے اس کی تیزی دماغ تک پہنچتی ہے اس کے سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا قضاء لازم ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ روزہ کے یاد ہوتے ہوئے حلق میں دھواں جائے، عنبر یا عود کا ہی کیوں نہ ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قضاء واجب ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۱۴۸ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۳۴، باب مایفسد الصوم)

روزہ میں بے اختیار منہ میں پانی چلا جانا

کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ درمختار ج ا ص ۱۵۰)

جماہی لیتے وقت منہ میں پانی یا برف چلا جانا

اگر کسی شخص کو جماہی آئی اور اس نے اپنا سر اُٹھایا اس کے حلق میں پانی کا قطرہ کسی پرنالہ وغیرہ سے ٹپک گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا صرف قضاء رکھے، اور اسی طرح سے اگر بارش کا پانی یا برف کسی کے منہ میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا صرف قضاء واجب ہوگی۔

نیز اگر کسی نے روزہ دار کی طرف کچھ پھینکا اور وہ اس کے حلق میں جا پڑے تو جب بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح نہاتے ہوئے اس کے منہ میں پانی چلا جائے جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کوئی روزہ دار سوتے ہوئے پانی پی لے تو اس کا بھی یہی ہے یعنی ان سب صورتوں صرف میں قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۷)

عمداً کھانسنے سے کوئی چیز حلق کے اوپری حصہ تک آجانا

عمداً کھانسنے اور کھنکارنے سے کوئی چیز معدہ سے حلق کے اوپری حصہ تک آجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بلغم کو اندر سے باہر نکال کر تھوک دینا اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ ایسا کرنے کی بار بار ضرورت پڑتی ہے، ہاں اگر وہ منہ میں آکر رک جائے اور اس کو نگل لیا جائے تو روزہ فاسد ہوجائیگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج اص ۹۲۳)

روزے میں خون کا حلق کے اندر چلا جانا

سوال:۔نکسیر کا خون حلق میں پہنچ کر پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟

جواب:۔اس سے روزہ ٹوٹ گیا۔صرف قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ص ۴۲۹)

روزہ میں مٹی کھانا

اگر کسی نے ایسی مٹی کھائی جس سے سر دھوتے ہیں تو روزہ فاسد ہوجائیگا، صرف قضاء رکھے، اور اگر اس مٹی کے کھانے کی اس شخص کو عادت ہے تو قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہونگے۔ (عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ص ۱۶)

روزے میں کنکر یا لوہے کا ٹکڑا کھانا

کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھائی جس کو نہیں کھایا کرتے، اور نہ کوئی اس کو بطور دوا کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہے، اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا، قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ص ۱۲)

روزہ رنگین دھاگہ منہ میں لیکر بٹنا

روزے کی حالت میں رنگین دھاگہ منہ میں لے کر بٹا تھوک میں اس کا رنگ آگیا تو

اس تھوک کو اگر وہ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء لازم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۱)

روزہ میں دانت داڑھ نکلوانا یا دوا لگانا

سوال:۔ روزہ میں دانت یا داڑھ نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شدید ضرورت کے تحت جائز ہے، اور بلا ضرورت مکروہ ہے اگر خون یا دوا پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب یا اس کے برابر ہو اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا (صرف قضاء واجب ہوگی)۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۶، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۰۷)

کیا دانت کا خون مفسدِ صوم ہے؟

سوال:۔ روزے کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا تو کیا روزہ کی قضاء واجب ہے یا کفارہ بھی؟

جواب:۔ خون کم مقدار میں ہو تھوک کا غلبہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا، ہاں اگر خون کی مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح خون تھوک سے زیادہ برابر ہو تب بھی روزہ فاسد ہو جائیگا۔ قضاء واجب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۸ بحوالہ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۱)

دانت میں پھنسی ہوئی چیز کا حکم

دانت کے درمیان پھنسی ہوئی چیز جس کو تھوکا یا نگلا جا سکتا ہے اس کا کھالینا بھی اسی حکم میں داخل ہے، یعنی اس سے روزہ جاتا رہیگا اگرچہ اس کی مقدار چنے سے کم ہو۔

(کتاب الفقہ علی لمذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۳۳)

ناک، کان اور آنکھ کے مسائل

سوال:۔ (۱) روزے میں کان اور آنکھ وغیرہ کے سوراخ میں کوئی شے مثلاً تیل یا عرق یا پانی وغیرہ یا کوئی خشک سفوف وغیرہ دوا کے طور پر ڈالنا، اور سر میں تقویت دماغ کے لئے تیل، عرق یا پانی وغیرہ ڈالنا کیسا ہے؟ (۲) پانی کے اندر ریح خارج کرنا، غوطہ لگانا اور غرغرہ کرنا کیسا ہے؟ (۳) سر پر کہیں لیپ لگانا، پیٹ پر یا اور کہیں گہرا زخم ہو تو اس پر مرہم،

عرق یا تیل وغیرہ دوا کے طور پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو روزہ دار مسئلہ جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے ان امور میں کسی کا مرتکب ہو جائے تو کس صورت میں قضاء اور کس صورت میں کفارہ ہوگا؟

جواب:۔ (۱) ناک، کان میں تر دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور خشک اگر چیز کا اندر تک پہنچنا یقینی ہے تو روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں (۲) آنکھ میں دوا ڈالنے اور سر میں تیل وغیرہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح پانی مذکورہ مقامات میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲) پانی میں ریح خارج کرنے اور غوطہ لگانے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، اور اگر پانی اندر تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ جس طرح سے استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنے سے اگر حقنہ میں پانی پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے صرف قضاء واجب ہوتی ہے اور غرغرہ کرنے میں اگر پانی حلق سے اتر گیا تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر حلق سے نیچے پانی نہ اترے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳) سر وغیرہ پر لیپ کرنا جائز ہے، اور اگر زخم سر یا پیٹ میں بہت گہرا اندر تک پہنچا ہوا ہو تو اس میں تر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور باقی زخموں پر دوا ڈالنا مفسد نہیں ہے، اور خشک دوا میں تفصیل مذکور ہے اور صورت مذکورہ میں سے جس میں روزہ فاسد نہیں ہوا، ان میں نہ قضاء ہے نہ کفارہ، اور جس میں فاسد ہو گیا ان میں قضاء ہے کفارہ نہیں، اگر عمداً ہو خواہ مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور اگر بھولے سے ہو تو روزہ باقی رہتا ہے، کیونکہ جب روزہ میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو ان صورتوں میں بھول کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ فاسد نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۱)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے (یعنی دیر تک کرنے) سے اگر پانی معدہ تک چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائیگا صرف قضاء واجب ہوگی۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۲)

روزے میں کان کے اندر تیل ڈالنا

کسی نے روزے میں کان میں تیل ڈالا یا ماس لیا (سونگھنی سونگھی) یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی (یعنی اجابت کی دوا کھائی نہیں بلکہ دوا دبر کے راستہ سے اندر

لے لی) تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالا جوہرہ نیرہ ج۱ ص ۱۴۵)

کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے کی وجہ

سوال:۔ روزہ دار کان میں تیل کیوں نہیں ڈال سکتا؟ جبکہ پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

جواب:۔ ہدایہ میں وجہ فرق یہ بیان کی ہے کان میں پانی کا پہنچنا یا پہنچانا بدن کی اصلاح کے لئے نہیں ہے بخلاف تیل کے۔ اور یہ بھی وجہ فرق کی ہوسکتی ہے کہ پانی سے بچنا دشوار ہے اور اس میں ضرورت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۸)

روزہ میں کان سلائی وغیرہ سے کھجانا

کسی تنکے وغیرہ کو لے کر کان کے اندرونی حصہ میں داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ کان کا اندرونی حصہ شرعاً پیٹ کے حکم میں داخل ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ ص ۹۲۲)

نوٹ:۔ یہ حکم اندرونی حصے کا ہے لیکن اکثر باہر کے حصہ میں ہی کھجایا جاتا ہے جس کے بارے میں مظاہر حق جدید میں مسئلہ درج ہے:

"تنکے سے کان کھجلایا اور تنکے پر کان کا میل ظاہر ہوا، اور پھر اس تنکے کو کان میں ڈالا اور اسی طرح کئی مرتبہ کیا تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوا۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۱۷)

منہ، کان، ناک، مقعد، فرج، شکم (پیٹ) اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے روزے کو توڑنے والی چیزیں جوف معدہ یا دماغ تک پہنچ جائیں تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کان میں ڈالی ہوئی دوا اور تیل دماغ میں براہ راست یا بالواسطہ معدہ میں پہنچنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۷ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۱۳۳)

روزے میں صبح کے وقت رات سمجھ کر جماع کرنا

سوال:۔ ایک شخص سردی کے رمضان میں رات کو سحری کی نیت سے لیٹ گیا، آنکھ کھلی تو رات کے خیال سے بیوی سے جماع کرلیا باہر آکر دیکھا تو صبح ہوگئی تھی۔ پس ان

دونوں نے اس خیال سے کہ روزہ نہیں ہوا پانی پی لیا، اس صورت میں کفارہ ہے یا صرف قضاء اور اگر پانی نہ پیتے تو ان پر کفارہ ہوتا یا قضاء؟

جواب:۔ جب رات کے گمان سے جماع کیا اور بعد میں صبح کا ہونا معلوم ہوا تو یہ روزہ صحیح نہیں ہوا لیکن تمام دن کھانا پینا نہ چاہئے اور کفارہ لازم نہ آئے گا۔

اور اگر دن میں پانی پی لیا تو رمضان کی تعظیم کا تارک ہوا کفارہ لازم نہیں ہے۔ قضاء ہر صورت میں ہے خواہ پانی پیا ہو یا نہ پیا ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۱)

روزے میں مردہ عورت سے جماع کرنا

کسی نے مردہ عورت سے یا ایسی کم سن نابالغ بچی سے جس کے ساتھ عموماً جماع کی رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا، یا کسی سے بغلگیر ہوا اور بوسہ لیا، یا جلق کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی خارج ہوگئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا، کفارہ واجب نہ ہوگا، صرف قضاء واجب ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ا ص ۱۰۴ بحوالہ شرح وقایہ ج ا ص ۲۶۲)

روزے میں پیار کرنے کی وجہ سے انزال ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص نے ماہِ رمضان میں دن میں اپنی بیوی کو پیار کیا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا (منی خارج ہوگئی) اس صورت میں شرعی کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس صورت میں صرف اس روزے کی قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا، مگر اسی کے ساتھ رمضان کا احترام ضروری ہے اس کے بعد دن میں کچھ کھائے پیئے نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۷، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۲)

روزے میں بیوی سے بغلگیر ہونے پر انزال ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے بغلگیر ہوا کچھ دیر تک اسی حالت میں رہنے کے بعد انزال ہو گیا اس روزے کا کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء؟

جواب:۔ اس صورت میں محض اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

بیوی کے پاس صرف بیٹھنے سے انزال ہو جانا

سوال:۔ایک شخص رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھا اور کمزوری کی وجہ سے اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ بھی آئیگا؟

جواب:۔اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھے اور کمزوری کی وجہ سے اس کو انزال ہو جائے تو اس صورت میں اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص ۴۲۴، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۲)

مباشرت فاحشہ کا حکم

مباشرت فاحشہ یعنی شرمگاہوں کا آپس میں ملانا (بغیر دخول کے) اس صورت میں اگر انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں ہوگا، اسی طرح بوسہ لینے اور چھونے سے انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضاء واجب ہوگی۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۳)

کیا ہاتھ سے منی نکالنا مفسد صوم ہے

سوال:۔اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ہاتھ سے منی زائل کرے تو روزہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوتی ہے پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ فعل بہت برا ہے اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص ۴۱۷، بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۱۴۲)

پاخانے کے راستے کانچ نکلنا

سوال:۔اگر کسی کی کانچ نکل آئے پاخانے کے مقام سے نکل آتی ہے، اور اس کو تر کر کے چڑھائے تو اس سے روزہ ہو گیا یا نہیں؟

جواب:۔روزہ فاسد ہو جائیگا، کانچ کو تر کر کے چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے کہ یہ مقام حقنہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۹، ۴۳۰ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۰۸)

استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا

اگر کسی نے انگلی کو پانی یا تیل میں تر کر کے اپنی مقعد میں ڈالا یا استنجاء کرنے میں پانی اندرونی حصے میں پہنچ گیا تو روزہ اس وقت فاسد ہوگا جب مقعد (پاخانے کے مقام) میں ڈالی جانے والی چیز حقنہ تک پہنچ جائے۔ (یعنی جہاں پر پچکاری وغیرہ کے ذریعے دوا پہنچائی جاتی ہے۔اور یہ اس وقت نہیں ہوسکتا جب تک ارادہ اور کوشش کے ساتھ نہ کیا جائے۔ (اگر ایسا ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء لازم ہوگی)۔

اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ مقعد میں کوئی کپڑے کی دھجی یا لکڑی ڈالی (یعنی حقنہ کی طرح) اور اس کا سرا کچھ بھی باہر نہ رہے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔اور اگر اس کا کچھ حصہ باہر رہا ساری اندر نہیں گئی تو روزہ فاسد نہ ہوگا، اسی طرح اگر کسی عورت نے اپنی انگلی تیل یا پانی سے تر کر کے یا حقنہ کی لکڑی وغیرہ شرمگاہ کے اندر پوری داخل کر دی تو ان سب صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج اص ۹۱۸)

روزہ میں حُقّہ پینا

سوال:۔ روزے میں حقہ پینے سے قضاء لازم آتی ہے یا کفارہ بھی؟

جواب:۔ حقے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے صرف قضاء لازم آتی ہے، اور بعض صورتوں میں کفارہ بھی لازم آتا ہے۔ مثلاً اس نے نفع بخش سمجھ کر پیا تھا تو کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہوں گے ورنہ صرف قضاء (یہی حکم بیڑی سگریٹ وغیرہ کا ہے)۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲ص ۴۱۹، بحوالہ ردالمختار ج ۲ص ۱۳۳)

بغیر سحری کے روزے کو پیاس کیوجہ سے توڑ دیا

سوال:۔ تراویح کے بعد روزے کی نیت کر کے سو گئے تھے سحری کے وقت آنکھ نہ کھلی صبح کو زبان خشک تھی پیاس کی وجہ سے معلوم ہوا کہ آج روزہ بغیر سحری کے پورا نہیں ہوسکتا ایک روزہ ہم نے چھوڑ دیا، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کو نیز اس کے گھر والوں کو اگر

ظن غالب تھا کہ روزہ پورا نہ کرسکیں گے اور مرض یا ہلاکت کا خوف تھا تو اس صورت میں ان پر صرف اسی روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں، اور یہ سب قیود اس وقت ہیں کہ روزے کی نیت کرلی ہو، اور اگر روزہ کی اس دن نیت نہ کی ہو تو بھی قضاء واجب ہے کفارہ تو جب ہی ہوگا جب بغیر خوف کے عمداً روزہ کی نیت کر کے توڑ دے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۷، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۹)

بھوک و پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

جس شخص کو بھوک کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے گی، یا عقل میں فتور آجائے گا تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر نیت کر لینے کے بعد ایسی حالت پیدا ہو جائے تب بھی اس کو اختیار ہے کہ روزہ توڑے گا تو صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں ہوگا، اور یہی حکم پیاس کی شدت میں ہے کہ روزہ نہ رکھنا یا رکھے ہوئے کو توڑ دینا جائز ہے، بشرطیکہ پیاس کی شدت اس درجہ کی ہو جس درجہ کی بھوک میں شرط لگائی گئی ہے (علم الفقہ ج ۳ ص ۴۱)

ملازم کا کام کی شدت سے روزہ توڑ دینا

سوال:۔ زید فوج میں ملازم ہے روزے کی حالت میں افسر نے دھوپ میں کام کرنے کا حکم دیا، جس سے اس کی صحت خراب ہونے کا اندیشہ تھا، یہاں پر دوا نہیں ملتی دوا کے لیئے دوا کے لیئے دور جانا پڑتا ہے اس لیئے روزہ توڑ دیا، زید مسئلہ سے ناواقف تھا اس لیئے اس نے روزہ توڑ دیا تو اب شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ اگر شدت پیاس وغیرہ سے ہلاکت یا مرض کا اندیشہ تھا تو کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۲، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸)

آتش زدگی کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال:۔ گاؤں میں رمضان المبارک میں سخت آگ لگی بعض مرد اور عورتوں نے روزے توڑ دے تو ان کے لیئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر اس آتش زدگی میں شدت بھوک و پیاس یا خوف جان کی وجہ سے روزہ توڑا تو

ان پر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۴۴۵)

غروب آفتاب سمجھ کر افطار کرلیا، بعد میں سورج نظر آ گیا

سوال:۔ رمضان شریف میں بہت گھٹا تھی، اور یہ سمجھ کر کہ افطار کا وقت ہو گیا یعنی سورج غروب ہو گیا افطار کرلیا، افطار کرنے کے بعد سورج نکل گیا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں، اور کچھ گناہ بھی نہیں ہوا مگر روزے کی قضاء لازم ہے، ضرور کرنی چاہیئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۴۳٦، بحوالہ ہدایہ ج ا ص ۲۰۷)

صبح صادق کے وقت دودھ پی لینا

سوال:۔ اگر کوئی شخص صبح صادق کے وقت دودھ پی کر روزہ رکھ لے تو اس پر روزے کی قضاء ہے یا کفارہ؟

جواب:۔ اگر رمضان شریف کا روزہ ہے اور صبح صادق ہو جانا اس کو معلوم ہے پھر دودھ پیا ہے۔ تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور اگر اس کو صبح صادق کا ہونا معلوم نہ تھا اور اس نے یہ سمجھ کر سحری کھائی کہ ابھی صبح نہیں ہوئی تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۴۳۹، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۷، و ۱۴۹ باب ما یفسد الصوم)

نفل روزے کا نیت کے بعد واجب ہو جانا

جو نفل روزہ قصداً شروع کیا گیا ہو، شروع کرنے کے بعد اس کا تمام کرنا ضروری ہے فاسد ہونے کی صورت میں اس کی قضاء ضروری ہے، خواہ قصداً فاسد کرلے یا بلا قصد فاسد ہو جائے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۴۱)

بھولے سے کھانے دو صورتیں

ایک شخص کو روزے کا خیال نہ رہا، جس کی وجہ سے اس نے کچھ کھا پی لیا، یا جماع کر لیا بعد میں روزے کا خیال آیا اور سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اس خیال سے پھر قصداً کچھ کھا پی لیا

تو اس کا روزہ اس صورت میں فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء واجب ہوگی، اور اگر وہ مسئلہ جانتا ہے پھر بھول کر ایسا کرنیکے بعد عمداً روزہ توڑے تو اب بعد میں جماع کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور محض کھانے کی صورت میں اس وقت بھی صرف قضاء ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۴ بحوالہ شرح التنویر ص ۱۵۰)

قے اور احتلام ہونے کے بعد عمداً کھانا

کسی کو بے اختیار قے ہوگئی یا احتلام ہو گیا یا صرف عورت وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہوگیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا پھر اس نے عمداً کھا پی لیا تو روزہ فاسد ہوگیا صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے نہیں ٹوٹتا پھر عمداً افطار کیا تو اب جماع کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہوگا، اور صرف کھانے کی صورت میں قضاء لازم ہوگی۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۴، بحوالہ شامی ج ۱ص ۱۴۰)

قضاء کے چند مسائل

(۱) کوئی مسافر بعد نصف النہار مقیم ہو جائے۔ (۲) کسی عورت کا حیض یا نفاس بعد نصف النہار بند ہو جائے۔ (۳) بعد نصف النہار کسی مجنون یا بے ہوش کو افاقہ ہو جائے (۴) کوئی مریض بعد نصف النہار اچھا ہو جائے۔ (۵) کسی نے بحالت اکراہ روزہ فاسد کر دیا ہو، اور بعد نصف النہار اس کی مجبوری جاتی رہے (۶) کوئی نابالغ، بعد نصف النہار بالغ ہو جائے (۷) کوئی کافر بعد نصف النہار اسلام لائے تو ان سب لوگوں کو باقی دن میں روزے داروں کی طرح کھانے پینے سے اجتناب کرنا مستحب ہے، اور اس دن کی قضاء ان پر واجب ہوگی، علاوہ نابالغ اور کافر کے۔ (علم الفقہ حصہ ۳ص ۴۱)

روزہ ٹوٹنے کے بعد کا حکم

رمضان شریف میں اگر کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں، سارے دن روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ص ۱۳ بحوالہ ہدایہ ج ۲ص ۳۰)

ساتواں باب

جن چیزوں سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس نے بغیر کسی مجبوری یا بیماری کے رمضان کا روزہ چھوڑ دیا اگر زندگی بھر روزے رکھے تب بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

آپ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب روزے کی قضاء نہیں ہوسکتی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو انعام واکرام اور ثواب رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا ہے وہ بعد میں ہرگز نہیں ملتا ہے اپنے وقت پہ کام کرنے میں کچھ بات ہی اور ہے۔

قضاء کے مسائل (جن میں روزہ فاسد ہونے کی بناء پر ایک روزے کے بدلے صرف ایک ہی روزہ رکھنا پڑتا ہے) گزشتہ باب میں آچکے ہیں اب یہاں ان صورتوں کا تذکرہ ہے جن میں روزہ کے فاسد ہونے پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

کسی نے روزہ رکھ کر بغیر کسی مجبوری کے جان بوجھ کر توڑ دیا تو اس نے سخت غلطی کی اور حقوق اللہ تعالیٰ کی خلاف ورزی کی، اب اس کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور معافی کی صورت یہ ہے کہ ایک روزے کے بدلے ایک روزہ رکھے اور ایک غلام آزاد کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہونے کی وجہ ممکن نہ ہو۔ پھر آخری صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا ساٹھ آدمیوں کو ایک ایک فطرہ کی قیمت دے، یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کفارہ صرف اسی وقت آتا ہے جب رمضان کا روزہ رمضان ہی کے مہینے میں جان بوجھ کر توڑ دیا جائے اور اگر رمضان کے مہینے کے علاوہ اور دنوں کا روزہ ہو یا رمضان کی قضاء کا روزہ ہی کیوں نہ ہو اس کو توڑ دیا جائے تو صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جب کسی شبہ سے روزہ فاسد کیا جائے تو کفارہ واجب نہ ہوگا، اس لیئے کفارہ ایک قسم کی سزا ہے اور سزا کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو دیدہ ودانستہ خلاف ورزی کرے۔

صرف دو باتوں سے قضاء اور کفارہ واجب ہوتا ہے

حنفیہؒ کے نزدیک دو باتیں ہیں جن سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔
اوّل یہ کہ بغیر کسی عذرِ شرعی کے کوئی غذا جیسی کوئی چیز استعمال کی جائے یعنی کھائی جائے یا پی جائے۔ اور وہ ایسی ہو کہ اس کی جانب طبیعت راغب ہو، اور پیٹ کی طلب پوری کی جائے،
دوم یہ کہ اس سے خواہش نفسانی پوری کی جائے۔

پھر ان دونوں صورتوں میں قضاء مع کفارہ واجب ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں:۔

پہلی شرط یہ ہے کہ رمضان کا روزہ توڑ گیا ہو اگر رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ ہو مثلاً قضائے رمضان کا، یا نذر کا روزہ یا کفارے کا روزہ، یا نفلی روزہ تو اس میں کفارہ واجب نہ ہوگا، بعض صورتوں میں قضاء لازم آئے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روزہ قصداً توڑا گیا ہو، اگر بھولے سے یا غلطی سے یا کسی عذر سے مثلاً مرض لاحق ہو جانے سے یا سفر پیش آجانے کی وجہ سے روزہ توڑا تو صرف قضاء واجب ہوگی۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۰۶، ۹۱۳)

کفارے کے لیے روزے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

وہ شخص جس میں روزہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں، رمضان کے اس ادا روزے میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عمداً منہ کے ذریعے پیٹ میں کوئی ایسی چیز پہنچا دے جو انسان کی غذا یا دوا میں استعمال ہوتی ہو، یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع یا لذت مقصود ہو، اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو، گو وہ بہت کم مقدار میں ہو حتی کہ ایک تل کے برابر ہو، یا جماع کرے یا کرائے (لواطت بھی اسی حکم میں ہے) جماع کے وقت عضو مخصوص سُپاری کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا نکلنا شرط نہیں ہے۔

ان سب صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع (صحبت) ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو، بہت کم عمر لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے۔ (درمختار ج ۱ ص ۱۵۱)

نیت پر ہی کفارہ ہے

کسی نے رمضان شریف میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی اس لیئے کھا پی رہا ہے، اس پر کفارہ واجب نہیں، کفارہ جب ہی ہے کہ نیت کر کے روزہ توڑ دے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲، بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۴)

صحبت کرنے سے کفارہ واجب ہونا

صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسکی قضاء بھی رکھے اور کفارہ بھی جب مرد کے عضو خاص کی سُپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے نیز اگر مرد نے پاخانے کی جگہ اپنا عضو کر دیا اور اس کی سُپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت اور مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا، قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۷۰، بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۵۱)

روزے میں اغلام بازی

سوال:۔ اگر کسی نے روزے کی حالت میں اغلام بازی کی اور عضو مخصوص کی سُپاری اندر چلی گئی، لیکن انزال نہ ہوا تو رمضان شریف کے روزے کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ لواطت کرنے میں جب کہ حشفہ غائب ہوگیا اگر چہ منی نہ نکلے، یعنی انزال بھی نہ ہو تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۸)

ایک غلط مسئلہ کی اصلاح

سوال:۔ مرد اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے اور پھر باہر نکال کر دیکھے کہ اگر وہ خشک ہے تو روزہ نہیں ٹوٹا، یہ مسئلہ ایک مولوی صاحب نے بیان کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ مرد کے مخصوص حصے کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل ہوگئی تو مرد اور عورت دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا دونوں پر قضاء اور کفارہ لازم ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۷)

جماع میں عاقل ہونا شرط نہیں

جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں یہاں تک اگر ایک مجنون ہو دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہے مثلاً مرد عاقل ہو اور عورت مجنون تو مرد پر یا بالعکس ہو تو عورت پر کفارہ لازم ہوگا۔ اگر عورت جماع کرائے تو کفارہ واجب ہونے کے لئے مرد کا بالغ ہونے کا شرط نہیں ہے حتی کہ اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی عورت کو قضاء اور کفارہ دونوں کا حکم ہے۔ (علم الفقہ ج۳ص۲۸)

اگر عورت جماع کرانے پر راضی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر زبردستی مجبور تھی تو صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا، اور اگر ابتداء میں زبردستی تھی پھر رضامند ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یعنی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہونگے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج۲ص۲۰ کتاب الصوم)

دن میں صحبت کرنا کیسا ہے اور رات میں کب تک اجازت ہے

سوال:۔(۱) رمضان میں مرد اپنی بیوی کے پاس صحبت کے لیئے آئے تو کس قدر گناہ ہے اور کفارہ کیا ہے؟ (۲) اور رات کے وقت کب سے کب تک صحبت کر سکتا ہے؟ (۳) اور کس وقت غسل کرنا چاہیئے؟

جواب:۔(۱) دن میں بیوی سے صحبت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس صورت میں کفارہ مع قضاء کے واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ساٹھ روزے متواتر رکھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔

(۲) صحبت رات میں غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق سے پہلے پہلے تک کرنا درست ہے۔ (۳) غسل جنابت (ناپاکی کا غسل) صبح کے بعد بھی کر سکتا ہے۔

(نمبر۱ کا حوالہ ملاحظہ ہو، فتاویٰ دارالعلوم ج۶ص۴۴۲، بحوالہ ردالمختار ج۲ص۱۴۷)

(نمبر۲ کا حوالہ ملاحظہ ہو، قرآن مجید سورۃ البقرہ پارہ۲ رکوع(۷)

(نمبر۳ کا حوالہ ملاحظہ ہو: ردالمختار ج۱ص۱۳۸)

تیسویں رمضان کو چاند دیکھ کر افطار کر لینا

سوال:۔ تیسویں رمضان کو ظہر کے بعد چاند دیکھے تو روزہ توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص روزہ توڑے تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ؟ اور اگر زوال سے پہلے چاند دیکھے تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہ چاند تو اگلی رات کا ہے لہٰذا روزہ توڑنا درست نہیں؟ قضاء اور کفارہ اس پر واجب ہے، بعد زوال تو باتفاق رائے ائمہ ثلاثہ قضاء اور کفارہ واجب ہے، اور زوال سے پہلے چاند دیکھنے میں امام اعظم اور امام محمدؒ قضاء و کفارہ واجب فرماتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۴۲۴، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۳۰ کتاب الصوم)

چھپ کر مسلمان ہونے والے کا روزہ توڑ دینا

سوال:۔ ایک ہندو باطن میں اسلام لے آیا چنانچہ رمضان کے روزے بھی رکھے، راز کھلنے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، پھر کھلم کھلا مسلمان ہو گیا اس پر کفارہ لازم آئیگا یا نہیں؟

جواب:۔ جب کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا اور تمام احکام اسلام کو قبول کر لیا تو وہ عنداللہ مسلمان ہو گیا اگر چہ لوگوں پر اس کا اسلام ظاہر نہ ہوا ہو، پس اگر رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اس نے توڑ ڈالا تو کفارہ اس پر لازم آئے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۴۲۵، بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۱۵۲ کتاب الصوم)

محبوب کا تھوک نگلنے پر کفارہ

اگر کوئی دوسرے کا تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہ ہوگا، اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لگا کر پھر نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ صرف قضاء آئے گی لیکن اگر محبوب کا تھوک ہے تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

(عالمگیری اُردو ج ۲ ص ۱٦، کتاب الصوم)

بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹنے پر حکمِ شرعی

اگر کوئی شخص روزے میں کسی بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹ لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اور قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۳، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۸ باب مایفسد الصوم ومالا یفسد الصوم)

کچے چاول یا کچا گوشت کھالینا

سوال:۔ ایک شخص نے روزے کی حالت میں جان بوجھ کر کچا گوشت یا کچا چاول کھالیا تو اس پر قضاء واجب ہے یا کفارہ؟

جواب:۔ جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھانے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۲، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۸)

روزے میں عمداً حقّہ پینا

جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں وہ روزے کی حالت میں عمداً حقّہ پئیں تو ان پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، اس طرح اگر کوئی ایسا شخص جو اگر چہ حقے کا عادی نہیں ہے لیکن کسی فائدے کے لیئے روزے میں عمداً حقہ پئے تو اس پر بھی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۵، بحوالہ شرح التنویر ج ۱ ص ۱۴۹)

باب (۸)

کفارے کے مسائل

کفارہ کس کو کہتے ہیں؟

کفارے کے روزے کئی قسم کے ہوتے ہیں یہاں ہم صرف رمضان کے کفارہ کو بیان کرتے ہیں۔ ایک روزے کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے اگر یہ ممکن نہ ہو (خواہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یا اس مقام پر غلام نہ ملنے کی بناء پر) تو ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے اگر کسی وجہ سے ساٹھ روزے بھی نہ رکھ سکے۔ تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا واجب ہے اور ان ساٹھ روزوں کا مسلسل رکھنا واجب ہے درمیان میں ناغہ نہ ہونے پائے اور اگر کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے پچھلے روزوں کا اعتبار نہ

ہوگا۔ ہاں اگر کسی عورت کو حیض آجائے۔ اور اس وجہ سے درمیان میں روزے ناغہ ہو جائیں تو اسے یہ ناغہ معاف ہوگا اور حیض کے بعد صرف اتنے روزے رکھنے ضروری ہوں گے جتنے باقی رہ گئے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے قضاء کے روزے رکھے جائیں، اس کے بعد مسلسل کفارہ کے روزے رکھے جائیں اگر کوئی پہلے کفارہ کے روزے رکھ لے اور اس کے بعد قضاء کے روزے رکھے تب بھی جائز ہے۔

جماع کے علاوہ اگر کسی وجہ سے کفارہ واجب ہوا ہو، اور ابھی ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ اس پر دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لیئے ایک ہی کفارہ واجب ہے، اگر چہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں۔ ہاں جماع کے سبب جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں ہر ایک کا کفارہ علیحدہ رکھنا ہوگا۔ اگر چہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔ اگر کوئی کفارے کے تینوں طریقوں پر قادر ہو یعنی غلام آزاد کر سکتا ہو، ساٹھ روزے بھی رکھ سکتا ہو، ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتا ہو تو اسمیں سے جو طریقہ اس پر شاق گزرتا ہو، اسے اس کا حکم دینا چاہئے، اس لیئے کہ کفارے سے مقصود زجر و توبیخ اور تنبیہ ہے اس لیئے ظاہر ہے کہ آسان صورت اختیار کرنے میں اسے کوئی تنبیہ نہ ہوگی۔

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں کہ اگر بادشاہ پر کفارہ واجب ہو تو اس کو غلام کے آزاد کرنے یا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کا حکم نہ دینا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں اس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں اور ان سے اسے کچھ تنبیہ نہ ہوگی۔ بلکہ ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دینا چاہئے کہ اس پر گراں گزرے اور آئندہ پھر رمضان کے روزے کو اس طرح فاسد نہ کرے (علم الفقہ سوم ص ۴۰)

ایک شرط یہ بھی ہے کہ ساٹھ محتاجوں کو دو وقت پیٹ بھر کھلانا واجب ہے اس طرح چاہے تو انہیں ایک ہی دن دو وقت یعنی صبح و شام کھلا دے چاہے دو دن صبح کے وقت یا دو دن شام کے وقت یا عشاء و سحر کے وقت کھلا دے مگر شرط یہ ہے کہ جن محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے، دوسرے وقت بھی اُن محتاجوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے ایک وقت ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور پھر دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ محتاجوں کو کھلایا تو یہ کافی نہ

ہوگا۔ بلکہ کفارہ اُسی وقت ادا ہوگا جب ان دونوں جماعتوں میں کسی ایک جماعت کو پھر دوبارہ ایک وقت اور کھانا کھلائے، ہاں اگر کوئی شخص ایک محتاج کو مسلسل ساٹھ روز تک کھانا کھلائے یا مسلسل ساٹھ روز تک ہر روز نئے محتاج کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کفارہ ادا ہو جائے گا اگر کوئی شخص ایک ہی روز ساٹھ یا ان سے کچھ کم محتاجوں کے کھانے کے بقدر کسی ایک محتاج کو صدقہ دے دیں تو اس سے ان سب کا حصہ ادا نہ ہوگا بلکہ ایک ہی محتاج کا ادا ہوگا۔

جن محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے ان کا بھوکا ہونا بھی ضروری ہے اگر پیٹ بھروں کو کھلایا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ بھوکوں کو دوبارہ کھلانا ضروری ہوگا۔

(مظاہر حق جدید جلد ۲ قسط ۵ ص ۱۲)

نوٹ:۔ یہ تمام شرائط وقیود اس لیئے ہیں کہ لوگ رمضان کے روزے کا احترام کریں۔ اور اسے بلاوجہ توڑنے کی ہمت نہ کریں۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

کفارے کی کل قیمت ایک فقیر کو دے دینا

روزہ کے کفارے میں ایک محتاج کو ایک دن میں زیادہ سے زیادہ ایک ہی دن کا فدیہ ادا ہوگا اور یہی حکم "قسم" کے کفارہ کا ہے اس میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس روز تک کھانا کھلانا ضروری ہے، اب اگر ایک فقیر کو زیادہ مقدار میں دے دیا تو وہ ایک ہی دن کا ہوگا، زیادہ شمار نہ ہوگا، البتہ شیخ فانی (جس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) رمضان کے پورے روزوں کا فدیہ ایک ہی محتاج کو دینا چاہے یا ایک ایک محتاج کو کئی کئی روزوں کا فدیہ دے تو یہ جائز ہے۔ اس طرح اس کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن کفارہ کا حکم مختلف ہے روزے کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کا کھانا یا اناج یا نقد دینا، یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دینا ضروری ہے ایک مسکین کو ایک دن سے زیادہ دینے میں ایک دن کا ہی ادا ہوگا غرض کفارہ میں تعدادِ فقراء کا یا تعدادِ ایام کا ہونا ضروری ہے اور فدیہ میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۱ ج ۶ بحوالہ رد المحتار ص ۱۶۳ ج ۲ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دے دیا تو درست نہیں اس طرح ایک ہی فقیر کو ایک دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا۔ ایک

کم ساٹھ (۵۹) مسکینوں کو پھر دینا چاہیئے، اس طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے۔ یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے میں دیا جائے، زیادہ دینا درست نہیں، نیز اگر کسی فقیر کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

(بہشتی زیور ص ۱۶ حصہ ۳، بحوالہ ردالمختار ص ۲۵۰ ج (۱)

قصداً روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم

سوال :۔ فقہ کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ رمضان شریف میں بلا عذر شرعی روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ واجب ہے تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ قضاء اور کفارہ کے مجموعی طور پر روزے رکھے یا کفارہ وقضاء ایک ساتھ ساٹھ روزے رکھنے سے دونوں ادا ہو جائیں گے؟

جواب :۔ رمضان شریف کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہوتے ہیں یعنی ایک روزہ قضاء کا اور ساٹھ روزے کفارہ کے واجب ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۹ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۷، ۱۴۹ باب مایفسد الصوم)

کفارے کے ۶۰ روزے

سوال :۔ کفارے کے روزے کیا دو ماہ ہیں جو اٹھاون یا ساٹھ، یا انسٹھ دن بھی ہو سکتے ہیں؟ تو کیا ساٹھ دن پورے کرنے ضروری ہیں؟

جواب :۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کیے تو چاند کے حساب سے دو ماہ پورے کرلے، دونوں کا اعتبار ہے، اور اگر پہلی تاریخ سے شروع نہیں کیے تو ساٹھ پورے کرلے۔ (احسن الفتاویٰ (پاکستان) ج ۴ ص ۴۵۰ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۶۳۱)

اگر چاند دیکھ کر رمضان کے کفارے کے روزے رکھے جائیں تو ساٹھ روزے پورے کرنا ضروری نہیں بلکہ پورے دو مہینے کے روزے رکھنا کافی ہے، خواہ ساٹھ سے کم ہوں۔ (کفایت المفتی ج (۴) ص ۲۲۸)

اگر یہ روزے قمری تاریخ مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیے گئے تو پورے دو قمری مہینوں کے روزے رکھنا چاہیئے، اور اگر یہ روزے قمری مہینے کے درمیان سے شروع کیے گئے

تو اس مہینے کو پورا کر کے اگلے پورے ماہ کے روزے رکھنا اور پھر تیسرے ماہ میں اتنے دن کے روزے رکھنا چاہئے کہ پہلے مہینے کے دن ملا کر پورے (۳۰) دن ہو جائیں۔
(کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۴)

کفارے میں تسلسل ضروری

ضروری ہے کہ دو ماہ کے روزے مسلسل ہوں، اگر ایک دن کا روزہ بھی رہ گیا، خواہ اس کا کوئی شرعی عذر ہو مثلاً سفر در پیش آجائے تو روزے رکھے گئے وہ نفل ہو جائیں گے۔ اور پھر از سرِ نو روزے رکھنے ہوں گے، کیونکہ روزوں کا تسلسل ضروری تھا اور وہ پورا نہیں ہوا۔

اور اگر کوئی شخص شدید تکلیف وغیرہ کے باعث روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو (دونوں وقت پیٹ بھر کر) کھانا کھلائے (واضح رہے کہ) کفارہ جو فرض ہے اس میں ساٹھ روز ایسے محتاجوں کو کھلانا واجب ہے جو کفارہ دینے والے کے اپنے خاندان کے لوگ نہ ہوں، اور خاندان سے مراد یہ ہے کہ جس کا نفقہ اس پر واجب ہے، مثلاً اس کے باپ دادا، وغیرہ یا بیٹے پوتے اور بیوی وغیرہ نہ ہوں (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۴۱)

کھانا کھلانے میں تسلسل کی ضرورت نہیں

اگر ساٹھ دن تک کھانا نہیں کھلایا بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں یہ بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۸ ج (۳) بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۰۶)

کھانا کھلانے میں تسلسل کی ضرورت نہیں، متفرق ایام میں کھلانے سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستان ص ۴۴۱ ج (۴)

حیض کی وجہ سے کفارے کا تسلسل ضروری نہیں

رمضان شریف کے روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے لگا تار رکھے، تھوڑے کر کے روزے رکھنا درست نہیں، اگر کسی نے بیچ میں ایک دو روزے نہیں رکھے تو اب پھر نئے سرے سے روزے رکھے، ہاں اگر عورت کے حیض کی وجہ سے کچھ روزے چھوٹ جائیں تو وہ معاف ہیں ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن

پاک ہونے کے فوراً بعد پھر سے روزے رکھنے شروع کردے اور ساٹھ روزے پورے کر لے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم صفحہ ۱۵، بحوالہ شامی ص ۱۵۰ ج ۲)

احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۴۲ میں ہے؛ ماہواری کی وجہ سے کفارے کے روزہ میں فصل مضر نہیں ماہواری ختم ہوتے ہی فوراً روزے شروع کردے، اسی طرح ساٹھ روزے پورے کرلے، اگر ماہواری ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی ناغہ کیا تو نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے۔

نفاس کی وجہ سے کفارہ صحیح نہ ہوگا

نفاس (بچہ کی ولادت کے بعد آنے والے خون) کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے اور وہ لگاتار روزے نہیں رکھ سکی تو اس کا کفارہ صحیح نہ ہوگا اسے سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔ (بہشتی زیور ص ۱۵ ج ۳ بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۱۵۱)

نوٹ:۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حیض تو ہر ماہ عورت کو ہوتا ہے اور کفارہ میں ساٹھ روزے ہیں اس لیئے اُسے پریشانی اور مشکل ہوجائے گی، اس لیئے کبھی بھی کفارے کے ساٹھ روزے مسلسل رکھنا ممکن نہیں۔ برخلاف نفاس کے کیونکہ نفاس کا خون جس میں نماز معاف ہے اور روزہ کی قضاء ہے، بچہ کی پیدائش پر ہی آتا ہے اور یہ کم سے کم سال بھر میں ایک مرتبہ ہی پیش آتا ہے۔ اس لیئے دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

بیماری یا رمضان کا، کفارہ کے درمیان آجانا

اگر دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارہ کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنے پڑیں گے۔ اس طرح اگر بیچ میں رمضان شریف آجائے، تب کفارہ صحیح ادا نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۱۵ ج ۳، بحوالہ درمختار ص ۱۵۰ ج ۲)

روزے کی طاقت نہ ہوتو......!

اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے، جتنا ان کے پیٹ میں سمائے، یعنی بھوکے نہ رہیں، شکم سیر ہو کر کھائیں (بہشتی زیور ص ۱۵ بحوالہ درمختار ص ۲۵۰ ج ۱)

کفارے میں ضامن بنانا

اگر کسی نے دوسرے سے یہ کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کرو، اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادو، اوراس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا، یا اناج دے دیا تب بھی کفارہ ادا ہو جائیگا۔ اور اگر بغیر اس کے کہے کسی نے اس کی طرف سے دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ (بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ شامی ص ۸۳ ج ۲)

کفارہ صوم میں تداخل کی تفصیل

سوال:۔ متعدد روزوں کے کفاروں میں تداخل ہوگا یانہیں، یعنی ایک ہی کفارہ ہوگا یانہیں تفصیل کیا ہے؟

جواب:۔ اس میں تین قول ہیں۔ (۱) مطلقاً تداخل ہے، خواہ ایک رمضان کے روزے ہوں یا مختلف رمضانوں کے خواہ جماع سے فاسد کئے ہوں، یا غیر جماع سے (۲) دو رمضان کے کفاروں میں تداخل نہیں خواہ جماع سے ہو یا غیر جماع سے، (۳) دو رمضان کے کفارے جماع کے سبب سے ہوں تو تداخل نہیں۔ بقیہ سب صورتوں میں تداخل ہے، تیسرا قول راجح ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۴ ج (۴) بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۰ ج ۲)

اگر جماع کے علاوہ کسی اور سبب سے کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو، دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لیئے ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ اگر چہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں، ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں تو اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے، اور اگر متعدد رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ الگ دینا ہوگا۔ اگر چہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو، حاصل یہ ہے کہ جماع کے علاوہ میں تو مطلقاً تداخل ہوسکتا ہے۔ اور جماع میں ایک رمضان کفاروں میں تداخل ہوسکتا ہے دو رمضان کے کفاروں میں نہیں کیونکہ جماع سے مطلقاً تداخل نہ ہونا خلاف ظاہر روایت ہے یعنی ایک رمضان کے کفاروں میں تداخل ہوسکتا ہے۔ جبکہ ابھی تک کوئی کفارہ ادا نہ کیا ہو، دو رمضان کے کفاروں میں تداخل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس میں جماع

اور غیر جماع سب مساوی ہیں مگر ہم نے غیر جماع میں قول صحیح اور معتمد علیہ کو لیا ہے۔
(بہشتی زیور ص ۱۰۶ حصہ ۱۱)

حنفیہ کے نزدیک کفارہ واجب کرنے والے عمل کا متعدد بار ارتکاب کرنے سے اتنی ہی بار کفارہ دینا واجب نہیں ہے۔ خواہ یہ ارتکاب ایک ہی دن میں کئی بار ہو یا متعدد ایام میں، لیکن اگر کفارہ واجب کرنے والے عمل کا ارتکاب کیا۔ اور کفارہ دینے کے بعد پھر ارتکاب کیا تو اگر یہ دوبارہ ارتکاب ایک ہی دن میں ہوا تو ایک ہی کفارہ واجب ہے، اور اگر اس کا اعادہ مختلف دنوں میں کیا گیا تو پہلی دفعہ کے بعد جس کا کفارہ دیا جا چکا ہے، پھر اس کا کفارہ دینا ہوگا، اس میں اتنی تفصیل مزید ضروری ہے کہ اگر کفارہ کا موجب مباشرت (ہم بستری) تھا تو دوسری بار دینا ہوگا ورنہ نہیں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۴۴)

کفارے میں تاخیر

سوال:۔ جس کے ذمہ روزے کا کفارہ ہو اور وہ طالب علم ہو یا حفظ کلام اللہ میں لگا ہوا ہو، تو اگر وہ روزہ رکھتا ہو، علم حاصل کرنے میں نقصان ہوتا ہے اگر نہیں رکھتا تو مواخذہ سخت ہے اس لیئے اگر وہ پڑھنے کے بعد کفارے کے روزے رکھے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کفارے کے روزوں میں تاخیر نہ کرنا چاہئے اگر چہ حفظ قرآن اور تحصیل علم میں حرج لازم آئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۷۴)

کفارے میں دو ماہ کا کھانا مقرر کر دینا

سوال:۔ روزے کے کفارے میں کھانا دو ماہ کا مقرر کر دینا۔ یعنی ساٹھ وقت کا تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ روزے کے کفارے میں ساٹھ دن ایک طالب علم کو دونوں وقت بٹھا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلانا درست ہے اور اس سے کفارہ ادا ہوتا ہے۔ مگر بٹھا کر کھلانا چاہئے۔ کیونکہ دینے میں ہر روز پوری مقدار پونے دو سیر ایک فطرہ کی بقدر یا اسکی قیمت دینے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۸ ج ۴)

یہ رعایت اس لیئے رکھی گئی ہے کہ عام طور پر جب کسی کا کھانا مقرر کیا جاتا ہے تو صرف چار روٹیاں ہوتی ہیں حالانکہ بعض افراد کی خوراک زیادہ ہوتی ہے۔ (مرتب)

چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا

اگر ان مسکینوں میں بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں۔ ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلائے۔ (بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ شامی ص ۵۰۳ ج ۱)۔

آٹھ دس برس کے بچوں کو جو قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلا دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا، البتہ اگر ان کو کفارے کی مقدار کا مالک بنا دیا جائے، مثلاً نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہر ایک بچہ کی ملک کر دی جائے تو درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۲ ج ۶ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۲ باب الکفارہ)

کفارے میں ہر مسکین کو دو وقت کھانا کھلانا

سوال:۔ روزے کے کفارہ میں اگر ایک سو بیس مساکین کو ایک ہی وقت کھانا کھلا دیا جائے، اور اسی طرح قسم کے کفارہ میں بیس مساکین کو ایک ہی وقت کھانا کھلا دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ ایک وقت کھلا دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوا، روزے کے کفارے میں ان مساکین میں سے ساٹھ کو اور قسم کفارہ میں سے دس کو دوسرے وقت بھی کھلانا واجب ہے، اسی دن کھلائے یا کسی دوسرے دن کھلائے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۰ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۶۳۵)

ایک مسکین کو ایک دن میں زیادہ دے تو ایک دن کا ہی ادا ہوگا۔ الحاصل کفارے میں فقراء کی تعداد کا یا دونوں کی تعداد کا ہونا ضروری ہے اور فدیہ میں فقراء کی تعداد یا دنوں کی تعداد ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم ۳ ص ۷۳)

کفارے میں اناج یا قیمت دینا

اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دیدے تب بھی جائز ہے، ہر ایک مسکین کو اتنا

دے کہ جتنا صدقہ فطرہ دیا جاتا ہے، اگر اتنے اناج کی قیمت دے تو بھی جائز ہے۔
(بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ درمختار ج ۱۱ ص ۲۵)

ایک مسکین کو کھلانا

اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا کھلا دیا۔ یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا قیمت دیتے رہے تب بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔ (بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ قدوری ص ۱۵۷)

کفارے کی رقم سے مدرسہ کا ٹاٹ خریدنا یا مسجد کی تعمیر کرنا

سوال:۔ روزہ کا کفارہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اگر اس کھانے کی قیمت سے مدرسہ میں ٹاٹ خرید کر طلبہ کے لیئے انتظام کر دیں یا مسجد میں صرف کر دیں تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب:۔ اگر ساٹھ روزوں کی طاقت نہ ہو تو پھر ایک روزے کے عوض ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا یا ہر ایک مسکین کو پونے دو کلو گیہوں یا اسکی قیمت دینا ضروری ہے مدرسہ کا ٹاٹ خریدنا یا اس سے مدرسے کی مرمت اور تعمیر درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۹ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۹ باب مایفسد الصوم)

کفارے کی رقم سے مسجد اور مدرسہ میں دینا درست نہیں ہے اس سے کفارہ ادا نہ ہو گا البتہ مدرسہ میں اگر طلبہ کے کھلانے میں لگا دیں تو درست ہے بشرطیکہ ساٹھ طلبہ کو دونوں وقت کھلا دے، یا بقدر فطرہ ہر ایک کو پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دیدیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۴ ج بحوالہ ردالمختار باب الصرف ص ۹۷ ج ۲)

کفارے کے روزے کے بجائے نقد رقم دینا

سوال:۔ زید کے ذمے رمضان کا ایک کفارہ ہے، اور وہ دو ماہ کے روزے نہیں رکھ سکتا اگر وہ ادنیٰ درجہ کی خوراک کی قیمت دو ماہ کی مدرسہ کے اندر جمع کرائے، طالب علم کیلیئے تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں؟ یا اگر زید کسی غریب کو تین پاؤ آٹا دو ماہ تک کسی غریب کو دیدے اور لکڑی و ترکاری کیلیئے کچھ پیسے دیدے تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

جواب:۔ روزہ میں تکلیف ہونے کی وجہ سے یہ درست نہیں ہے کہ روزہ کو چھوڑ کر مسکین کو

کھانا کھلانے کی طرف رجوع کرے کیونکہ قرآن مجید میں " فمن لم یستطع " کی قید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں طاقت ہی روزے کی نہ ہو یعنی بوجہ مرض لاعلاج کے بوجہ شیخ فانی (بالکل قدرت نہ رہے) ہونے کے اس وقت کھانا کھلانا درست ہے) پھر جب دو ماہ کے روزے سے عاجز ہو بوجہ بڑھاپے یا مرض شدید لاعلاج کے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، یا ہر ایک مسکین کو آدھا صاع گندم یعنی پونے دو کلو یا اسکی قیمت ہر ایک مسکین کو دیدے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ پس تین پاؤ آٹا روزانہ کسی غریب کو دو ماہ تک دینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ پونے دو کلو آٹا یا اسکی قیمت دینے سے ادا ہوگا، اسی طرح کسی طالب علم کو مجملاً روپیہ بھیج دینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ یہ لکھا جائے کہ ساٹھ آدمیوں کو ایک دن میں دو وقت یا ایک آدمی کو دو ماہ تک دونوں وقت پیٹ بھر کر کفارہ کی نیت سے کھلایا جائے اور اسمیں جو کچھ صرف ہو وہ مجھ سے لے لیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۶ ج ۶ بحوالہ ردالمختار باب فی الکفارہ ص ۱۵۰ ج ۲ وص ۱۰۸ ج ۲)

کفارے میں مہتمم مدرسہ کی وکالت

سوال:۔ مدرسہ کا مہتمم کفارہ کا کھانا کھلانے کا وکیل ہو کر طلباء کے کھانے میں روپیہ کو صرف کرسکتا ہے۔ جو کفارہ ادا کرنے کی نیت سے رکھے ہیں؟ یا مہتمم کپڑا خرید کر دے سکتا ہے؟

جواب:۔ اس طرح کرسکتا ہے کہ کفارے کے پورے روپیئے کا کپڑا خرید کر محتاج طلباء کی ملک کو دے یہ درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۲ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۲ ج ۲)

روزے کے کفارہ کی توبہ سے معافی

سوال:۔ زید نے جس کو کفارہ کا علم نہ تھا اپنی عورت سے روزہ کی حالت میں صحبت کی تو ان پر کفارہ واجب ہوا ہے وہ اس کو کسی طرح ادا نہیں کرسکتا ہے، اس صورت میں اسکی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ ادائے قضاء و کفارہ اس صورت میں ضروری ہے، تو یہ بھی جب ہی قبول ہوگی، اگر دو مہینے کے روزوں کی پے در پے مسلسل طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیں۔

﴿فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا﴾ (المجادلہ)۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۵۰ ج ۶ بحوالہ قرآنِ مجید سورۃ المجادلہ رکوع (۱) بحوالہ ردالمحتارص باب مایفسد الصوم ص ۱۴۹ ج ۲)

باب (۹)

عورتوں کے مسائل

حیض کی تعریف اور اسکے مسائل

مسئلہ:۔ (۱) ہر مہینہ جو آگے کی راہ سے (عورتوں کو) معمولی خون آتا ہے اسکو حیض کہتے ہیں۔

مسئلہ:۔ (۲) کم سے کم حیض کی مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا ہے، تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے، کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے، اور دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے جتنے دن دس سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔ (۳) اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں جیسے جمعہ کی صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت بعد نماز مغرب بند ہوگیا تب بھی یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔ (۴) حیض کی مدت کے اندر سُرخ زرد، سبز خاکی مٹیالا سیاہ جو رنگ آئے وہ سب حیض ہے، جب تک گدی (جو کپڑا رکھتی ہیں) بالکل سفید نہ دکھلائی دے اور جب بالکل سفید رہے جیسی کے رکھی گئی تھی تو اب حیض سے پاک ہوگئی۔

مسئلہ:۔ (۵) نو برس سے پہلے اور پچپن سال کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا۔ اس لیئے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو خون آئے وہ حیض نہیں ہے۔ بلکہ استحاضہ ہے، یعنی نو سال سے پہلے تو بالکل حیض نہیں آتا ہے اس لیئے جو خون نو سال سے پہلے آئے گا وہ کسی صورت میں حیض نہیں ہوسکتی، اور پچپن سال کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہ ہی ہے کہ حیض نہیں آتا لیکن آنا ممکن ہے اس لیئے کہ اگر پچپن برس بعد خون آجائے تو ان خاص صورتوں میں جن کا ذکر کیا گیا ہے اس کو حیض کہا جائے گا، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی

رنگ آتا ہوتو پچپن برس بعد بھی یہ رنگ حیض کے سمجھے جائینگے ،اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہواتو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔(٦) کسی کو ہمیشہ تین دن یا چار دن خون آتا ہے پھر کسی مہینے میں زیادہ آ گیا،لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا وہ سب حیض ہے۔اور اگر دس دن سے بھی زیادہ بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عورت کے ہیں اتنا تو حیض ہے باقی سب استحاضہ ہے اسکی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن رات تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آئے تو وہ ہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے،ان دنوں کی نمازیں قضاء پڑھنا واجب ہیں۔

مسئلہ:۔(٧) ایک عورت ہے جسکی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے اور کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آئے تو دیکھو اس سے پہلے مہینہ میں کتنے دن حیض آیا تھا،بس اتنے ہی دن حیض کے اور باقی سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔(٨) کسی کو ہمیشہ چار دن آتا ہے اور پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور اس کے بعد دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو اس پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے ہیں اور دس دن استحاضہ اور پہلی عادت کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی۔

مسئلہ:۔(٩) کسی کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کتنے دن خون آیا تھا تو اسکے مسئلے بہت باریک ہیں۔جن کا سمجھنا بہت مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی کم پڑتا ہے اس لیئے ہم اس کا حکم بیان نہیں کرتے اگر کبھی ضرورت پڑے تو کسی عالم سے پوچھنا چاہئے اور کسی ایسے ویسے معمولی مولوی سے نہ پوچھا جائے۔

مسئلہ:۔(١٠) کسی لڑکی نے پہلے پہل خون دیکھا تو اگر دس دن یا اس سے کم آئے سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔(۱۱) کسی نے پہلے پہل خون دیکھا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جس دن خون آیا ہے اس دن سے لیکر دس دن رات حیض ہے، اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:۔(۱۲) دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، سو اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک رہیگی۔

مسئلہ:۔(۱۳) اگر کسی کو تین دن رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر تین دن رات خون آیا، تو تین دن پہلے کے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

مسئلہ:۔(۱۴) اگر ایک دن یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے ادھر ادھر ایک یا دو دن جو خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔(۱۵) اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں گے کہ گویا اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا، پس جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہی ہیں باقی سب استحاضہ ہے، مثال اسکی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی، پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن برابر خون آیا، پس اس میں سے تین دن اول کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ دن استحاضہ ہے اور اگر چوتھی یا پانچویں، چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تو یہ ہی تاریخیں حیض کی ہیں۔ اور تین دن اول کے اور دس دن بعد کے استحاضہ کے ہیں۔ اور اگر اس کی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا ہو تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ:۔(۱۶) حمل کے زمانے میں جو خون آئے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے چاہے جتنے دن آئے۔

مسئلہ:۔ (۱۷) بچہ پیدا ہونے کے وقت نکلنے سے پہلے جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے بلکہ جب تک بچہ آدھے سے زیادہ نہ نکل آئے تب تک جو خون آئے گا اسکو استحاضہ ہی کہیں گے۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا)

حائضہ کا حکم

حیض کے زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہوجاتی ہے پاک ہوجانے کے بعد بھی اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضاء رکھنی پڑے گی۔

(بہشتی زیور ص ۵۹ حصہ دوسرا بحوالہ بحر ص ۱۹۴)

نفاس والی عورت

نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ معاف نہیں ہے بلکہ اس کی قضاء رکھنی چاہئے اور روزہ نماز وغیرہ کے وہی مسائل ہیں جو حیض کے احکامات ہیں۔ بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے اسکو نفاس کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۶۲ حصہ دوسرا بحوالہ بحر ص ۱۹۴)

استحاضہ کا حکم

استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو، ایسی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے قضاء نہ کرنا چاہئے۔ استحاضہ کے احکام بالکل معذور کے احکام کی طرح ہیں، جو بہشتی زیور ص ۵۴ حصہ اول میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۱۳ ج ۱)

روزہ رکھنے کے بعد دن میں حیض آجانا

اگر فرض نماز پڑھنے میں حیض آگیا تو وہ نماز معاف ہوگی، پاک ہونے کے بعد اسکی قضاء نہ پڑھے اور اگر نفل یا سنت میں حیض آگیا تو اسکی قضاء پڑھنی ہوگی اور اگر آدھے روزے کے بعد حیض آیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضاء رکھے اور اگر نفل روزہ میں حیض آجائے تو

اسکی قضاء رکھے۔ (بہشتی زیور ص ۵۹ حصہ دوسرا بحوالہ جوہرۃ النیرۃ ص ۳۲ ج ۱)

کفارے کے روزے کے درمیان حیض آجانا

ماہواری کی وجہ سے کفارہ کے روزوں میں ناغہ مضر نہیں، ماہواری ختم ہوتے ہی فوراً روزے شروع کردے، اسی طرح ساٹھ روزے پے درپے پورے کرے، اگر ماہواری ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی ناغہ کیا تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستان ص ۴۴۲ ج ۴)

دن میں پاک ہوجانے کا حکم

اگر رمضان شریف میں دن میں پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہ ہوگا بلکہ اسکی قضاء رکھنی پڑے گی۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۶ ج ۱)

رات میں پاک ہوجانے کا حکم

اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے تو اگر ذرا سی رات باقی ہو جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکتے ہو تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہو کہ جلدی سے غسل تو کرلے گی لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پائے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے، اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزہ کی نیت کرلے اور صبح کو نہالے اور اگر اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کرسکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے، لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اسکی قضاء رکھے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۲۹ روزہ ج ۱)

اگر رات کو پاک ہوئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے، اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لے صبح کو نہالے، اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کھانا پینا بھی درست نہیں ہے اب دن بھر روزہ داروں کی طرح

رہنا چاہئے۔ (بہشتی زیور ص ۷۰ حصہ تیسرا بحوالہ جوہرۃ نیرہ ص ۱۴۸ ج ۱)

نــوٹ :۔ غسل کرنا اسی وقت ضروری نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنا وقت ہونا چاہئے کہ جس میں غسل کرسکے، پھر اگر غسل بعد میں کرلے یعنی صبح کے بعد اور روزہ رکھ لے تب بھی صحیح ہے روزہ میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔ اور رمضان کے روزہ میں جس وقت بھی عورت کو حیض آجائے گا چاہے دن کا تھوڑا سا حصہ باقی ہو، وہ روزہ ٹوٹ گیا بعد اسکی قضاء کرلے، فرض ہو یا نفل۔ (مرتب: رفعت قاسمی)

پاک ہوتے ہی قضاء رکھنا واجب

روزہ کے لیئے عورتوں کو حیض ونفاس کے خون سے پاک ہونا شرط ہے چنانچہ حیض ونفاس والی عورت پر نہ روزہ واجب ہے اور نہ روزہ رکھنا درست ہے، دونوں قسم کی عورتوں میں سے کوئی اگر فجر سے ایک لحظہ بھر پہلے پاک ہوگئی تو (اسی وقت) رات ہی سے روزہ کی نیت کرلینا واجب ہے، حیض ونفاس والیوں پر جوں ہی یہ روزے سے باز رکھنے والی حالت دور ہوجائے تو ماہِ رمضان کے روزوں کی جو رہ گئے ہیں قضاء واجب ہے۔

(کتاب الفقہ المذاہب الاربعہ ص ۸۸۳ ج ۱)

عورت کو احتلام ہوجانا

عورت دن میں سوگئی اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ تیسرا حصہ جوہرہ نیرہ ص ۱۴۲ ج ۱)

غسل جنابت نہ کرنے پر روزے کا حکم

رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا دن نہائی تب بھی روزہ ہوگیا بلکہ اگر دن بھر یعنی تمام دن غسل نہ کرنے تب بھی روزہ نہیں جاتا، البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ تیسرا حصہ بحوالہ نور الایضاح ص ۱۴۱)



روزہ میں مرد کے ساتھ لیٹنا

مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا ہاتھ لگانا پیار کرنا یہ سب درست ہے لیکن جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہئے مکروہ ہے۔
(بہشتی زیور ص ۰۷ حصہ تیسرا بحوالہ نورالایضاح ص ۱۴۷)

عورت کے ہونٹ چوسنا

عورت کا بوسہ (پیار) لینا اور اس سے بغلگیر ہونا مکروہ ہے جبکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور ایسی حالت میں جماع کرنے کا اندیشہ ہو، اور اگر یہ خوف اور اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، نیز کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ یعنی خاص بدن شرمگاہ کا آپس میں ملانا، بدوں دخول کے ہر حال میں مکروہ ہے خواہ منی نکلنے کا یا جماع (صحبت) کرنے کا خوف ہو یا نہ ہو۔
(بہشتی زیور ص ۱۰۶ گیارہواں حصہ بحوالہ عالمگیری ص ۱۹۸ ج ۱)

ہمبستری

اگر مرد سے ہمبستری ہوئی تب بھی روزہ جاتا رہا اسکی قضاء بھی رکھے اور کفارہ بھی دے۔ جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ نیز اگر مرد نے پاخانہ کی جگہ اپنا عضو (ذکر) کر دیا۔ اور سپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا، قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۰۷ تیسرا حصہ بحوالہ درمختار ص ۱۵۱ ج ۱)

زبردستی صحبت کرنا

کوئی عورت غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی اس سے کسی نے صحبت کر لی تو روزہ جاتا رہا، فقط قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہے اور مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔
(بہشتی زیور ص ۰۷ ج ۳ بحوالہ شامی ص ۱۴۳ ج ۱)

کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا حالت جنون میں جماع کیا تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور عورت پر صرف قضاء لازم آئے گی اور مرد روزہ دار ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۵ حصہ ۱۱)

نابالغ یا مجنون سے صحبت کرانا

اگر کوئی عورت کسی نابالغ یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی روزہ جاتا رہا اس کو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۵ گیارہواں حصہ بحوالہ عالمگیری ص ۲۰۳ ج ۱)

عورتوں کا آپس میں لطف اندوز ہونا

اگر دو عورتیں آپس میں ساحقہ کریں یعنی آپس میں مشغول اور لطف اندوز ہوں اور دونوں کو انزال ہو جائے اور (منی نکل جائے) تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر انزال نہ ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔ اور انزال کی صورت میں کفارہ لازم نہ آئے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۲۰ ج ۲)

رحم میں ربڑ کا چھلہ داخل کرنا

سوال:۔ عورت کو کجی رحم کی شکایت ہے اس کا علاج شرمگاہ میں دو ماہ تک ایک ربڑ کا چھلا چڑھا رہتا ہے جو کہ رحم کے اندرونی حصہ میں داخل کیا جاتا ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب:۔ خود روزہ کی حالت میں یہ چھلا چڑھانا مفسدِ صوم ہے، لیکن اگر بغیر روزہ کی حالت میں چڑھایا ہو، روزہ کی حالت میں داخل بدن باقی رہے تو اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۴۴ ج ۲)

روزے کی حالت میں شرمگاہ کے اندر دوا رکھنا

سوال:۔ افطار کے بعد کوئی عورت بیماری کی وجہ سے دوا کی تھیلی باندھ کر رات کے وقت ہی اپنی شرمگاہ میں رکھے اور افطار کے بعد وہ تھیلی نکالے، یا روزہ کی حالت میں دن میں تھیلی رکھے، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ روزہ شروع ہونے سے داخل فرج میں رکھی ہوئی دوا سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، ہاں روزہ کی حالت میں دوا رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۸ ج ۲)

روزے کی حالت میں شرمگاہ میں ٹیوپ لگانا

سوال:۔ روزہ کی حالت میں دن میں عورت کو اپنی شرمگاہ میں ٹیوپ یعنی دوا لگانا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ فرج میں داخل دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اوپر کے مستطیل سوراخ کے آخر میں گول سوراخ سے فرج داخل شروع ہوتا ہے۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۳۸ ج ۴)

عورتوں کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں کوئی چیز رکھی جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس لیئے کہ عورتوں کے اندر یہ فطری منفذ موجود ہے جو پیٹ تک پہنچتا ہے، اگر مردوں کے عضو تناسل میں کوئی چیز ڈالی جائے تو روزہ ہمارے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیئے کہ معدہ اور اس کی نالی کے درمیان براہِ راست منفذ نہیں ہے بلکہ مثانہ کا واسطہ ہے جہاں سے قطرہ قطرہ پیشاب نیچے آ کر جمع ہو جاتا ہے، عالمگیری ج ا ص ۱۰۴ میں ہے مرد پیشاب کی راہ میں قطرہ ڈالے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ عورت کی شرمگاہ میں قطرہ ٹپکانے کی صورت میں بلا اختلاف روزہ ٹوٹ جائے گا اور یہ ہی صحیح ہے۔
(جدید فقہی مسائل ص ۹۷ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۱۰۴ ج ۱)

کیا حمل دکھلانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

حضرت المحترم مفتی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل صورت میں کیا حکم ہے۔

شروع ایامِ حمل میں حاملہ کی شرمگاہ میں ڈاکٹرنی یا دایہ بعض مرتبہ دستانہ باریک جھلی نما پہن کر اور بعض مرتبہ بغیر دستانے کے انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے اس صورت میں روزہ کا کیا حکم ہے۔

والسلام

سعود الرحمٰن، شمس منزل

محلہ بڑے بھائیاں دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۲۲/۱۲/۸۶ء)

ج ص ۲۹ ۷ الجواب

ھوالموفق المعین:۔ اگراس ڈاکٹرنی یا دایہ کے دستانے پر پانی وغیرہ کا اثر نہیں ہے تو اس طرح ہاتھ ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر اس پر تری ہو تو روزہ فاسد ہوگا۔
ادخل اصبعه اليابسة فيه اى دبره او فرجها الخ لم يفطر (درمختار) ولو مبتلة فسد (درمختار)

الجواب صحیح　　واللہ اعلم

کفیل الرحمٰن نشاط　　محمد ظفیر الدین

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند　　مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

شرمگاہ میں انگلی داخل کرنا

روزہ میں پیشاب کی جگہ دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کی کوئی چیز ڈالنا درست نہیں، اگر کسی نے روزہ کے دوران دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

اور اگر کسی ضرورت سے دائی نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی یا خود اس نے اپنی انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر کر دی تو روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں، اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں کی تو روزہ نہیں گیا ہاں اگر پہلے سے ہی پانی وغیرہ یا کسی چیز سے انگلی بھیگی ہوئی ہو تو اول ہی دفعہ کرنے سے روزہ جاتا رہے گا۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ حصہ تیسرا بحوالہ درمختار ص ۱۴۹ ج ۱)

انگلی داخل کرنے سے روزے پر اثر

سوال:۔ عورت کی شرمگاہ میں اگر مرد نے اپنی انگلی پھیری تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب:۔ بیوی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے مرد کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور عورت کے روزے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر انگلی گیلی داخل کی یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد پوری یا ذرا

سی کھینچ کر پھر آگے کی تو عورت کا روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء واجب ہے عورت پر کفارہ نہیں۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۷ ج ۴)

انگلی ڈالنے کو مفسد صوم سمجھ کر جماع کرنا

سوال:۔ بیوی کی شرمگاہ میں دوا ڈالنے کے لیئے انگلی اندر داخل کی اور شہوت غالب آئی تو خیال ہوا کے روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد صحبت کر لی، اب اس کا کیا حکم ہے؟
جواب:۔ روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہے۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۴ ج ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۱۸ ج ۲)

حاملہ کا حکم

حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ وہ گمان اس کا واقع کے مطابق نکلے یا نہیں، اگر کسی عورت کو روزہ کی نیت کرنے کے بعد اپنے حاملہ ہونے کا علم ہوا تب بھی اس کو روزہ کا فاسد کر دینا جائز ہے۔ صرف قضاء لازم آئے گی۔ (عالمگیری اردو پاکستانی ص ۳۴۳ ج ۲ کتاب الصوم)

حاملہ عورت کو ایسی بات پیش آگئی جس سے اپنی یا بچہ کی جان جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۷ حصہ تیسرا)

دردِ زہ سے روزہ توڑ دینا

سوال:۔ اگر کسی حاملہ عورت کو حمل کی وجہ سے کافی تکلیف ہے اور وہ روزہ رکھ کر توڑ دیتی ہے، محض تکالیف کی وجہ سے اور سورج غروب کے وقت بچہ کی ولادت ہو جاتی ہے، شرعی حکم کیا ہے؟
جواب:۔ اگر روزہ نہ توڑنے سے عورت یا بچہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا ظن غالب ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، بغیر ایسے خطرہ کے روزہ توڑنا گناہ ہے اور کفارہ واجب ہے البتہ اگر اسی دن غروبِ آفتاب سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۲ ج ۴)

زچہ اور کمزور عورت کا حکم

سوال:۔ زچہ (ولادت کے بعد) یا کمزور عورت جو روزہ نہ رکھ سکے، فدیہ دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں فدیہ دینا کافی نہیں ہے اگر فدیہ دیدیا اور پھر صحت ہوگئی اور قدرت آگئی تو اس روزہ کی قضاء کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۸ ج ۶ بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۴ ج ۲)

دودھ پلانے والی کی رعایت

دودھ پلانا، جس عورت کے متعلق کسی بچے کا دودھ پلانا ہو خواہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا، با جرت پلاتی ہو یا مفت بشرطیکہ بچہ کی مضرت کا گمان غالب ہو، جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ روزہ کی حالت میں دودھ خشک ہوجاتا ہے بچہ بھوک کی وجہ سے تڑپتا ہے اور کچھ حرارت بھی دودھ میں آجاتی ہے وہ بھی بچہ کو نقصان کرتی ہے۔ ہاں اگر مفت دودھ پلاتی ہو اور کوئی دوسری دودھ پلانے والی مل جائے اور وہ بچہ بھی اس سے پینے سے راضی ہوجائے تو ایسی حالت میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں۔ (علم الفقہ ص ۳۶ ج ۳ وفتاویٰ دار العلوم ص ۴۶۴ ج ۶)

دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آگیا

دودھ پلانے والی نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آگیا، اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انا (دودھ پلانیوالی کو) بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ تیسرا بحوالہ شامی ص ۱۵۹ ج ۱)

کیا دودھ پلانے سے عورت کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال:۔ دودھ پلانے سے عورت کا روزہ یا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب:۔ روزہ اور وضو باطل نہیں، (روزہ تو اس لیئے نہیں ٹوٹتا کہ دودھ باہر نکل رہا ہے اور روزہ نام ہے مفطرات کے روکنے کا)۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۸ ج ۶ بحوالہ رد المحتار ص ۱۱۰ ج ۲ کتاب الصوم)

حائضہ کا رمضان میں کھانا پینا

سوال:۔ اگر رمضان میں عورت ایامِ حیض کی وجہ سے روزہ نہ رکھے تو اسکو دن میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آ گیا تو کھانا پینا جائز ہے، لیکن دوسروں کے سامنے نہ کھائے اور اگر دن کو حیض سے پاک ہوئی تو دن کا باقی حصہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۲ ج ۴)

دودھ پلانے کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ حمل قرار پا گیا

سوال:۔ ایک حاملہ حمل کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکی، بچہ کی پیدائش کے بعد دودھ پلانے کی وجہ سے معذور رہی اور ابھی دودھ کی مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر حمل قرار پا گیا اس طرح پر تواتر قائم ہو گیا تو اب حاملہ روزہ کس طرح رکھے؟

جواب:۔ اگر حالتِ حمل میں اس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے یا بچہ کی طرف سے اندیشہ ہے تو جس وقت اس کا تواتر حمل منقطع ہو اسی وقت قضاء کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۶۲ ج ۶ بحوالہ رد المختار فصل فی العوارض ص ۱۵۹ ج ۲)

روزے میں عورت کا بچے کو چبا کر کھلانا

اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اسکی ضرورت پڑے اور مجبوری اور ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے (بہشتی زیور ص ۱۳ ج ۳ بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۳ ج ۱)

اور چبا کر کھلانے کے عذر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی عورت کے پاس کوئی حیض والی یا نفاس والی اور کوئی بے روزہ دار نہ ہو کہ جو اسکے بچہ کو کھانا کھلائے اور اس کو نرم پکا ہوا کھانا اور دودھ بھی نہیں ملتا ہے، (تو اس صورت میں چبا کر کھلانا جائز ہے)۔

(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ص ۱۱ ج ۲)

چباتے وقت لقمہ نگل جانا

اگر کسی نے لقمہ دوسرے کے کھلانے کے لیئے چبایا پھر اس کو نگل گیا تو کفارہ نہ ہوگا صرف قضاء واجب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶ ج ۲ کتاب الصوم)

اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی کا شوہر بڑا بد مزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک پانی درست نہ ہو تو پریشان کر دے گا۔ اس کو نمک چکھنا درست ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۳ حصہ تیسرا بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۳ ج ۱)

کھانا پکانے کی وجہ سے پیاس سے بیتاب ہو جانا

کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنی بے تابی ہوگئی کہ اب جان جانے خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے، لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگی۔ (بہشتی زیور ص ۷ ا ج ۳ بحوالہ شامی ص ۱۵۹ ج ۲، اور رد المختار ص ۱۵۲ ج ۲)

روزے میں ہونٹوں پر سرخی لگانا

سوال:۔ عورت کو روزہ کی حالت میں ہونٹوں پر سرخی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے البتہ منہ کے اندر جانے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۴ ج ۴)

عورت کا نفل روزہ

عورت کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن اگر اس کا شوہر مریض یا روزہ دار یا حج یا عمرہ کے احرام میں ہے تو مکروہ نہیں ہے اور غلام و باندی کو بغیر اجازت اپنے مالک کے روزہ رکھنا جائز نہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی نے روزہ رکھ لیا تو شوہر کو اختیار ہے تو توڑا دے اور یہی حکم مالک کا ہے اور عورت اس روزے کی اس وقت قضاء رکھے جب شوہر اجازت دے یا شوہر سے جدا ہو جائے، اور اگر شوہر مریض یا احرام میں ہو تو اس کو یہ جائز

نہیں کہ اپنی بیوی کو نفل روزہ سے منع کرے اور اگر منع کرے تو بھی اس صورت میں نفل روزہ رکھنا جائز ہے۔ (عالمگیری ص ۱۴۰ ج ۲ کتاب الصوم)

عورت کی طرف سے شوہر کا قضاء رکھنا

سوال:۔ اگر کسی عورت کے ماہ رمضان کے روزے قضاء ہو جائیں اور اس کا شوہر اسکی طرف سے رکھ دے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ عورت ہی کو روزے رکھنے چاہئے شوہر کے رکھنے سے عورت کے روزے ادا نہ ہوں گے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۲ ج ۶ بحوالہ باب الحج عن الغیر ص ۳۲۶ ج ۲)

باب (۱۰)

بچوں کے مسائل

اولاد امانت ہے

اولاد انسان کے پاس ایک امانت ہے اسکے سلسلہ میں اس پر بہت سی شرعی اخلاقی، اور قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع ہی سے دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کا شعور واحساس تازہ رہے اور والدین اپنے بچوں کی تربیت، اسلام کی روشنی میں کریں، بچوں پر اگر چہ نماز روزہ فرض نہیں لیکن عادت ڈالوانے کے لیئے بچوں سے بھی نماز پڑھوائی جائے اور روزے بھی رکھوائے جائیں، اگر زیادہ نہ رکھوائے جائیں تو ایک دو ہی کافی ہے۔ کیونکہ آئندہ رمضان میں اس سے زیادہ بھی رکھ سکتا ہے اسی طرح عبادت کرنا عادت بن جائے گا، اور یہ یہی اسلام چاہتا ہے۔ بچہ تازہ شاخ کی مانند ہوتا ہے جس طرف بھی شروع میں موڑ دیں گے (عادت ڈال دیں گے) مڑ جائے گی۔ بعض عورتیں مامتا میں آکر یہ خیال کرتی ہیں کہ بچہ کمزور ہو جائے گا صحت پر اثر پڑے گا اور اگر بچہ اپنے شوق میں روزہ رکھ بھی لیتا ہے تو پھول سا مرجھایا ہوا چہرا دیکھا نہیں جاتا اور روزہ افطار کرانا چاہتی ہیں، بھلا کوئی ان سے پوچھے، کل جب اللہ کے یہاں روزہ اور احکام الٰہی کی پابندی نہ کرنے پر

سخت سے سخت سزادی جائے گی اور ہولناک عذاب ہوگا اس کو کیسے برداشت کریں گے؟
صحابہ کرامؓ کے بھی بچے تھے اور وہ اپنے ماں باپ کے چہیتے تھے، لیکن ان حضرات کی محبت عقلمندی کے ساتھ تھی، اور وہ حضرات کل کی بڑی مصیبت سے بچنے کے لیئے دنیا کی تھوڑی سی دیر کی تکلیف برداشت کرتے تھے، ان کے بچے بھی جب روزہ رکھنے کے قابل بلکہ پہلے ہی سے روزہ رکھوانے کی کوشش فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں ایک شرابی سے فرمایا تیری خرابی ہو ہمارے بچے (تک) تو روزہ دار ہیں پھر اس کو مارا"۔ (بخاری)

جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے دن صبح کے وقت اعلان کرادیتے تھے، جس نے ابھی کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھ لے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں: "یہ اعلان سن کر ہم خود بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے اور ان کو لے کر مسجد کی طرف نکل جاتے تھے، اور ان کے لیئے رنگین اون وغیرہ کے کھلونے بنادیتے تھے، جب کوئی بچہ کھانے کے لیئے روتا تو ہم اس کو کھلونا دے کر بہلادیتے تھے، اور اسی طرح افطار کا وقت ہوجاتا تھا"۔ (نیل الاوطار ص ۲۰۹ ج ۲)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بچوں کی کیا عمر ہوگی جو کھیل کھلونے سے بہل جاتے تھے، اور ان بچوں کے والدین پر کیا گزرتی ہوگی، لیکن یہ سب کچھ اس لیئے برداشت فرماتے تھے کہ ان کے نزدیک بچہ کے دین دار ہونے کی اہمیت آج کل کے احمقانہ لاڈ اور چونچلو سے زیادہ تھا"۔ (مرتب محمد رفعت قاسمی)

زوال سے پہلے بالغ ہوجانا

اگر کوئی زوال سے پہلے بالغ ہوا اور ابھی تک کچھ کھایا نہیں ہے اور نفل روزہ کی نیت کی تو روزہ ہوجائیگا۔ (عالمگیری پاکستانی اُردو ص ۳۶ ج ۲)

بچے میں روزے کی طاقت ہوتو

جب بچہ میں روزے رکھنے کی طاقت ہو تو اس کو روزہ کا حکم کیا جائے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ بچہ کو روزہ رکھنے سے کوئی ضرر نہ ہو اور اگر ضرر ہو تو حکم نہ کیا جائے، اور جب حکم کیا اور اس نے روزہ نہ رکھا تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۳۶ ج ۲ اُردو پاکستانی)

دس سال کے بچہ کا حکم

ابو حفصؒ سے پوچھا گیا کہ دس برس کے بچہ کو روزہ نہ رکھنے پر کیا ماریں، تو انھوں نے جواب دیا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے وہ بمنزلہ نماز کے ہی ہے۔ (عالمگیری اُردو ص ۳۶ ج ۲)

نابالغ بچے کا روزہ توڑ دینا

سوال:۔ نابالغ بچہ روزہ فاسد کر دے یا اس کے والد رحم کی وجہ سے روزہ کھلوا دے یا فاسد کر دے تو کیا اس پر قضاء یا کفارہ واجب ہے؟

جواب:۔ نابالغ روزہ توڑ دے تو اسکی قضاء رکھوانا ضروری نہیں، نماز توڑ دے تو دوبارہ پڑھوانا (جبکہ سمجھدار ہو) واجب ہے، سات سال کا ہو تو پیار محبت سے کہا جائے اور اگر دس برس کا ہو تو مار کر نماز پڑھائی جائے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۳۰ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۱۷ ج ۲)

بچے کے لیئے روزہ رکھنا بہتر ہے یا پڑھنے میں محنت کرنا؟

سوال:۔ نابالغ طلباء کو رمضان المبارک میں روزہ رکھنا بہتر ہے یا پڑھنے میں محنت کرنا ضروری ہے؟ جب کہ روزے رکھنے سے ان کو ضعف ہوتا ہے اور وہ تعلیم میں مصروف رہتے ہوں۔

جواب:۔ درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکوں کا حکم روزے کے بارے میں نماز کی طرح ہے کہ سات برس کی عمر میں نماز اور روزہ کا حکم کیا جائے، اور دس سال کی عمر میں مار کر نماز روزہ رکھوایا جائے کہ رمضان میں بچوں سے تحصیل علم کی محنت کم لی جائے، اس وجہ سے مدارس اسلامیہ میں عموماً رمضان المبارک کی تعطیل کر دی جاتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۹۱ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۳۲۶ ج ۲ کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص ۱۴۷ کتاب الصوم)

رمضان میں دن میں بالغ ہو جانا

اگر کوئی دن میں مسلمان ہوئے یا دن میں جوان (بالغ) ہو جائے تو دن میں کھانا پینا درست

نہیں ہے اور اگر کچھ کھالیا تو اس روزہ کی قضاء رکھنی بھی اس نومسلم یا نئے بالغ پر واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ ۳ بحوالہ ہدایہ ص ۳۰۳ ج ۱)

آج کل کی رسمیں

آج کل، لوگوں نے بیاہ، شادی، ولیمہ، ختنہ اور عقیقہ اور ان جیسے اور بہت سے ان کاموں کو جو خالص دین ہیں اپنی بے وقوفی سے انہیں رسم و رواج کے شکنجوں میں کس کر اپنے اوپر مصیبت بنالیا ہے اور آسان سے آسان چیز کو سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل کرلیا ہے۔ یہی حال بہت سی جگہوں پر بچوں کے پہلے روزہ کا بھی ہے کہ جب بچہ پہلے پہل کا روزہ رکھتا ہے تو چاہے کوئی کتنا ہی غریب اور تنگدست ہو لیکن قرض لے کر، بھیک مانگ کر کسی نہ کسی طرح بچے کیلئے نئے کپڑے بنائے گا اور رشتہ داروں، محلّہ داروں، اور کنبہ والوں کو دعوت دے گا۔ اور بہتر سے بہتر کھانے پینے کا انتظام کرے گا اور قسم قسم کے پھل میوے مٹھائیاں بچے کے افطار کے لیئے لائے گا اور ان تمام بکھیڑوں کیساتھ بچے کا پہلا روزہ پورا ہوگا اور جب تک اتنی ہمت نہ ہو بچہ کا روزہ نہیں رکھا جاسکتا، چاہے وہ جوان ہوجائیں، میں نے اپنی آنکھ سے ایسے بچے دیکھے ہیں جو جوان ہوگئے لیکن صرف اس وجہ سے ابھی روزے شروع نہیں کیئے کہ والدین کے پاس ابھی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ دھوم دھام سے بچے کا پہلا روزہ رکھواسکیں، لاحول ولاقوۃ! سچ کہا ہے اقبال مرحوم نے ؎

حقیقت خرافات میں کھوگئی
یہ اُمت روایات میں کھوگئی

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقل نصیب فرمائے اور ہماری عبادتوں کو رسم و رواج کے شکنجوں سے آزاد کردے۔ آمین (رمضان کیا ہے؟)



باب (۱۱)

مریض کے مسائل

مریض کا نیت کے باوجود افطار کر لینا

سوال:۔ ایک شخص رمضان شریف میں مریض تھا، بعض دن روزہ رکھتا تھا اور بعض دن افطار کرتا تھا، اتفاقاً ایک دن روزہ کی نیت کی پھر صبح کی نماز کے بعد افطار کر لیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے قضاء یا کفارہ؟

جواب:۔ اس صورت میں اس روزہ کی قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ پہلے سے مریض تھا لہذا اس کو روزہ افطار کرنا جائز تھا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۲۵ ج ۶ بحوالہ رد المختار ص ۱۵۰ ج ۲)

روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو گیا اور حالت نازک تھی اگرچہ موت کا خوف نہ تھا، اس حالت میں ڈاکٹر نے دوا پلائی تو کیا یہ شخص گنہگار ہوگا؟ قضاء واجب ہے یا کفارہ؟

جواب:۔ اگر روزہ چھوڑنے کی صورت میں موت یا مرض کی شدت میں اضافہ کا ظن غالب ہو تو افطار جائز ہے، صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، اگر انجکشن سے علاج ہو سکے تو روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۲ ج ۴)

مجبوری میں افطار کا حکم

سوال:۔ ایک شخص نے بخار میں روزہ رکھا اور تیسرے دن بھی اس نے نیت روزہ کی کر کے روزہ شروع کیا اور شدت بخار کی وجہ سے یہ تیسرا روزہ افطار کرنا پڑا۔ اور اسکے بعد دس دن برابر بیمار رہا، اور دس دن روزہ نہ رکھ سکا، شرعاً ایسے شخص پر کفارہ ہے یا قضاء؟

جواب:۔ اس شخص پر قضاء صرف اس روزہ کی ہے اور نیز ان روزوں کی جو اس کے بعد افطار کئے (یعنی بیماری کی حالت میں جو روزہ نہیں رکھے تھے) قضاء واجب ہے کیونکہ اس

بارہ میں خود روزہ دار مریض کا غلبہ ظن بھی معتبر ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۴۲۲ ج۶ بحوالہ رد المحتار ص۱۵۸ ج۲)

صحت یاب ہونے سے پہلے انتقال ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس پر سات دن کی نمازیں مرض کی وجہ سے رہ گئی ہیں اور دو ماہ کے روزے قضاء ہو گئے ہیں، معالج روزہ رکھنے سے منع کرتا ہے، اگر اس کے وارث اسکی طرف سے کفارہ ادا کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر اس مرض سے صحت نہ ہوئی تو جس میں روزے فوت ہوئے تھے، اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو ان نمازوں کی قضاء لازم نہیں ہے، لہذا ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا بھی لازم نہیں ہے، البتہ نمازوں کا فدیہ وارثوں کو ادا کر دینا چاہئے، اگر چہ میت نے وصیت نہ کی ہو، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کفارہ نمازوں کا ہو جائے گا۔

سات دن کی نمازیں بیالیس (۴۲) ہوتی ہیں، وتر کے ساتھ، اور ہر ایک نماز کا فدیہ مثل صدقہ فطر کے پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دینی چاہئے۔ اور روزوں کا فدیہ اگر چہ واجب نہیں لیکن اگر دیدیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے میت کو ثواب پہنچ جائیگا اور فدیہ ایک روزہ کا مثل ایک نماز کے ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۴۶۵ ج۶)

روزہ رکھنے سے نکسیر پھوٹ جانا

سوال:۔ ایک شخص کو بھوکا رہنے کی وجہ سے نکسیر وغیرہ ہو جاتی ہے ایسی حالت میں دو رمضان گزر گئے ہیں اور آئندہ بھی کم امید ہے، تو یہ شخص گزشتہ رمضان کا فدیہ دے یا صحت کا انتظار کرے؟

جواب:۔ یہ شخص مریض ہے شیخ فانی نہیں ہے اور مریض کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ اگر مرض سے اچھا ہونے کے بعد اتنی مدت اس کو ملے کہ اس میں قضاء کر سکتا ہے تو روزے کی قضاء اس کے ذمہ واجب ہے، ورنہ قضاء بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۵۷ ج۳ قدیم عزیزیہ)

نزلے میں دوا سونگھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ذیل کی صورت میں نزلہ میں آج کل دوا کھانے پینے کی بجائے وکس (ایک قسم کی دوا ہے جس کے سونگھنے سے اسکی تیزی دماغ میں پہنچتی ہے جس سے نزلہ ٹھیک ہو جاتا ہے) کا استعمال کرتے ہیں روزہ کی حالت میں جائز ہے یا نہیں؟

والسلام

رضی احمد شمس منزل

محلّہ بڑے بھائیان دیو بند۔ ۱۸/۴/۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

ہو الموافق والمعین۔ روزہ کی حالت میں وکس کا استعمال احتیاط کے خلاف ہے اگر اس میں سفوف نہیں ہوتا ہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسے خوشبو عطر وغیرہ گلاب کے پھول سونگھنے سے روزہ نہیں فاسد ہوتا ہے، **انه کشم الورد ومائه والمسک لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسک وشبهه۔** (ردالمختار)

الجواب صحیح
کفیل الرحمٰن نشاط
نائب مفتی دارالعلوم دیو بند

واللہ اعلم
محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیو بند
۲۲/ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

ہیضے اور پیٹ کا مریض

سوال:۔ مرض ہیضہ پھیلا ہوا تھا، ایک شخص کو قے اور دست آنے لگے وہ روزہ سے تھا جب قے آئی اس شخص نے اور اس کے آس پاس والوں نے یہ سمجھا کہ اب روزہ ٹوٹ گیا۔ مریض

نے پانی مانگا اور لوگوں نے پانی پلا دیا، اب اس کے ذمہ قضاء ہے یا کفارہ بھی؟ (۱) اور اسی طرح ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا، اس کو دوا پلا دی گئی اس پر قضاء ہے یا کفارہ؟

جواب:۔ دونوں کے ذمہ صرف قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۰ ج ۲)

ضعف دماغ کا مریض

سوال:۔ زید ضعفِ دماغ کے مرض میں مبتلا ہے جسکی وجہ سے کبھی کبھی مرضِ رائشہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، روزہ رکھنے سے مجبوری ہے اور روزہ رکھنے کی حالت میں ملازمت کا کام انجام نہیں دے سکتا ہے، روزہ رکھے؟ یا قضاء کرے یا کفارہ دے؟

جواب:۔ مریض کو روزہ افطار کرنا اس وقت جائز ہوتا ہے کہ زیادتی مرض کا اندیشہ ہو اور تکلیف بڑھنے کا خوف ہو، ایسی حالت میں افطار کرنا درست ہے، اور بعد میں قضاء لازم ہے، فدیہ دینا اس کو جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۸۷ ج ۶)

دمہ کا مریض

سوال:۔ زید رمضان شریف میں کھانسی اور دمہ کے مرض میں مبتلا ہے ایک روزہ رکھ کر پھر نہیں رکھ سکا، چنانچہ وہ ہی مرض اب بھی ہے اگر زید ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو کیا روزوں کی معافی ہو سکتی ہے؟

جواب:۔ زید مریض بمرض مذکورہ کے ذمہ قضاء روزوں کی لازم ہے، فدیہ دینا کافی نہیں ہے یعنی قضاء اس سے ساقط نہ ہوگی بلکہ جس زمانہ میں وہ مرض نہ ہو، اس وقت قضاء کرے، فدیہ ایک روزہ کا ایک مسکین کو دونوں وقت کھانا کھلانا ہے یا صدقہ فطر کی مقدار کی برابر غلہ یا اس کی قیمت دینا ہے مگر یہ فدیہ شیخ فانی (روزہ کی کبھی بھی وقت کی امید نہ ہو) اسکے حق میں درست ہے، دیگر بیماروں کو قضاء روزہ کی کرنا لازم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۶۲ بحوالہ رد المختار ص ۱۶۰ ج ۲ باب فی العوارض)

روزے میں پیشاب بند ہو جانا

سوال:۔ پیشاب بند ہونے کی صورت میں ڈاکٹر مثانے میں نلکی ڈال کر پیشاب کراتے

ہیں۔روزے کی حالت میں ایسی صورت پیش آجائے تو روزے کا کیا حکم ہے؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:۔ ''اس صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لیئے کہ مثانے اور عضوتناسل کا تعلق پیٹ سے نہیں ہوتا۔درمختار میں ہے کہ(:**او اقطر فی احلیله ماء او دهنا وان وصل الی المثانة علی المذاهب** (درمختار) **ای قول ابی حنفیة ومحمد معه فی اللظهر الخ والنظهر انه لا منفذله والایجتمع البول فیها بالترشیخ کذایقول الاطباء زیلعی الخ فان المثانة لامنفذلهاعلی قولهما** (درمختار) خلاصہ یہ ہے کہ مثانہ میں نلکی ڈال کر پیشاب کرانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

الجواب کفیل الرحمٰن نشاط
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند
۱۴۰۷/۴/۲۶ھ واللہ اعلم۔

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۷/۴/۲۲ھ

روزے میں انیمہ کرانا

سوال:۔ پاخانہ بند ہونے کی صورت میں انیمہ کرایا جاتا ہے اس صورت میں روزہ باقی رہے گا یانہیں؟

جواب:۔انیمہ بھی بطور دوا اندر لگاتے ہیں، لہذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر اس کی قضاء واجب ہوگی، کفارہ نہیں آئے گا۔درمختار میں ہے کہ:**او اختقن اوراستعط الخ قضٰی فقط** (درمختار) (الجواب صحیح کفیل الرحمٰن نشاط نائب مفتی دارالعلوم دیوبند واللہ اعلم۔محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۷/۴/۲۲ھ)

خونی بواسیر کا مریض

سوال:۔ایک شخص خونی بواسیر کے مرض میں مبتلا ہے، جب بھی روزہ رکھتا ہے خون آنے

لگتا ہے۔اور مسّے بھی بواسیر کے پھول جاتے ہیں، اور بڑی تکلیف ہوتی ہے، روزہ اگر نہ رکھے تو صحیح رہتا ہے اس کے لیئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:۔ ایسے مریض کو رمضان شریف میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پھر جب تندرست ہوجائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہوجائے اس وقت قضاء کرے فدیہ دینا اس کو کافی نہیں ہے، البتہ ایسے مریض کو جسکا مرض دائمی ہوجائے اور صحت سے ناامید ہو، فدیہ دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۶ ص۴۸۴ بحوالہ ردالمختار ص۱۶۳ ج۲) فصل فی العوارض)

بواسیر کے مسّوں پر مرہم لگانا

سوال:۔ اگر روزہ کی حالت میں مقعد (دبر) کے اندر بواسیر کے مسّوں کے زخم پر مرہم یا تیل انگلی سے لگائے یا اندر سے خوب دھوئے تو روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ ''روزہ اسکا صحیح ہے'' مگر احتیاط بہتر ہے۔(حاشیہ میں یہ لکھا ہے صورت مسئولہ میں اندر اس حد تک دوا پہنچ جائے یا پانی جہاں سے معدہ اس کو جذب کرلیتا ہے یا وہ خود معدہ میں پہنچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہوگیا اور اسی وجہ سے حضرت مفتی علام نے احتیاط کو بہتر کہا ہے، اس لیئے اس کا لحاظ وخیال ہر شخص کیلئے ممکن نہیں (فتاویٰ دارالعلوم ص۴۱۱ ج۶ بحوالہ ردالمختار ص۱۳۵ ج۲)

بواسیر کے مسّے باہر نکل آنا

سوال:۔ ایک شخص کو بواسیر کا مرض ہے اجابت کے وقت (پاخانہ کے وقت) بواسیر کے مسّے باہر آجاتے ہیں۔ استنجا کرنے کے بعد دبانے سے اندر جاتے ہیں، ہاتھ کو پانی سے تر کرکے یا خواہ مسّوں کو تر کرکے دبایا جائے، اور مسّوں کا اندر جانا کسی وقت غیر ممکن اور کسی وقت سخت دشواری کا باعث اور تکلیف دہ ہوتا ہے، اور بعض مرتبہ تو اس طرح سے دبانے سے خون بھی جاری ہوجاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟

جواب:۔ ایسی حالت میں روزہ اس کا قائم رہے گا روزہ میں کسی طرح کا نقصان نہ آئے گا اسلیئے کہ مسّوں کی جگہ جو کنارہ دبر ہے اس جگہ پانی پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نہ معذور کا اور نہ غیر معذور کا۔

جواب دوم: روزہ کی حالت میں ہاتھ کو پانی سے تر کر کے مسوں کو دبانا یا طہارت مسوں کی پانی سے کر کے مسوں کو دبانا مفسد روزہ نہیں ہے، اس لیئے کہ جو رطوبت پانی کی مسوں پر رہ جاتی ہے۔اور مسوں کے ساتھ جوف میں داخل ہوگی اس سے احتراز ممکن نہیں حصوصاً مریض بواسیر شدید کو۔

اور جو اس قسم کی چیز جوف میں داخل ہو جس سے احتراز (بچنا) ممکن نہ ہو وہ ناقص روزہ نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کہ پانی کی رطوبت کلی کرنے کے بعد رہ جاتی ہے، اس لیئے باوجود رطوبت مسوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۷۲)

بواسیر مسے موضع حقنہ سے بہت نیچے ہوتے ہیں، اور براہِ مقعد داخل ہونے والی چیز جب تک موضع حقنہ تک نہ پہنچے مفسد نہیں، لہذا مسوں کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے اور مسوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ کانچ کو تر کر کے چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیئے یہ موضع حقنہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۰)

بے ہوش اور پاگل کا حکم

اگر ماہ رمضان میں کسی دن جنون لاحق ہو گیا یا پہلے سے جنون طاری تھا اور ماہِ رمضان میں کسی دن افاقہ ہو گیا تو اس روزے کی قضاء واجب ہے، ہاں اگر پورے دن یا اس سے زیادہ عرصہ تک حالتِ جنون طاری رہے، تو اس کی قضاء واجب نہیں ہے، بخلاف اس کے جس کو بے ہوشی لاحق ہو اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے خواہ بے ہوشی کتنے ہی عرصے تک رہی ہو۔

نشہ میں ڈوبے ہوئے اور سوئے ہوئے پڑے کا وہی حکم ہے جو بے ہوشی کا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کہ کوئی نشہ میں عادی ہو یا نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ص ۸۸۵ ج ۱)

ذیابیطس (شکر) کا مریض

سوال:۔ زید کئی سال سے ذیابیطس کا مرض میں مبتلا ہے جسکی وجہ سے کمزوری ہو جاتی ہے اور نقاہت بھی، روزہ رکھنا دشوار ہے، خصوصاً سخت گرمی میں اس کے لیئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ایسے مریض پر کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے ضعف کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے

افطار کرنا یعنی روزہ نہ رکھنا رمضان شریف میں درست ہے لیکن جب تک توقع صحت کی ہو، فدیہ دینا کافی نہیں، بلکہ صحت کے بعد قضاء لازم ہے اور پھر اگر صحت کی امید نہ رہے اور مرض کا ازالہ نہ ہو تو ان روزوں کا فدیہ دیدے اور ہر ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۴ ج ۶ بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ص ۱۵۹ ج ۲)

ٹی۔بی (تپِ دق) کا مریض

سوال:۔ ہمارے گاؤں میں ٹی۔بی کا مریض ہے کم وبیش چھ ماہ سے زیادہ دور جارہی ہے۔ زیر علاج ہے، اس سے قبل ایکسرے لیا گیا تھا جس میں پھیپھڑے میں خرابی بتائی گئی ہے، اور دوسرا ایکسرے چارہ ماہ بعد لیا گیا تھا، اس میں دس بارہ آنہ فائدہ معلوم ہوا ہے، حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ روزہ نہ رکھے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ٹی۔بی کے مریض کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ کی وجہ سے جناب حکیم صاحب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے، وہ خود عالم ہیں اور حاذق حکیم ہیں، انکی رائے معتبر ہے بعد صحت قضاء رکھے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۹ ج ۲)

بیماری کے بعد ضعف باقی رہنا

اگر بیماری سے اچھا ہو جائے لیکن ابھی کمزوری باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جائے گا، تب بھی نہ رکھنا جائز ہے۔ (درمختار ص ۱۵۳ ج ۱)

گھوڑے پر بیٹھنے سے منی خارج ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص کو بعض اوقات یہ بات پیش آتی ہے کہ جس وقت گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتا ہے تو شرمگاہ حرکت کر کے منی کود کر خارج ہو جاتی ہے، حسبِ اتفاق ایک روز رمضان میں گھوڑے پر سوار ہو کر جارہا تھا یہ واقعہ پیش آ گیا، اس بارے میں جو شرعی حکم ہو مطلع فرمائیں، کیا کفارہ ہو گا یا قضاء؟

جواب:۔ اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ بلکہ اس کا روزہ صحیح اور باقی ہے درمختار میں ہے سوچ بیچار سے احتلام یا انزال ہو جائے یا جاندار کی شرمگاہ کو ہاتھ لگایا پیار کرنے سے انزال

ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۷۰ ج ۱)

روزے میں ٹیکہ لگوانا

سوال:۔ اگر روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگایا جائے جو کہ بازو میں یا کسی جگہ بدن میں لگایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے، کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟

جواب:۔ اس سے روزہ ہو جاتا ہے، فاسد نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۷ ج ۶ بحوالہ البدائع الصنائع ص ۹۳ ج ۲)

روزے میں انجکشن لگوانا، گلوکوز اور خون چڑھوانا

انجکشن کے ذریعہ جو چیزیں جسم میں داخل کی جاتی ہے وہ عموماً رگوں کے واسطہ قلب اور دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہیں اور ایک ایسی راہ سے گزرتی ہیں جو اسکی حقیقی راہ اور فقہاء کی زبان میں منفذ نہیں ہے، کتب فقہ کی مختلف نظائر کو سامنے رکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء ایسی صورتوں کو مفسد صوم قرار نہیں دیتے ہیں، مثلاً زخم دو قسم کے ہیں جس میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم (روزہ) قرار دیا ہے۔ ایک آمہ، دوسرا جائفہ

(۱) آمہ سر کے اس گہرے زخم کو کہتے ہیں جو اصل دماغ تک پہنچ گیا ہو، اور اس کے ذریعہ دوا بھی وہاں تک پہنچ جاتی ہو۔

(۲) جائفہ، پیٹ کے اس زخم کو کہتے ہیں جو معدہ تک گہرا ہو، اور اس کے ذریعہ دوائیں پیٹ تک پہنچ جاتی ہوں، اس طرح گویا یہ زخم معدہ اور دماغ تک پہنچنے کے لیئے بلا واسطہ راہ اور منفذ پیدا کر دیتے ہیں، اس میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے، اس کے برخلاف دوسرے زخموں پر دوا ڈالنا مفسد صوم نہیں ہے، چاہے وہ کوئی بھی زخم ہو، جو جسم کے اندرونی حد تک پہنچتا ہو، اس میں ڈالی گئی دوائیں بالواسطہ معدہ تک یا دماغ تک پہنچ ہی جاتی ہیں، مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

ہدایۃ (ص ۲۰۰ ج ۱) مفسداتِ صوم میں ہے:۔

اگر پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچے ہوئے زخم کا دوا کے ذریعے علاج کرے پھر دوا پیٹ

یا دماغ کے اندر تک پہنچ جائے تو امامِ اعظمؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائیگا اور اسی طرح مرطوب دوا ہی پہنچ سکتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ چاہے خون پہنچایا جائے یا دوا، مفسد صوم نہ ہوگا چونکہ گلوکوز وغیرہ کی نوعیت بھی یہ ہی ہوتی ہے کہ رگوں کے واسطے سے پہنچایا جاتا ہے، معدہ یا دماغ کے کسی منفذ کے ذریعہ نہیں پہنچایا جاتا ہے اس لیئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(جدید فقہی مسائل ص ۹۶ ج ۱)

انجکشن کے بارے میں علماء دیوبند کا فتویٰ

یہ ظاہر ہے کہ انجکشن کا طریقہ عہد رسالت ﷺ میں موجود نہ تھا اور نہ آئمہ مجتہدینؒ کے زمانہ میں، اس لیئے اس کا حکم نہ حدیث میں مل سکتا ہے اور نہ آئمہ دین کے زمانہ میں، اس لیئے فقہی اصول وقوائد ونظائر پر قیاس کر کے ہی اس کا حکم شرعی معلوم کیا جا سکتا ہے، سو اسکی واضح مثال یہ ہے کہ اگر کسی کو بچھو یا سانپ کاٹ لے تو مشاہدہ ہے کہ زہر بدن کے اندر جاتا ہے، سانپ کا زہر اکثر دماغ پر ہی اثر انداز ہو جاتا ہے، اور بعض جانوروں کے کاٹنے سے بدن پھول جاتا ہے، جس سے زہر کے اندر جانا یقینی ہو جاتا ہے مگر کسی دنیا کے فقہی عالم نے اسکو مفسدِ صوم قرار نہیں دیا، یہ انجکشن کی واضح مثال ہے بلکہ سنا گیا ہے کہ انجکشن کی ایجاد اسی طرح ہوئی ہے کہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے کے تجربہ کرتے کرتے اس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے کہ دوا کا فوری اثر اس طرح بدن میں پہنچایا جا سکتا ہے۔

سانپ بچھو اور دوسرے زہریلے جانوروں کے کاٹنے کو کسی نے مفسدِ صوم قرار نہیں دیا ہے اسکی وجہ وہی ہو سکتی ہے جو بدائع کی عبارت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اول: یہ کہ کسی چیز کا بدن کے کسی حصہ میں داخل ہونا مطلقاً روزہ کو فاسد نہیں کرتا بلکہ اس کے لیئے دو شرطیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ وہ چیز جو جوف معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ پہنچنا بھی منفذ اصلی کے راستہ سے ہو، اگر کوئی چیز منفذ اصلی کے علاوہ کسی دوسرے کیمیائی طریق سے جوف معدہ یا دماغ میں پہنچائی جائے وہ بھی

مفسد روزہ نہیں انجکشن کے ذریعہ بلاشبہ دوائی یا اس کا اثر پورے بدن کے ہر حصے میں پہنچ جاتا ہے مگر یہ پہنچنا منفذ اصلی کے راستے سے نہیں بلکہ رگوں کے راستہ سے، یہ راستہ منفذ اصلی نہیں ہے، اس لیئے گرمی کے موسم میں کوئی شخص اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے تو پیاس کم ہو جاتی ہے، کیونکہ اجزاء مسامات کے راستہ سے اندر جاتے ہیں مگر اس کو کسی نے مفسد صوم نہیں قرار دیا، اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ گلوکوز وغیرہ کے انجکشن ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے بدن کو غذا جیسی قوت پہنچ جاتی ہے اس لیئے اس کا حکم غذا کا سا ہونا چاہئے تھا۔ جواب واضح ہے کہ قوت پہنچانا مطلقاً مفسد نہیں ہے جیسے ٹھنڈک پہنچانا مفسد نہیں بلکہ منفذ اصلی کے راستہ کسی چیز کا جوفِ معدہ یا دماغ میں پہنچنا مفسد ہے وہ انجکشن میں نہیں پایا جاتا اگر چہ قوت اس سے پہنچ جائے۔

الجواب صحیح — بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

حسین احمد غفرلہ، مدرس دار العلوم دیوبند

اشرف علی تھانویؒ ۱۱/ربیع الاول/۱۳۵۰ھ

محمد اعزاز علی غفرلہ، مدرس دار العلوم دیوبند

بندہ اصغر حسین عفی عنہ، مدرس دار العلوم دیوبند

(الاتِ جدیدہ کے شرعی احکام بحوالہ بدائع صنائع ص ۹۳ ج ۲)

روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے۔ انجکشن سے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی، بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعہ معدہ میں پہنچتی ہے لہذا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (احسن الفتاویٰ ورحیمیہ ص ۴۲۳ ج ۴)

بذریعہ انجکشن جسم میں دوا یا غذا پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۹ ج ۲)

کتے کے کاٹے کا انجکشن

جس انجکشن کے ذریعہ بعینہٖ دوا جوفِ معدہ میں پہنچادی جائے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پاگل کتے کے کاٹنے کے انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

انجکشن کی حقیقت

انجکشن کے متعلق جہاں تک تحقیق کی گئی ہے یہ معلوم ہوا کہ اسمیں بذریعہ مسامات کے دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے، اس لیئے ناقص روزہ نہیں، ناقص صوم وہ ہے جو منفذ کے بدن کے اندر پہنچے نہ بذریعہ مسامات، اور داخل بدن میں دوا کا اثر پہنچ جانے سے فسادروزہ لازم نہیں آتا ہے جیسے غسل کا اثر زہریلے جانور کے کاٹنے کا اثر بدن کے اندر سرایت کر جاتا ہے مگر باتفاق مفسد روزہ نہیں، اسی طرح انجکشن بھی مفسد روزہ نہیں۔

<u>نوٹ</u>:۔اس مسئلہ کی تحقیق احقر کے رسالہ المقالات المفیدہ فی الات جدیدہ میں مذکور ہے۔
(بندہ محمد شفیع)۔(فتاویٰ دارالعلوم قدیم ص ۶۸ ج ۳)

مریض کے روزے کی قضاء کا حکم

اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر ۲۹ روزے رکھے اور ان میں بعض مریض تھے انہوں نے روزہ نہیں رکھے تو ان پر ۳۰ تیس دن کی قضاء لازم ہوگی، اور اگر مریض کو شہر والوں کا حال معلوم نہ ہوا تو وہ ۳۰ دن کے روزوں کی قضاء کرے گا۔ تا کہ یقیناً واجب ادا ہو جائے۔(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ص ۱۱ ج ۲)

صحت کے بعد غروب تک کھانا پینا

سوال:۔ بندہ کے روزہ کی حالت میں پیٹ میں شدید درد ہوگیا، دوا استعمال کی آرام ہوگیا، تو غروب تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے یا مستحب؟

جواب:۔ واجب ہے جس طرح سے مسافر، حائضہ ونفاس والی اور مجنون وغیرہ کو جب افاقہ ہو جائے، شام تک کھانے پینے سے روکے رہنا روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۳۳ ج ۴)



باب (۱۲)

مسافر کے مسائل

سفر کی تعریف

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، یا بے مشقت ہو جیسے ریل وغیرہ کا یا با مشقت جیسے پیدل کا، گھوڑے وغیرہ کی سواری پر، ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہ ہی ہے کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر اگر مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۵)

سفر میں روزہ رکھنا درست ہے، اور ثواب ہے، البتہ اگر نہ رکھے تو رخصت (اجازت) ہے اور سفر کی مقدار اڑتالیس (۴۸) میل ہونا ضروری ہے۔

(قدیم فتاویٰ دار العلوم ص ۳۷، ج ۳)

کیا روزے میں بھی قصر ہے؟

سوال:۔ جس طرح نماز میں قصر ہے کیا اسی طرح روزے میں بھی قصر ہے یا نہیں؟ یعنی اگر سفر میں پوری نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا، کیونکہ کفران نعمت ہے کیا یہ حکم روزوں سے متعلق بھی ہے؟

جواب:۔ روزہ کیلئے سفر میں یہ حکم ہے بعد قضاء ان روزوں کی کرے جو سفر میں نہ رکھے ہوں۔ **"فمن كان منكم مريضاً اوعلى سفر فعدةمن ايام اخر"**۔

(سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۶ چھ)

نماز کے لیے حدیث شریف میں یہ حکم آ گیا ہے کہ اس تخفیف (کمی) کو قبول کرو لہذا امام اعظمؒ اس امر کو وجوب کے لیئے لیتے ہیں، کہ قصر کرنا نماز میں ضروری فرماتے ہیں، روزہ کے لیئے نص سے اختیار ثابت ہوتا ہے کہ چاہے رکھو چاہو تو پھر قضاء کرلو، اگر سفر سہولت کا ہے روزہ میں کچھ دشواری نہیں ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

"وان تصوموا خیر لکم"۔(سورۃ بقرہ رکوع ٦)

پس معلوم ہوا سفر میں بحالت عدم مشقت روزہ نہ رکھنے کی فضیلت اور خریت خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے اور نماز میں قصر نہ کرنے میں کفرانِ نعمت آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ بھی حکم خدا تعالیٰ ہی کا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۲ ج ٦ بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ص ۱٦۰ ج ۲)

حالتِ تردد میں روزہ

سوال:۔ جو لوگ تردد میں قصر نماز پڑھتے ہیں انکو رمضان شریف میں روزہ قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مسافر کو جب تک وہ کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے اور تردد میں ہو، نماز قصر کرنا چاہئے اور روزہ کو بھی افطار کرسکتا ہے بعد میں قضاء کرے۔غرض جس حالت میں نماز قصر جائز ہے روزہ کا افطار کرنا بھی درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۵ ج ٦ بحوالہ درالمختار ص ۱۵۸ ج ۲ فصل فی العوارض)

ایک دن کا سفر

سوال:۔ایک روز کے سفر میں بھی قضاء کرسکتا ہے یا تین ہی دن کے سفر میں قضاء کرسکتا ہے؟

جواب:۔ ۴۸ میل کا سفر ہو جب ہی روزہ افطار کرنا درست ہے اس سے کم کے سفر میں روزہ افطار کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۳ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸ فصل فی العوارض)

پندرہ دن کی نیت کا حکم

اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئے تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں ہے البتہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۹ بحوالہ شامی ص ۱٦۸ ج ۲)



صبح صادق کے بعد سفر کرنا

سوال:۔ زید کا دن میں سفر میں جانے کا ارادہ ہے تو اگر وہ سحری کھالے، مگر روزہ کی نیت نہ کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جو شخص صبح کے وقت سفر میں نہ ہو اس کے لیئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اگرچہ دن میں سفر کا پختہ ارادہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۷ ج ۴)

دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا

سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی (زوال) سے اپنے گھر پہنچ جائے یا ایسے وقت میں پندرہ دن کی نیت سے کہیں رہنا پڑے اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کرلے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۹ بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۳ ج ۱)

اگر کوئی مقیم رمضان میں روزہ کی نیت کے بعد سفر کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے لیکن اگر اس روزہ کو فاسد کردے تو کفارہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی مسافر نصف نہار (دوپہر) سے پہلے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل روزہ کے خلاف نہیں ہوا مثلاً کھانے پینے وغیرہ کے اس سے صادر نہ ہوا ہو تو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر فاسد کردے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۵)

روزہ دار مسافر کا روزہ فاسد کردینا

اگر کوئی مقیم روزہ کی نیت کرنے کے بعد مسافر بن جائے تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کو لینے کے لیئے اپنے گھر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزہ کو فاسد کردے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا اس لیئے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا ہو اور نہ وہاں ٹھہرا۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۶)

روزے سے بچ کر سفر کرنا

سوال:۔ اگر روزہ سے بچ کر حیلہ سفر یا مرض وغیرہ کر کے روزہ قضاء کرے تو کیسا ہے؟

جواب:۔ مسافر شرعی اور مریض کو افطار کرنا درست ہے اور حیلہ کرنا مذموم اور قبیح ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۹۶ ج ۶ بحوالہ رد المحتار ص ۱۵۸ ج ۲ فصل فی العوارض)

مسافر کا روزہ رکھ کر توڑ دینا

سوال:۔ زید نے سفر میں روزہ کی نیت کی مگر بعد میں نیت بدل دی اور کھا پی لیا تو کیا گنہگار ہوگا؟
جواب:۔ کفارہ نہیں، البتہ روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کرنا وجوب کفارہ میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۸ ج ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۱۳۳ ج ۲)

کیا سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا؟

سوال:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی حالت میں روزہ توڑا تھا اور اپنے رفقاء (صحابہؓ) سے افطار کرایا تھا، کیا یہ بات مستند ہے؟
جواب:۔ ہاں سفر کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے روزہ کے افطار کا واقعہ صحیح اور مستند ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) رمضان شریف میں مدینے سے مکہ مکرمہ کے لیئے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقام عسفان پر پانی منگوایا اور صحابہؓ کو بتا کر افطار فرمایا پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔

یہ اپنی مرضی پر ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے، دوسری روایتوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ روزہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی حالت دگرگوں تھی، اس لیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں بعض اصحاب نے افطار نہیں کیا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بانداز خفگی) فرمایا کہ یہ نافرمان ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت پر عمل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ سب رخصت پر عمل کریں خصوصاً اس لیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے، یہ سفر جہاد کیلئے تھا، بہرحال کچھ صاحبان نے عمل نہیں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی، ایک روایت میں ہے کہ ایک سفر میں ایک صحابی کی حالت بہت خراب ہوگئی صحابہ جمع ہو کر اسکی خدمت کرنے لگے، اس پر سایہ کا

انتظام کیا گیا یہ دیکھ کر'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں (جان پر ظلم کر کے) روزہ ہی کوئی نیکی نہیں ہے''۔

ان احادیث کی روشنی میں فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں سفر کی حالت میں روزہ رکھنا ضروری اور واجب نہیں ہے اگر رکھا تو عزیمت پر عمل کیا اور نہ رکھا تو رخصت پر عمل ہوا۔

اگر روزہ رکھنے سے طبیعت خراب نہ ہونے یا تکلیف پہنچنے کا ڈر نہ ہو تو رکھ لینا بہتر ہے، اگر اسکو یا اسکے ساتھیوں کو نقصان یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶ ج ۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۶۰ ج ۲ و مسلم شریف ص ۳۵۶ ج ۲)

سفر میں لُو کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال:۔ اگر کسی شخص کو ماہِ رمضان میں ایسا سفر پیش آئے جس سے وہ شرعاً مسافر نہیں ہوسکتا اس وجہ سے روزہ کی حالت میں سفر کرے، اور دوپہر کو سخت دھوپ اور لو کی وجہ سے بے برداشت ہو کر روزہ توڑ دے تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟

جواب:۔ اس صورت میں اس شخص پر کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء لازم ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۴۴ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۱۵۸ ج ۲ فصل فی العوارض)

پیاس کی شدت یا سفر کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال:۔ روزہ دار شدید پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دے یا سفر میں روزہ توڑ دے تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ پیاس اگر ایسی شدید ہے کہ اس میں مرجانے کا اندیشہ ہے یا عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو اس حال میں قضاء لازم ہے۔ اسی طرح سفر میں بروز سفر روزہ توڑنا نہ چاہئے لیکن اگر توڑ دیا تو قضاء لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۴۰ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۱۵۸ ج ۲)

مسافر کا فدیہ دینا

سوال:۔ مسافر نے سفر میں چند روزے نہیں رکھے اور فدیہ دیدیا تو کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ ان روزوں کی بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت

قرآنی میں ہے۔"فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"، سے ثابت ہے۔(پارہ۲سورۃ بقر رکوع ٦)۔(فتاویٰ دارالعلوم ص۶۳۴ ج ۶)

سفر میں فوت شدہ روزوں کا حکم

سوال:۔سفر کی حالت میں فوت شدہ روزوں کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:۔ہاں قضاء کا وقت ملے تو قضاء رکھنا ضروری ہے اور نہ رکھے تو فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، بشرطیکہ مال چھوڑ گیا ہو اور سفر کی حالت میں مر گیا ہو یا مقیم ہو کر مرا لیکن قضاء کا وقت نہیں ملا تو فدیہ دینے کی وصیت لازم نہیں، اگر چند روزے قضاء رکھنے کا وقت ملا تو اپنے روزوں کی قضاء لازم ہے اگر قضاء نہ کر سکا تو ان دنوں کے فدیہ دینے کی وصیت ضروری ہے مثلاً سفر کی حالت میں دس دن روزے فوت ہوگئے اور پانچ روزہ رکھنے کا وقت ملا لیکن قضاء نہیں کی تو ان پانچ روزوں کے فدیہ کی وصیت لازم ہے اس سے زائد کی نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۳۴ ج۲ بحوالہ شامی ص۱۶۰ ج ۲)

اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے یا بعد مریض صحت یاب ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضاء شدہ روزے ادا کرلے تو اس کے ذمہ قضاء لازم نہیں سفر سے لوٹنے یا بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد جتنے دان بھی ملیں، اتنے ہی کی قضاء لازم ہوگی۔

(جواہر الفقہ ص۳۸۱ ج ۱)

چھوٹے ہوئے روزے رکھنے کا موقع نہیں ملا

سوال:۔مرض، یا حیض نفاس کی وجہ سے روزے چھوٹ گئے قضا رکھنے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تو کیا گناہ ہوگا؟

جواب:۔اگر قضاء کرنے کا وقت ہی نہیں ملا، تو یہ روزے معاف ہیں اور اگر حالتِ اقامت، صحت اور طہارت میں قضاء رکھنے کا موقع مل گیا ہو تو ترکہ سے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۸ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۷ ج ۲)

☆

روزے دار مسافر کا سفر میں انتقال ہو جانا

سوال:۔ ایک شخص رمضان شریف میں مسافر ہوا، اور وہ روزے سے نہیں تھا اور وہ انتقال کر گیا، اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس کے ذمہ قضاء روزہ کی لازم نہیں ہوئی اور فدیہ یا فدیہ کی وصیت بھی لازم نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۳۲ ج ۶ بحوالہ درمختار ص ۱۶۰ ج ۲)

رمضان کے روزے اگر کسی مجبوری شرعی کی وجہ سے چھوٹے تھے اور ابھی وہ مجبوری ختم نہیں ہوئی تھی کہ دنیا سے کوچ (انتقال) کر گیا۔ تو اس پر کوئی شرعی مطالبہ نہیں ہے، کیونکہ اس کو ادا کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ہاں اگر موقع مل گیا تھا مگر اس نے سستی کر کے روزوں کی قضاء نہیں کی تو یہ فریضہ اس کے ذمہ واجب رہا خدا کے یہاں پکڑ ہوگی، اور اگر سفر یا مرض کی وجہ سے دس روزے رہ گئے تھے اور پھر اس سفر یا مرض سے فارغ ہو کر پانچ دن زندہ رہا اور روزے شروع نہیں کئے تھے تو پانچ ہی دن قضاء اس کے ذمہ واجب رہی، کیونکہ اس کو اتنا ہی وقت ملا۔

اب اسکے رشتہ داروں اور متعلقین کو چاہئے کہ روزوں کا فدیہ دیدیں، اسکے ذمہ سے روزے ادا ہو جائیں گے، اور اگر وہ شخص مال، چھوڑ کر مرا ہے اور فدیہ دینے کی وصیت بھی کر گیا تو وارثوں کے اوپر فدیہ دینا واجب اور ضروری ہے، اور اگر وصیت کی لیکن مال نہیں چھوڑا یا اتنا کم ہے کہ ایک تہائی حصے میں اسکے روزوں کا بدلہ پورا نہیں ہوتا۔ یا مال تو کافی چھوڑا مگر وصیت نہیں کی تو ان سب صورتوں میں وارثوں پر اسکے روزوں کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے۔ مگر مرنے والے کیساتھ ہمدردی اور تعلق اسمیں ہی ہے کہ اسکی آخرت کی بھلائی کی نیت سے دیدینا اچھا ہے۔ مرنے والے کی طرف سے اس کے رشتہ دار یا ملنے والے فدیہ تو دے سکتے ہیں۔ لیکن اسکی طرف سے نماز یا روزہ کی قضاء نہیں کر سکتے ہیں۔

(مرتب محمد رفعت قاسمی)



باب (۱۳)
متفرق مسائل

رمضان میں اعلانیہ کھانا پینا

سوال:۔ رمضان المبارک میں جو بلا عذر روزہ نہ رکھے اور اعلانیہ طور پر کھائے پیئے تو کیا حکم ہے؟
جواب:۔ ایسا شخص فاسق اور اسلامی شعار کے توہین کرنے والا ہے، خلیفہ ہو تو ایسے بے باک اور بے حیا کو قتل کی سزا دے۔ درمختار میں ہے کہ اگر کوئی بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے اور بالقصد اعلانیہ کھائے پیئے تو خلیفہ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۰۴ ج۳ بحوالہ شامی ص۱۵۱ ج۱)

گرمیوں میں دن بڑا ہونے کی وجہ سے روزے کا فدیہ

سوال:۔ موسم گرما میں جبکہ اٹھارہ گھنٹے روزہ رکھنا پڑے تو کیا روزہ کے بدلہ کفارہ اناج دیا جاسکتا ہے؟
جواب:۔ روزہ ہی رکھے، فدیہ دینا بلا عذر کے صحیح نہیں ہے، اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رمضان شریف میں روزہ نہ رکھا تو قضاء اس کی بعد میں کرے فدیہ اسکو بھی دینا جائز نہیں۔ فدیہ خاص شیخ فانی وہ بوڑھا ہے جو کسی طرح روزہ رکھ سکے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیز الفتاویٰ ص۲۷ ج۳)

شیخ فانی اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو زندگی کے آخری اسٹیج پر پہنچ چکے ہوں، ادائیگی فرض سے قطعاً مجبور اور عاجز ہوں اور جسمانی طاقت قوت وغیرہ روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہو، یہاں تک کہ ضعف و ناتوانی کے سبب انہیں یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ کبھی روزہ رکھ سکیں گے۔ (مظاہر جدید ج۲ قسط۵ نمبر۲۱)

کیا سردیوں میں روزہ رکھنے کا ثواب کم ملتا ہے؟

سوال:۔ جن لوگوں کے روزے ماہِ رمضان میں کسی سبب کے عذر قضاء ہو جاتے ہیں انکو موسم

سرما میں ادا کرنے سے کیا ثواب میں کمی آتی ہے؟
جواب:۔ سردیوں کے دنوں میں روزہ کی قضاء کرنے سے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴۹۹ ج ۲)

بے نمازی کا روزہ

سوال:۔ جو شخص رمضان شریف میں روزہ رکھتا ہو اور نماز نہ پڑھتا ہو، اس کا روزہ ہوتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔ روزہ ہو جاتا ہے، نماز چھوڑنے کا گناہ رہتا ہے، نماز کی قضاء اس کے ذمہ فرض ہے۔ (حاشیہ میں ہے) دونوں الگ الگ ہیں، ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہیں۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴۹۹ ج ۶)

جان کنی (نزع) کی حالت میں روزہ

سوال:۔ اگر کوئی روزہ دار جان کنی کی عالم میں ہو تو اس کو روزہ افطار کرا کر شربت دینا چاہیئے یا نہیں؟
جواب:۔ ایسی حالت میں روزہ افطار کرا دینا چاہیئے اور شربت وغیرہ دینا چاہیئے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴۷۰ ج ۶)

بغیر افطار کیئے انتقال ہو جانے پر نمازِ جنازہ کا حکم

سوال:۔ ایک شخص روزہ کی حالت میں پیاس وبھوک کی شدت سے مر گیا ہے، لیکن اس نے شریعت کا حکم نہیں مانا، افطار نہیں کیا، اسکی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس نے شریعت کی خلاف ورزی کی ہے۔
جواب۔ اس صورت میں اگر وہ شخص روزہ کی حالت میں فوت ہو گیا تو ماجور ہے یعنی عند اللہ اجر وثواب پائے گا، گنہگار نہیں ہوا، پس اسکی نماز کے جواز میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص۴۷۱ ج ۶ بحوالہ رد المختار ص ۱۵۸ ج ۲)

طویل اوقات والے علاقوں میں روزہ

روزہ کے اوقات کے سلسلہ میں اس بات کی قرآن وحدیث میں تصریح ہے کہ طلوع فجر سے

اسکا آغاز اور غروبِ آفتاب پر اس کا اختتام ہوتا ہے، نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہے بعض جزوی باتوں پر تھوڑا سا اختلاف ہے مگر اس حد تک سب کا اتفاق ہے۔ اس لیئے تو یہ ظاہر ہے کہ روزہ کے اصل اوقات یہ ہی ہیں۔

جغرافیائی اور موسمی حالات کے لحاظ سے ان میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے، اور ہوتی رہتی ہے، خود ہندوستان میں بھی ایسا تفاوت ہوتا رہتا ہے، اب اگر کہیں اوقات کا تھوڑا بہت فرق ہو، دن بارہ کی بجائے سولہ یا سترہ گھنٹے کا ہوجائے تو ظاہر ہے کہ روزہ کا یہ ہی حکم رہے گا۔ اور اگر غیر معمولی فرق ہوجائے۔ مثلاً بیس یا بائیس گھنٹوں کا دن ہوجائے، اور دو چار گھنٹوں کی رات رہ جائے تو بھی قرآن وحدیث کے عمومی احکام کا تقاضہ ہے کہ روزہ طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک ہو فتویٰ اسی پر ہے۔

البتہ بسا اوقات اسکی وجہ سے غیر معمولی مشقت پیدا ہوجائے گی اور عمر رسیدہ اور کمزور آدمیوں کے لیئے روزہ رکھنا دشوار ہوجائے گا۔ ان کو یہ خصوصی سہولت دی جاسکتی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھیں، آئندہ جب موسم ہلکا اور قابلِ تحمل ہوجائے اور دن کے اوقات نسبتاً کم ہوجائیں تو قضاء کرلیں، جیسا کہ فقہاء نے بھوک وپیاس کی ہلاکت خیز شدت کو بھی روزہ توڑنے کے لیئے عذر قرار دیا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اسکی تصریح ص ۱۰۶ اج ا پر موجود ہے۔

لیکن جہاں پر ایک طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے، وہاں جس طرح نماز کے اوقات کا اندازہ سے تعین کیا جائے گا اسی طرح ماہِ رمضان کی آمد اور روزہ کے اوقات کا بھی۔

ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے، جو ان سے قریب ہیں اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کی آمد ورفت کا سلسلہ ہے۔

(جدید فقہی مسائل ص ۹۴)

ہوائی سفر میں دن بہت چھوٹا ہوجانے پر روزے کا حکم

سوال:۔ زید ہوائی جہاز کے ذریعہ مغرب کی سمت جارہا ہے سورج غروب ہورہا ہے تو نماز کس

طرح ادا کرے اور روزہ کس وقت افطار کرے؟ اور اس کے برعکس مشرق کی طرف جارہا ہے، اسکا دن بالکل چھوٹا رہیگا، اسکی نماز اور روزے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ردالمحتار ص ۳۳۹ میں حدیث دجال کے تحت جو مسائل درج ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کی طرف جانے والا شخص اگر چوبیس گھنٹہ میں پانچ وقت نمازیں ان کے اوقات میں ادا کرسکتا ہوتو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے، اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہوگیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آیا تو عام ایام میں اوقات نماز کے فصل کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نمازیں پڑھے اور یہی حکم روزہ کا ہے کہ اگر طلوع فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہوجائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔

جن ممالک میں مستقل طور پر دن اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدر کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو، ان میں سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کی اجازت نہیں، تو عارضی طور پر شاذ ونادر ایک دن طویل ہوجانے سے بطریق اولیٰ اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہوتو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا وقت پہلے کہ اسمیں بقدرِ ضرورت کھا پی سکتا ہے اور افطار کرلے، اگر ابتداء صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں بعد میں قضاء رکھے، اور اگر اس وقت مسافر نہ تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے۔ اور اتنے طویل روزہ کا تحمل نہ ہوتو سفر نا جائز ہے۔

جو شخص جانب مشرق جارہا ہے نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے ان اوقات میں نماز ادا کرے گا اور روزہ غروب کے بعد افطار کرے کیونکہ صوم (روزہ) کے معنیٰ ہیں طلوع فجر سے غروب شمس (سورج) تک امساک (رکنا)۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۱ےا ج ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۸ ج ۲)

سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہوجانا

سوال:۔ ایک شخص جدہ میں کام کرتا ہے وہاں اس نے رمضان کے روزے رکھنے شروع کئے (وہاں پر رمضان کا روزہ جمعہ کو ہوا اور ہمارے یہاں ہند میں سنیچر کو پہلا روزہ ہوا) پھر وہ شخص یہاں آگیا اور یہاں پر انتیس کا چاند نہیں ہوا اور اس شخص کے تیس روزے پورے

ہو گئے اب وہ یہاں والوں کے ساتھ کیا اکتسواں روزہ رکھے؟

جواب:۔ یہ شخص اتوار کو یہاں والوں کیساتھ روزہ رکھے، چاہے اکتیس روزے ہو جائیں، جس طرح کسی نے تنہا چاند دیکھا اور اسکی گواہی قبول نہ کی گئی تو اسکو اپنی رویت کے اعتبار سے رمضان کا روزہ رکھنا چاہئے، اور اتفاق سے تیس روزے پورے کرنے کے بعد چاند نظر نہ آئے تو اسکو تنہا افطار کرنا جائز نہیں بلکہ اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ لوگوں کیساتھ روزہ رکھے اور سب کے ساتھ عید کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۱ ج ۵ بحوالہ شامی ص ۱۲۳ ج ۲)

روزہ رکھ کر عمرے کے لیئے گیا تو وہاں روزے کی تاریخوں میں فرق تھا

سوال:۔ ایک شخص نے بمبئی میں روزے رکھنے شروع کئے اور پھر وہ شخص رمضان میں عمرہ کرنے کیلئے مکہ معظمہ چلا گیا، وہاں والے ایک دو دن آگے تھے، اب وہ شخص وہاں والوں کے ساتھ عید منائے یا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ یہ شخص وہاں والوں کے ساتھ عید کرلے بعد میں باقی ماندہ روزوں کی قضاء کرلے یعنی اگر ستائیس روزے ہوئے تو دو روزے رکھے، اور اگر ۲۸ اٹھائیس ہوئے تو ایک روزہ رکھے کہ مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۱ ج ۵)

روزے کی حالت میں لفافے کا گوند زبان سے تر کر کے چپکانا

سوال:۔ روزہ کی حالت میں زبان سے لفافہ کا گوند لگا کر چسپاں (بند) کرنا بلا کراہت درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر چاٹنے کے بعد تھوک دیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۳ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۲ ج ۲)

سَرجری اور اعضاء کی تبدیلی

روزہ کو فاسد کرنیوالی دراصل وہ چیزیں ہیں جو دماغ یا بطن (پیٹ) کے جوف تک پہنچ جائیں۔اس سے یہ بات تو واضح ہوگی کہ ایسے آپریشن جو جسم کے دوسرے حصے یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ہوں، ان کا تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔اسی طرح کان، شرم گاہ، سرین، ناک وغیرہ کے اعضاء جن سے دماغ یا پیٹ کی جانب منفذ (اصلی راہ) نہیں ہیں۔اس کا بھی صرف آپریشن مفسد صوم نہ ہوگا یعنی روزہ کو نقصان نہ ہوگا، اور نہ اعضاء کی تبدیلی، اس لیئے کہ مفسدِ صوم تو کسی ایسی چیز کا داخل کرنا ہے جو بدن کو درست کرنے اور دماغ اور پیٹ تک پہنچ جائے، یا غالب امکان اس کے پہنچنے کا ہو، یہاں یہ مصنوعی اعضاء اپنی جگہ لگے رہ جائیں گے، ہاں اگر آپریشن کے ساتھ کوئی دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ان کے علاوہ اگر خود پیٹ یا دماغ کا آپریشن اس طرح ہو کہ کچھ کاٹ کر نکال دیا جائے کوئی نئی چیز داخل نہ کی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اور اگر اندر کوئی دوائی لگائی یا مصنوعی اعضاء لگایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس کی نظیر فقہاء کا یہ جزیہ ہے کہ اگر نیزہ اس روزے سے مارا کہ جوف بطن تک پہنچ گیا پھر اس کو نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر پیٹ کے اندر رہ گیا۔تو بعض لوگوں کی رائے ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور بعض حضرات اس کے قائل ہیں کہ ٹوٹ جائیگا یہاں گو کہ صحیح تر قول روزہ کا نہ ٹوٹنا ہے۔

مگر اس عاجز کے خیال میں سرجری علاج کی مذکورہ صورت میں صحیح روزہ کا ٹوٹ جانا ہے اس لیئے کہ نیزہ مارنے کا مقصد جسم کو نقصان پہنچانا ہے اور اس سرجری کا منشاء جسم کی اصلاح اور درستگی ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ معدہ کے آپریشن میں کوئی عضو سرجری کے دوران باہر نکالا جائے پھر اپنی جگہ فٹ کر دیا جائے تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔اسکی نظیر تے ہے کہ اگر منہ سے باہر آجانے کے بعد اسے کھالیا جائے یا لعاب دہن منہ سے نکال کر ہاتھ میں جمع کیا جائے اور پھر کھالیا جائے تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔

اسی طرح یہ عضو جب باہر لے آیا گیا اور پھر اس کو جوف بطن میں فٹ کر دیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (جدید فقہی مسائل ص ۹۹)

سونے کی حالت میں مسوڑھوں سے خون منہ میں چلا جانا

سوال :۔ میرے مسوڑھوں سے خون نکلتا ہے، آج کل روزہ میں دوپہر کے بعد خون بہت جاری رہتا ہے، یہ کیفیت خاص طور پر سونے کی حالت میں ہوتی ہے۔ خون تھوک پر غالب رہتا ہے، جاگنے کی صورت میں تو احتیاط کرتا ہوں، لیکن سونے کی حالت میں تھوک حلق سے نیچے اُتر جاتا ہے اب تک رمضان میں ایسا دو مرتبہ ہوا ہے، میرا روزہ ہوا یا قضاء رکھنا ہوگا؟، آج کل نیند رات کو نہیں ہوتی، اگر دن میں سوؤں تو رات کو عبادت میں خلل ہوگا۔ اور نوکری کرنا بھی محال ہوگا۔ میرے لیئے کیا حکم ہے؟

جواب :۔ خون اگر صرف حلق میں گیا مگر پیٹ میں نہیں پہنچا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ اور اگر خون مغلوب ہو یعنی تھوک کا رنگ سرخ کے بجائے زرد ہو تو پیٹ میں جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ خون مغلوب ہونے کے باوجود حلق، میں اس کا مزہ محسوس ہو تو پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائیگا، اسی طرح خون غالب ہو یعنی تھوک سرخ ہو تو پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اگر چہ مزہ محسوس نہ ہو۔ جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں اگر سونے کی حالت میں یا اور کسی عذر سے خون بلا اختیار پیٹ میں اتر جاتا ہو تو روزہ نہ ٹوٹنے کے قول کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، شامی میں اسی طرح ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر مستقبل قریب میں صحت کی توقع ہو تو روزہ نہ رکھیں بعد میں قضاء کریں، اور اگر روزہ کی حالت میں غیر اختیاری طور پر خون پیٹ میں چلا گیا تو صحت کے بعد احتیاطاً اس روزہ کی قضاء کریں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۳۸ ج ۴)

ایسا تندرست جسمیں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں

سوال :۔ ایک شخص دیکھنے میں جوان اور تندرست ہے اور کسی قسم کی علامت ظاہرہ اس کو نہیں ہے مگر کمزور بہت ہے، اور رمضان کا روزہ اس سے نہیں رکھا جاتا، روزہ رکھنے سے اس کو بہت کمزوری ہوتی ہے اگر وہ روزہ چھوڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب :۔ مسئلہ یہ ہے کہ شیخ فانی کو روزہ نہ رکھنا اور فدیہ دے دینا درست ہے، شیخ فانی کے یہ

معنی ہیں کہ اسکی قوت فنا ہوگئی ہو، اور روزہ کی طاقت نہ ہو، پس اگر وہ شخص خلقتاً ایسا ضعیف وکمزور ہے کہ کسی طرح روزہ نہیں رکھ سکتا ہے، اسکو درست ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ دیدے، حاشیہ دارالعلوم فتاویٰ میں ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں ہے بلکہ عارضی طور پر مرض کی وجہ سے ایسا ہے تو افطار کی اجازت ہے صحت کے بعد قضاء واجب ہے بلکہ شیخ فانی کے لیئے بھی یہ ہی حکم ہے کہ بعد میں اگر وہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو قضاء کریگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۶۸ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ج ۲ فصل فی العوارض ص ۱۶۳)

روزہ رکھنے سے بیمار ہو جانا

سوال:۔ایک شخص نماز روزہ کا پابند ہے لیکن رمضان شریف شروع ہونے پر تین چار روزے رکھنے سے فوراً بیمار ہو جاتا ہے غریب آدمی عیالدار ہے، دوا وغیرہ کرنے کی یا مسکین کو کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور اگر سردیوں میں بھی قضاء کرتا ہے تب بھی ویسا ہی بیمار قریب المرگ ہو جاتا ہے اس صورت میں اس کے لیئے کیا حکم ہے؟

جواب:۔ایسے مریض کے لیئے جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو ہمیشہ رمضان کے روزہ رکھنے سے یا قضاء کرنے سے اسکا مرض بڑھتا ہو، اور کسی طرح روزہ نہ رکھ سکتا ہو، فدیہ دینا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۷۸ ج ۶ بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ص ۱۶۳ ج ۲)

کیا رمضان میں امتحان آجانے پر روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:۔ دنیوی علوم مثلاً بی۔کام، بی اے وغیرہ کے امتحان کے تحت روزہ کی حالت میں امتحان میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے؟ روزہ رکھے یا پھر قضاء کرے؟

جواب:۔صورت مسئولہ میں روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنے کی گنجائش نہیں ہے روزہ کے ساتھ ہی امتحان دے، خدا امداد فرمائیں گے۔(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۴ ج ۲)

روزہ میں باجا بانسری بجانا

سوال:۔کوئی آدمی روزہ کی حالت میں بانسری، باجا اور دیگر گانے بجانے کی اشیاء دم گھونٹ کر بجائے تو روزہ میں کچھ خلل ہوگا یا نہیں؟

جواب:۔ روزہ میں طنبورہ وغیرہ بجانا گناہ کا کام ہے، لیکن روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۸ ج ۲)

کیا اختلاج کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:۔ عمر کو اختلاج یا کوئی مرض ہے جس سے اس کو روزے کی مطلق برداشت نہیں ہوتی، اس کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:۔ جواب روزہ معاف نہیں ہوسکتا، اگر کسی قوی شرعی عذر کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے تو بعد میں قضاء کرنا واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۸۳ ج ۶ بحوالہ رد المختار فصل فی العوارض ص ۱۶۰ ج ۲)

کیا معاشی محنت کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:۔ رمضان شریف کے روزے فرض ہیں، لیکن معاش کی وجہ سے مثلاً کاشتکاری یا کھانا وغیرہ پکانے کی وجہ سے کیا روزہ کی قضاء کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ ان عذروں کی وجہ سے رمضان شریف کے روزہ قضاء کرنا درست نہیں بلکہ مناسب ہے رمضان شریف میں اسے سخت محنت کے کام نہ کیے جائیں جنکی وجہ سے قضاء کرنے کی نوبت آئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۲۶۶ بحوالہ رد المختار باب ما یفسد الصوم ص ۱۵۷ ج ۲)

جان کے خطرے کی حالت میں افطار

سوال:۔ روزہ کی وجہ سے جان خطرے میں ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے یا رخصت؟

جواب:۔ اگر مرض یا بھوک یا پیاس کی شدت سے جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے اگر روزہ نہ توڑا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔ اور بحالت اکراہ میں یعنی جب کوئی روزہ توڑنے پر مجبور کر رہا ہو اور نہ توڑنے کی صورت میں جان سے مار دینے کی دھمکی دے رہا ہو تو روزہ توڑ دینا واجب نہیں جائز ہے، اور نہ توڑنا افضل ہے، جان دیدی تو ثواب ہے، البتہ روزہ دار مریض یا مسافر ہو تو اکراہ کی صورت میں بھی روزہ توڑنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۱ ج ۴ بحوالہ بدائع صنائع ص ۹۴، ۹۶ ج ۲)

روزے میں غسل کرتے وقت غرغرہ

سوال:۔ کسی شخص کو روزہ کی حالت میں غسل کی ضرورت ہوئی غسل کرتے وقت غرغرہ نہیں کیا اور نہ ناک کے نرم حصہ تک اس نے پانی پہنچایا تو اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

اور اس طرح غسل کر کے نماز پڑھی تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

جواب:۔ روزہ دار کے لیئے غرغرہ اور ناک کے نرم حصہ میں پانی پہنچانے کا حکم نہیں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور جو نماز پڑھی ہے وہ صحیح ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۸ ج ۵ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۳۹)

کیا روزے میں استنجے کا پانی خشک کرنا ضروری ہے؟

سوال:۔ نورالایضاح سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ دار کو استنجاء کرنے کے بعد خاص مقام کو کسی چیز سے اچھی طرح خشک کر لے تا کہ پانی اندر کی طرف جذب نہ ہونے پائے، کیا یہ قول مفتیٰ بہ ہے؟

جواب:۔ اسکی کوئی ضرورت نہیں، استنجاء سے روزہ پر اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر پانی موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر استنجاء میں ایسا نہیں ہوتا۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۲۷ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۰۸ ج ۲)

کیا غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال:۔ امام صاحب نے نماز کے بعد یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ دو شخص جنہوں نے نماز ظہر یا عصر آپ ﷺ کی اقتداء میں پڑھی تھی نماز کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تمہارا وضو نماز نہیں ہوئی کہ تم نے غیبت کی تھی اور اپنا روزہ پورا کر لو، دوسرے دن اسکی قضاء کرنا، کیا غیبت کرنے سے نماز اور روزہ نہیں ہوگا؟۔ کیا اعادہ ضروری ہے؟

جواب:۔ حدیث میں وضو، نماز اور روزے کے اعادہ کا حکم خواص کے لیے ہے حقیقتاً، اور عوام کے لیئے زجراً اور احتیاطاً ہے۔

غیبت حرام ہے اس سے عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے، لہذا غیبت سے بچنے کا پورا اہتمام کیا

جائے، یہ مطلب نہیں کہ وضو، نماز اور روزہ فاسد ہو جائے گا، علماء نے لکھا ہے کہ روزہ کے تین درج ہیں۔

نمبر(۱) آدمی روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے دن بھر رُکا رہے یہ عوام کا روزہ ہے۔

نمبر (۲) آدمی روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رُکنے کے علاوہ آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ، پیر اور تمام اعضاء کو تمام گناہِ کبیرہ و صغیرہ سے روکے، یہ صالحین اور نیک مؤمنین کا روزہ ہے۔

نمبر (۳) روزے کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے دن بھر رُکنے کے علاوہ تمام اعضاء کو گناہوں سے روکے اور قلب کو بھی دنیوی خیالات اور فکروں سے روکے اس طرح کے اللہ کے علاوہ کوئی خیال ہی قلب میں نہ آئے۔

ایک حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو روزہ رکھ کر باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے (یعنی غیبت اور گناہ کرتا رہے) تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں'' معلوم ہوا کہ روزہ مقبول ہونے کے لیئے آدمی کھانا پینا اور جماع چھوڑنے کے علاوہ معصیات اور منکرات مثل جھوٹ غیبت، چغل خوری وغیرہ سے بھی زبان کی حفاظت کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۶ ج ۵)

ایک حدیث کی تشریح

سوال:۔ حدیث ''ہاتھ میں پیالہ ہو اور اذان ہو جائے تو پانی پی لے''، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے، حدیث کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ حضرات محدثین نے اس حدیث کی مختلف توجہیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) جب روزہ دار کو ظنِ غالب ہو کہ اذان وقت سے پہلے ہوئی ہے۔ (۲) حضرت بلالؓ کی اذان مراد ہے جو صبح صادق سے پہلے جگانے کے لیئے ہوتی تھی۔ (۳) یہ افطار سے متعلق ہے، مقصد یہ ہے کہ افطار کی حالت میں اذان سننے یا اسکا جواب دینے کے لیئے افطار میں توقف نہیں کرنا چاہئے۔

نوٹ:۔ بندہ کے خیال میں اس کی مندرجہ ذیل توجیہیں بھی ہو سکتی ہیں۔

(۱) اس کا روزہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب پانی پینے کے لیئے پیالہ

ہاتھ میں لے لیا ہو اور اس حال میں اذان شروع ہو جائے تو پانی پی لے، اذان کے سننے اور جواب کے لیے پانی نہ چھوڑے۔

(۲) حدیث میں ندا لفظ ہے جس سے اقامت مراد لی جاسکتی ہے یعنی ایسی حالت میں اقامت شروع ہوئی کہ پیالہ ہاتھ میں ہے تو پانی پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہو۔

(احسن الفتاویٰ ص ۴۴۴ ج ۴)

رمضان المبارک میں دن میں ہوٹل کھولنا

سوال:۔ رمضان المبارک میں دن میں ہوٹل کھولنا کیسا ہے؟ ہوٹل میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اگر کھلا رکھنا جائز ہو تو کیا صرف غیر مسلموں کیلئے کھول سکتے ہیں؟

جواب:۔ ماہ رمضان المبارک کے احترام کی خاطر دن کے وقت ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، خواہ کھانے پینے والے کسی بھی مذہب کے ہوں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۷ ج ۵)

عید کے مہینے (شوال) میں عید کے دن کے بعد سے ختم مہینے تک چاہے جس تاریخ میں چھ روزے رکھ لینے چاہئیں، یہ روزے رمضان شریف کے فرض روزوں کے بعد ایسے ہیں جیسے فرض نماز کے بعد سنتیں اور نفلیں ہوتی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ص ۱۷۹ میں ہے "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر عید کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ (پورے سال) کے روزے رکھے۔

تشریح:۔ سال بھر کے روزوں کے برابر ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر نیکی کا ثواب دس گناہ دیا جاتا ہے، رمضان کے ایک مہینے کے روزے تو دس مہینوں کے برابر ہوں گے، باقی بچے دو ماہ تو یہ چھ روزے دس گنے ہو گئے، ایک سال کے برابر ہو جاتے ہیں، کتنا سہل کام اور محنت بہت کم اور ثواب زیادہ۔

شش عید کے روزے کب سے شروع کرے

سوال:۔ ماہ شوال میں چھ روزے نفلی رکھے جاتے ہیں ان روزوں کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کرے؟ اگر اگلے دن سے شروع نہ کرے تو باقی مہینے میں رکھے یا نہیں؟

جواب:۔شوال کے چھ روزے شش عید کے نام سے مشہور ہیں ، در مختار میں لکھا ہے کہ متفرق ان کا رکھنا بہتر اور مستحب ہے،اور پے در پے مسلسل رکھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۹۱ ج ۶ بحوالہ ردالمختار مطلب فی الصوم السبت ص ۱۷۱ ج ۲)

شش عید میں قضاء روزوں کا حکم

سوال:۔ رمضان میں چھ روزے قضاء ہوئے اوران کو شوال میں قضاء رکھے تو حدیث کے بموجب شش عید کے روزوں کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:۔ رمضان کے روزے فرض ہیں اسکی نفل میں نیت کرنے سے رمضان کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔اوراگر نیت نفل شش عید کی گئی ہوتو رمضان کے قضاء ادانہ ہونگے۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیزیہ ص ۴۰ ج ۳)

باب (۱۴)

نذر کے روزوں کے مسائل

نذر کی دو قسمیں

نذر کی دو قسمیں ہیں معلق اور غیر معلق، معلق وہ نذر جس میں کسی شرط کا اعتبار کیا گیا ہو۔خواہ وہ شرط مقصود ہو جیسے کوئی مریض کہے کہ اگر مجھ کو اس مرض سے صحت ہو جائے تو میں اتنے روز ے رکھونگا یا غیر مقصود جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو اس قدر روزے رکھوں گا، نذر غیر معلق کسی زمانے یا کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اگرچہ متکلم (نذر کرنے والا) تخصیص کرے مثال (۱) کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔اور وہ دوشنبہ کے دن رکھ لے تب بھی نذر پوری ہو جائے گی۔(۲) کوئی شخص نذر کرے کہ میں مکہ معظمہ میں روزے رکھوں گا اور وہ اپنے گھر میں ہی رکھ لے تب بھی جائز ہے، نذر غیر معلق روزوں میں البتہ اس شرط کی پابندی کرنا ہوگی ، جس کا اس میں لحاظ کیا گیا ہو جو شخص یہ نذر کرے کہ میں فلاں مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو اس قدر روزے رکھوں گا اور کامیابی سے پہلے روزے رکھ لے تو اس کی نذر پوری نہ ہوگی ،اور کامیابی کے بعد پھر اسکو روزے رکھنے ہوں گے۔

نذر اور قسم میں فرق یہ ہے کہ قسم کے روزوں کو اگر فاسد کردے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر عمر بھر نہ رکھے تو اس کے کفارہ کی وصیت کر جانا اس پر ضروری ہے بخلاف نذر کے، کہ اس کے روزے کے فاسد کرنے میں صرف قضاء لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہاں وصیت کرنا اس میں بھی ضروری ہے۔ (علم الفقہ ص ۴۳ ج ۳)

نذر کی شرطیں

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر کرے اسکی جنس سے شرعاً کوئی واجب ہو، اس لیئے کہ مریض کی عیادت کی نذر صحیح نہیں، (۲) دوسرے یہ کہ وہ مقصود بالذات ہو وسیلہ نہ ہو پس وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہ ہوگی، (۳) تیسری یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ فی الحال یا کسی اور وقت میں واجب نہ ہو، پس اگر کوئی ظہر کی نماز کی یا کسی وقت کی نماز کی نذر کرے تو صحیح نہیں۔ (۴) چوتھی یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ اپنی ذات میں گناہ کا کام نہ ہو۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ کے لیئے قربانی کے دن روزہ رکھوں گا، تو روزہ نہ رکھے اور پھر قضاء کرے اور یہ نذر صحیح ہے اس کے لیئے روزہ رکھنا بالذات مشروع ہے اور منع دوسری وجہ سے ہوگیا ہے۔ (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ ضروری ہے جس کام کے لیئے نذر کرے اس کام کا ہونا محال نہ ہو مثلاً کسی گزشتہ روز روزے کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہ ہوگی۔

(عالمگیری اُردو ص ۲۵ ج ۲)

کوئی نذر پوری نہ کرے تو؟

جب کوئی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۸ بحوالہ نور الایضاح ص ۱۵۰)

نذر کی نیت کا طریقہ

(۱) نذر دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ دن مقرر کرکے نذر مانی کہ یا اللہ آج اگر فلاں کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا، یا اس طرح کہے کہ یا اللہ میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت نہ کی تو دوپہر

سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کرے یہ بھی درست ہے، نذر ادا ہو جائے گی۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۸ کنز الدقائق ص ۶۶)

(۲) دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا ہی کہا یا اللہ اگر میرا کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گا۔ ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

(بہشتی زیور ص ۸ ج ۳ بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۶ ج ا و عالمگیری ص ۲۱۰ ج ۱)

واہیات نذر کا حکم

کسی کام پر عبادات کی کوئی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جسکے لیئے منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے اگر منت پورا نہیں کرے گا تو بہت گنہگار ہو گا لیکن اگر کوئی واہیات نذر ہو جسکا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۷ بحوالہ جوہرۃ النیرہ ص ۲۶۳ ج ۲)

پانچ روزوں کی منت رکھنے کا طریقہ

اگر کسی نے کہا کہ یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر نہ ہوا تو نہ رکھے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا تھا کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اس میں اختیار ہے کہ پانچوں روزے ایک ساتھ لگاتار رکھے، چاہے ایک ایک دو دو کر کے پورے پانچوں روزے رکھ لے۔ دونوں صورتوں میں درست ہیں اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہدیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا، یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک ساتھ رکھنے پڑیں گے۔ اگر پانچ میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو دوبارہ رکھنے پڑیں گے۔

(درمختار ص ۱۵۵ ج ۱)

نذر کے بعد نفل روزے کی نیت کرنا

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نیت (نذر) کی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا

روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا یہ نذر کا روزہ ہے، یا کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا۔ البتہ جمعہ کو اگر قضاء روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہیں رہا، یا یاد تھا۔ مگر قصداً قضاء کا روزہ رکھ لیا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا بلکہ قضاء کا روزہ ہو جائے گا نذر کا روزہ پھر رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۸۔ بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۰۶ ج ۱)

عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا

اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے۔ تب بھی اس دن روزہ درست نہیں، اس کے بدلے کسی اور دن رکھنا چاہیے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹۔ بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۸ ج ۱)

پورے سال روزہ رکھنے کی نذر ماننا

اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال روزے رکھوں گا، سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہ چھوڑونگا تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے، (عید کے دن ذی الحجہ کی دس، گیارہ، بارہ، تیرہ) باقی سب رکھے۔ پھر ان پانچ روزوں کی قضاء رکھ لے (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹ شرح وقایہ ص ۳۱۸ ج ۱)

نذر میں جمعہ کی قید لگانا

اگر یہ کہا جائے کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تک روزے رکھوں گا تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص ان ہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں، جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگاتار رکھنا پڑیں گے، چاہے محرم میں رکھے چاہے اور کسی مہینے میں رکھے سب جائز ہے، اسی طرح اگر یہ کہا کہ آج میرا یہ کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا۔ جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھ لے۔ نیز کسی نے نذر کرتے وقت یوں کہا محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو محرم کے پورے مہینے کے روزہ لگاتار رکھنا پڑیں گے بیچ میں کسی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جائیں تو اس کے بدلے اتنے روزے رکھ لے سارے روزے نہ دہرائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینے میں نہ رکھے کسی اور مہینے میں رکھ لے، لیکن سب لگاتار رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۴۸۔ بحوالہ درمختار ص ۲۹۹ ج ۱)

نذر مان کر بیمار ہو گیا

سوال:۔ جو شخص نذر روزہ کی کرنے کے بعد بیمار ہو جائے تو اس کے لیئے کیا حکم ہے؟
جواب:۔ صحت کا انتظار کرے اور صحت کے بعد نذر کا روزہ رکھے، اگر اچھا نہ ہو تو وصیت فدیہ کی کرے کہ اسکے مال میں سے اس کے وارث فدیہ ادا کریں۔ اور فدیہ ایک روزہ کا فطرہ کی برابر ہے، زندگی میں فدیہ دینا اس کو درست نہیں ہے، یعنی اس فدیہ سے روزے ادا نہ ہوں گے، تندرست ہو کر پھر روزے رکھنے ہوں گے۔ ورنہ وصیت کرنا لازم ہو گا۔
(فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیزیہ ص ۴۱۷، ج ۳)

باب (۱۵)

نفل روزے کے مسائل

فرض روزہ جان بوجھ کر توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور اسکی شریعت نے سزا (کفارہ) مقرر کی ہے لیکن نفلی روزہ بغیر کسی سخت مجبوری کے بھی توڑ سکتے ہیں، مسئلہ میں گنجائش ہے جبکہ اپنے پر قضاء رکھنے کا پورا بھروسہ ہو، مگر رکھنے کے بعد توڑنا اچھا نہیں ہے ہاں اگر کوئی بہت ہی ضرورت پیش آجائے تو شریعت نے رخصت دیدی ہے مثلاً کوئی مہمان ایسا آجائے کہ اس کے ساتھ کھانا نہیں کھایا تو افسوس کرے گا، یا کسی نے دعوت کی اگر اس میں شرکت نہ کی تو مہمان نواز کی دل شکنی ہوگی۔ تو نفل روزہ توڑنا جائز ہے مگر قضاء رکھنا واجب ہے، کیونکہ نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔

میرے محترم ومکرم استاد فقیہ الامت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم مفتی اعظم دار العلوم دیوبند دار الافتاء میں اپنے ساتھیوں کو بعض مرتبہ حکم دے کر نفلی روزہ تڑوا دیتے ہیں، اور پھر فرمایا کرتے ہیں کہ اسکی قضاء رکھنا، اب تم کو ڈبل ثواب مل گا۔ پہلے تو صرف نفلی روزہ تھا اس کا ہی ثواب ملتا لیکن نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے اور اس کا پورا کرنا بھی واجب ہی ہے۔

تنبیہ:۔ بعض حضرات بیماری یا سفر شرعی میں روزہ کی وجہ سے بالکل لب دین ہو جاتے

ہیں، مگر روزہ نہیں توڑتے، یہ طریقہ غلط اور خلاف شریعت ہے کیونکہ شریعت نے مریض اور مسافر کو اجازت دے رکھی ہے اس سے فائدے اٹھانا چاہیئے۔ (مرتب محمد رفعت قاسمی)

نفل روزہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''جب نفل روزے رکھنے شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے رکھنا ختم نہیں کریں گے اور جب روزے رکھنے پر آتے تو ہم کہتے کہ اب آپ کبھی روزے نہیں رکھیں گے''

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نفل روزہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ کبھی تو مسلسل کافی عرصہ تک روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کی کثرت اور تسلسل کو دیکھ کر لوگ گمان کرنے لگتے تھے کہ اب روزوں کا یہ سلسلہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ختم نہ کریں۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل کافی عرصہ تک روزہ رکھتے ہی نہ تھے، یہاں تک کہ لوگ سوچتے کہ شاید اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نفل روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔

(مظاہر حق جدید ج ۲ قسط ۵ ص ۴۳)

نفل روزہ میں خفیف عذر

صحیح یہ ہے کہ نفل روزے کا بھی بغیر عذر کے افطار کرنا جائز نہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ نفل روزہ میں خفیف عذر کے سبب بھی افطار کرنا جائز ہے، بخلاف فرض روزہ کے مثلاً روزہ دار کسی کی دعوت کرے اور مہمان بغیر اس کی شرکت کے کھانا نہ کھائے یا رنجیدہ ہو جائے تو ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے نفس پر کامل وثوق ہو کہ اس کی قضاء رکھ لے گا تو نفل روزہ توڑ ڈالے ورنہ نہیں۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۲)

نفل روزہ کی نیت کا طریقہ

نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں جب بھی صحیح ہے اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں جب بھی صحیح ہے، نفل روزہ میں دوپہر سے ایک

گھنٹہ قبل تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے تو اگر دن کے دس بجے تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں، پھر دل میں یہ خیال آگیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹ بحوالہ قدوری ص ۴۵ وفتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۱۶۴)

نفل کا روزہ نیت کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے، سو اگر صبح صادق سے پہلے رکھنے کی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضاء رکھے، نیز اگر کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا۔ لیکن صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضاء واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹ قدوری ص ۴۵ و عالمگیری ج ا ص ۱۹۳)

عورت کا نفل روزہ

عورتوں کو بغیر شوہر کی اجازت کے نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر بغیر اجازت کے روزہ رکھا تو شوہر کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے پھر جب شوہر اجازت دے جب اسکی قضاء رکھے۔

نوٹ:۔ یہ حکم جب ہے کہ جب شوہر مکان پر موجود ہو۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ (بحوالہ فتاویٰ خانیہ بر حاشیہ عالمگیری ج ا ص ۱۹۴)

عید کے دن نفل روزہ رکھنا

کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دینا ضروری ہے اور اس کی قضاء رکھنا بھی واجب ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ ہدایہ ج ا ص ۲۰۸)

محرم اور ذی الحجہ کے روزے

محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے حدیث شریف میں آیا ہے" کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں" اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔ اسی طرح بقر عید کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پیچھے گناہ

معاف ہو جاتے ہیں اور اگر شروع چاند سے نویں تاریخ تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۲۰۰ و عالمگیری ج ا ص ۲۰۰)

شب برات کے روزے

شب برات (شعبان) کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی ثواب اور نفلوں سے یعنی جن روزوں کی کوئی خاص بزرگی ثابت نہیں، زیادہ ثواب ہے، اور اسی طرح ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے حضورؐ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی طرح ہر دوشبنہ و جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کرے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

(بہشتی زیور سوم ص ۱۰ بحوالہ مراقی الفلاح ج ص ۱۹۳))

باب (۱٦)

وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

یہ مجبوریاں ایسی ہیں کہ ان میں رمضان کے اندر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو جاتی ہے۔

(۱) بیماری کی وجہ سے روزے کی طاقت نہ ہو، یا مرض بڑھنے کا شدید خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے رمضان کے بعد اسکی قضاء لازم ہے۔

(۲) جو عورت حمل سے ہو اور روزہ میں بچہ کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ نہ رکھے بعد میں قضاء کرے۔

(۳) جو عورت اپنے یا کسی غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے، اگر روزہ سے بچہ کو دودھ نہیں ملتا تکلیف پہنچتی ہے تو روزہ نہ رکھے پھر قضاء کرے۔

(۴) مسافر شرعی (جو کم از کم اڑتالیس میل کی سفر کی نیت پر گھر سے نکلا ہو) اس کے لیئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ سفر ہی میں روزہ رکھ لے اگر خود اپنے آپ کو یا اپنے ساتھیوں کو اس سے تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔

(۵) روزہ کی حالت میں سفر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر کچھ کھا

نے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آ گیا تو باقی دن کھانے سے احتراز کرے، اور اگر کچھ کھایا پیا نہیں تھا کی وطن میں ایسے وقت آ گیا جبکہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے یعنی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کر لے۔

(۶) کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لیئے توڑ دینا جائز ہے پھر قضاء کرے۔

(۷) کسی بیماری یا بھوک و پیاس کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ کسی مسلمان دین دار ماہر طبیب یا ڈاکٹر کے نزدیک جان کا خطرہ لاحق ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے پھر قضاء لازم ہوگی۔

(۸) عورت کے لیئے ایام حیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے یعنی نفاس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں، ان دنوں میں روزہ نہ رکھے بعد میں قضاء کرے، بیمار، مسافر، حیض، اور نفاس والی عورت کے لیئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے ان کو لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ پھریں۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

روزہ نہ رکھنے میں اپنی رائے

اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی۔ یا دیر میں صحت ہوگی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب صحت ہو جائے تو اسکی قضاء رکھ لے لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار طبیب کہدے کہ تم کو روزہ نقصان کرے گا۔ تب چھوڑنا چاہیئے، نیز اگر حکیم یا ڈاکٹر نے تو کچھ نہیں کہا لیکن اپنا خود تجربہ ہے اور کچھ نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دیندار حکیم کے بغیر بتائے اور بغیر تجربہ کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑ دیا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۸ بحوالہ در مختار ج ۱ ص ۱۵۳)

جن صورتوں میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان صورتوں میں دوسرے کے سامنے اپنے بے روزہ ہونے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ڈبل گناہ ہے، ایک تو یہ کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور اگر سب سے کہدے دوہرا گناہ ہے۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ خدا کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری، یہ غلط بات ہے ہر وہ بات جو خدا کو معلوم ہے کیا بندوں کے سامنے ظاہر کی جاتی ہے؟ بلکہ جو کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھائے۔ (مرتب محمد رفعت قاسمی)

باب (۱۷)

وہ عذر جس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

(۱) اچانک ایسا بیمار پڑ جائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان خطرہ میں ہو جائے گی یا بیماری بڑھ جائے گی۔ تو روزہ توڑ دینا بہتر ہے جیسے اچانک پیٹ میں درد اٹھا (ہوگیا) کہ بے تاب ہوگئی یا سانپ نے کاٹ لیا تو ایسی صورت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر پیاس لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی توڑ دینا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۷ ج ۳ ھدایہ ج ۱ ص ۲۰۱ و مراقی الفلاح ۲۱۲)

(۲) حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا بہتر ہے۔۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۷ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۲)

(۳) کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگی اور اتنا بیتاب ہو گیا کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اس نے اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار خود ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۷، بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۵۹ اور در مختار ج ۲ ص ۱۵۲)



باب (۱۸)

☆ مکروہاتِ روزہ ☆

روزہ کی حفاظت کیجیے

ہر چیز کا قاعدہ ہے کہ اپنا صحیح اثر اسی وقت دکھاتی ہے کہ جب اس کو نقصان دینے والی اور اس کے اثر کو ختم کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھا جائے۔ اگر حفاظت نہ کی جائے تو فائدہ کے بجائے نقصان بھی ہو سکتا ہے، مثلاً ڈاکٹری علاج کے بعد اگر اس کے بتائے ہوئے پرہیز پر عمل نہ کیا جائے تو نتیجہ ظاہر ہے۔

روزہ ایک بہت ہی اہم اور قیمتی اور اپنے اندر بے شمار فائدے لئے ہوئے ہے لیکن اگر اسکی حفاظت نہ کی گئی شرعی بتایا ہوا پرہیز نہ کیا گیا یعنی کھانے پینے اور منافی روزہ کے ساتھ ساتھ لغویات بے ہودہ گی، لڑائی جھگڑا، جھوٹ، غیبت، چغلخوری، دھوکہ دہی، اور اسی قسم کی اور چیزوں سے اگر نہ بچا گیا تو روزہ تو ہو جائے گا مگر روزہ کا جو فائدہ ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوگا۔

مشکوۃ شریف ج ا ص ۱۷۷ میں اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں مثلاً:

''آپؐ نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں سوائے بھوک و پیاس کے کچھ نہیں ملتا ہے اور راتوں کو جاگنے اور عبادتیں کرنے والے کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں جاگنے کی پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں'' ''جو شخص روزہ رکھے اور بے کار باتیں اور بے ہودہ حرکتیں نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں'۔

مطلب پوری طرح واضح ہے کہ جب تک روزہ کے ساتھ ساتھ اس کا پورا پرہیز نہ کیا جائے تو اس روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو کام مثلاً کھانا پینا وغیرہ روزہ کی نیت سے پہلے حلال تھے، نیت کے بعد ان سے بھی روک دیا گیا، اور جو روزہ سے پہلے ہی سے حرام و ناجائز ہیں۔ ان کی کس قدر برائی بڑھ گئی ہوگی۔ لیکن کتنے ہی افراد ایسے ہیں کہ صرف کھانے پینے اور جماع سے رکنے کے علاوہ باقی کسی برائی سے نہیں بچتے ہیں ان میں عورتوں کا تو کیا ہی کہنا بلکہ

مرد حضرات بھی وقت کاٹنے کے لیئے مشغول ہو جاتے ہیں، یہ باتیں بظاہر معمولی سی معلوم ہوتی ہیں، لیکن وہ بہت ہی نقصان دہ اور روزہ کا اجر و ثواب کو ختم کر دینے والی ہیں۔

(مرتب محمد رفعت قاسمی)

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر مکروہ ہو جاتا ہے

(۱) کسی چیز کا چکھنا جبکہ وہ معدہ میں نہ جائے خواہ روزہ فرض ہو یا نفل البتہ اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو جائز ہے مثلاً کسی عورت کا خاوند بدمزاج ہو تو کھانے کا نمک چکھ لیا کرے اور یہی حکم باورچی نان بائی کا بھی ہے۔

(۲) کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی عذر کے اگر معذوری ہو تو جیسے کوئی عورت اپنے بچے کو چبا کر کچھ کھلانا چاہے اور کوئی بغیر روزہ دار نہ ہو۔

(۳) اپنی بیوی کا بوسہ (پیار) لینا مکروہ ہے خواہ یہ بوسہ فاحشہ ہو مثلاً اس کے ہونٹوں کو چوسنا یا فاحشہ نہ ہو،

(۴) اپنے منہ میں جمع شدہ لعاب کو نگل جانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔

(۵) ایسا کوئی کام کرنا جس کی بابت گمان یہ ہو کہ اس سے روزہ کی حالت میں کمزوری ہو جائے گی۔ اگر کمزوری کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

(۶) دن کے وقت دانتوں کے کھندانے میں پیچ دندان کا ایک مرض ہے دوا لگانا مکروہ ہے اگر رات تک رکنے سے ضرر کا اندیشہ ہے یا سخت اذیت کا اندیشہ ہو تو دوا کا ڈالنا واجب ہے۔ (اگر دوا کا اثر پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۷) کتان (السی) کا ذائقہ ہو، کاتنا مکروہات میں سے ہے اور کتان السی وہ ہے جبکہ مرطوبات میں ڈال کر سڑایا جاتا ہو مکروہ اس صورت میں جبکہ کاتنے والا کاتنے کے کام پر مجبور نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ اس کے (اثر سے) منہ میں پانی بھر آئے اس کو مسلسل (برابر) تھوکا جائے۔

(۸) ایک کتان وہ ہوتی ہے جس کو دریاں میں ڈال کر سڑایا جاتا ہے ایسی کتان کا کاتنا

مکروہ نہیں ہے اگر چہ بغیر کسی مجبوری کے ہو

(۹) فصل کا کام بھی روزہ دار کے لیئے مکروہ ہے، اور اس کا مکروہ ہونا بھی اس صورت میں ہے جبکہ مجبوراًایسا کرنا پڑے مجبوری ہوتو مکروہ نہیں۔البتہ کھیتی کے مالک کو اجازت ہے کاٹتے وقت وہاں پر موجود رہے، کیونکہ اس کے لیئے (غلہ کی) حفاظت اور دیکھ بھال کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) جماع کے محرکات مثلاً بوسہ لینا (اور شہوت انگیز) خیالات میں پڑنا، اور ایسی اشیاء کا دیکھنا مکروہ ہے جبکہ مذی کے نکلنے یا انزال ہونے کی طرف سے اطمینان نفسی نہ ہو، اور اگر اس میں شک ہو یا اطمینان نہیں ہے یا کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ بچ نہیں ہو سکے گا تو یہ باتیں حرام ہیں، تاہم اگر ایسی صورت میں مذی کا اخراج یا انزال نہ ہوتو روزہ صحیح ہو جائے گا۔اور اگر ان افعال سے مذی آجائے تو روزہ کی قضا لازم ہے، البتہ اگر بلا ارادہ اور مسلسل نظر کئے بغیر محض مذی خارج ہو جائے تو قضاء واجب نہیں ہے، اگر (ایسی حرکات سے) انزال ہو جائے اور رمضان کا روزہ ہوتو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہونگے بشرطیکہ جن محرکات جماع سے ارتکاب کیا گیا وہ (اسکے لیے) حرام ہوں مثلاً دیکھنے والے کو اپنے نفس پر اطمینان نہ ہو کہ (انزال یا جماع) سے محفوظ رہے گا۔یا ایسا ہو جانے کا اندیشہ رہا ہولیکن ان (محرکات) کا ارتکاب محض مکروہ تھا بائیں طور کہ اس سے نفس پر اطمینان تھا (کہ ایسا نہ ہوگا تاہم ایسا ہو گیا) تو قضاء واجب ہوگی، بشرطیکہ ان محرکات کے ارتکاب میں سہل انگاری سے کام نہ لیا گیا ہو جس کے باعث انزال ہو گیا تو اس صورت میں بھی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(۱۱) ہری مسواک کا ستعمال کرنا جو کسی قدر منہ میں گھل جاتی ہو مکروہ ہے، ایسی نہ ہوتو تمام دن جائز ہے بلکہ امر مستحب ہے۔

(۱۲) صبح ہونے تک ناپا کی کی حالت میں رہنا خلاف اولیٰ ہے، بہتر یہی ہے کہ رات کے اندر نہالے (غسل) لیا جائے۔(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج اص ۹۲۳)

(۱۳) فصد کرانا کسی مریض کیلئے اپنا خون دینا جو آج کل ڈاکٹروں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔(یعنی مکروہ ہے)۔

(۱۴) غیبت یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے اس کے برائی کرنا یہ ہر حال میں حرام ہے روزہ میں اسکا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔

(۱۵) روزہ میں لڑنا، جھگڑانا، گالی دینا خواہ انسان کو ہو یا کسی بے جان چیز کو یا جاندار کو، ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

(۱۶) روزہ میں ٹوتھ پیسٹ ٹوتھ پاؤڈر، یا منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا بھی مکروہ ہے۔ (جواہر الفقہ ج۱ص ۳۷۹)

(۱۷) فصد اور پچھنے (خون نکلوانا) روزہ دار کے لیئے مکروہ ہے یہ بھی مکروہ جب ہے کہ کوئی مریض ہو۔

(۱۸) اور یہ اندیشہ ہو کہ شاید مرض کی زیادتی کے باعث روزہ توڑنا پڑے اگر زیادتی مرض سے محفوظ رہنے کا یقین ہو تو دونوں باتیں جائز ہیں۔

(۱۹) لعاب دہن کو منہ میں جمع کر کے اس کو نگل لینا اور ایسی چیز کا نگلنا جو گھلنے والی نہ ہو مکروہ ہے اور گھلنے والی چیز کا چبانا حرام ہے اگر چہ اسکا شیرازہ نگل نہ گیا ہو۔

(۲۰) بلاضرورت کھانے کو چکھنا مکروہ ہے اگر کھانے کو کسی خاص غرض سے چکھا گیا ہو تو مکروہ نہیں ہے تاہم اگر بلاضرورت ایسا کرنے سے کچھ حلق تک پہنچ گیا تو روزہ جاتا رہا۔

(۲۱) خوراک کا ذرہ دانتوں میں پھنسا رہنے دینا، اور ایسی اشیاء کا سونگھنا جس کے حلق میں پہنچ جانے کی طرف سے اطمینان نہ ہو مکروہ ہے مثلاً مشک کافور کا سفوف اور عود وغیرہ کے بخارات بخلاف ان اشیاء کے جن کی طرف سے اطمینان ہو کہ (انکا اثر) حلق تک نہیں پہنچے گا سونگھنا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۲) بیوی کا پیار لینا (بوسہ) اور دوسری محرکات جماع مثلاً چمٹنا، لپٹنا، اور ہاتھ پھیرنا اور بار بار دیکھنا جبکہ ان اشیاء سے شہوت کی تحریک ہو مکروہ ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو مکروہ نہیں، اگر پیار اور دوسری محرکات جماع (صحبت) سے اگر انزال ہو جانے کا اندیشہ یا گمان ہو تو ایسا کرنا حرام ہے۔ (کتاب الفقہ ج۱ص ۹۲۷)



باب (۱۹)

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

(۱) مسواک کرنا (۲) سر یا مونچھوں پر تیل لگانا (۳) آنکھوں میں دوا یا سرمہ ڈالنا (۴) خوشبو سونگھنا (۵) گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا (۶) کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا (۷) بھول کر کھانا پینا (۸) حلق میں بلا اختیار دھواں یا گرد و غبار یا مکھی وغیرہ چلا جانا (۹) کان میں پانی ڈالنا یا بلا مقصد چلا جانا (۱۰) خود بخود قے آجانا (۱۱) سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہو جانا (۱۲) دانتوں سے خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل آیا نہیں (۱۳) اگر خواب میں یا صحبت سے غسل کی ضرورت ہوگئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا اور ایسی حالت میں روزہ کی نیت کرلی تو روزہ میں خلل نہیں آیا۔ (جواہر الفقہ ج۱ ص۳۷۹)

(۱۴) کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا خواہ یہ عمل وضو کے علاوہ میں ہو غسل کرنا۔

(۱۵) بدن پر بھیگا ہوا کپڑے رکھ کر جسم کو ٹھنڈک پہنچانا۔ (۱۶) پچھنے (آپریشن) لگوانا اگر روزہ دار کو کمزوری نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ج۱ ص۹۲۴)

باب (۲۰)

مستحباتِ روزہ

(۱) سورج ڈوبتے ہی نماز سے پہلے روزہ کھولنے میں جلدی کرنا۔

(۲) کھجور یا چھوہارے سے افطار کرنا، اس کے بعد پانی کا درجہ ہے۔

(۳) اور جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے وہ طاق عدد میں ہو مثلاً تین یا اس سے زیادہ (کوئی طاق) عدد ہو۔

(۴) افطار کے وقت دعائے ماثورہ کا پڑھنا مثلاً: "اللھم انی لک صمت وبک آمنت وعلیک توکلت وعلی رزقک افطرت"

(۵) کچھ نہ کچھ سحری کے وقت کھایا جائے خواہ تھوڑا سا ہی ہو یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہو، کیونکہ آنحضرت ؐ نے فرمایا سحری کھایا کرو بلاشبہ سحری میں برکت ہے۔ سحری کا وقت آخری نصف شب ہے اس میں جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے۔

(۶) لیکن اتنی دیر نہ کی جائے کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔

(۷) زبان کو بے ہودگی سے باز رکھا جائے، رہا حرام افعال مثلاً غیبت اور چغلی کا کرنا تو اس سے بچنا بہر حال واجب ہے اور رمضان شریف میں تو خاص طور سے بچنے کی تاکید ہے۔

(۸) رشتہ داروں محتاجوں اور مسکینوں کو صدقات وخیرات سے نوازنا، اور حصول علم میں مشغول رہنا اور قرآن شریف کی تلاوت، درود شریف ذکر الٰہی میں حتیٰ الامکان دن رات لگے رہنا اور اعتکاف کرنا۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۳۷)

باب (۲۱)

فدیہ کے مسائل

شیخ فانی کی تعریف

عمر سیدہ نحیف وناتواں بوڑھا یا بوڑھیا، ایسا بڑھاپا آگیا ہو کہ اب طاقت آنے کی کوئی امید بھی نہیں، یا ایسا بیمار ہو گیا کہ اب صحت کے آثار نظر نہیں آتے شیخ فانی کا یہ مطلب ہے۔ جو زندگی کے آخری اسٹیج پر پہنچ چکا ہو ادائے گی فرض سے قطعاً مجبور، اور عاجز ہو، اور جسمانی قوت وطاقت روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہو یہاں تک کہ ضعف وناتوانی کے سبب یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ بھی کبھی روزہ رکھ سکے، صرف شیخ فانی ہی کے لیئے جائز ہے کہ اپنے روزوں کا فدیہ (مالی بدلہ) دیدے۔

ہاں اس شخص کے لیئے بھی فدیہ دیدینا جائز ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو اور اس سے عاجز ہو یعنی اسباب معیشت کے حصول یا کسی اور عذر کی وجہ سے اپنی نذر کو پوری نہ کر سکے تو اس کے لیئے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے، روزہ کے بدلہ فدیہ دیدیا کرے اور فدیہ کی مقدار ایک فطرہ کی برابر ہے یا صبح وشام ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو پیٹ بھر کر

کھلائے (فدیہ یعنی روزوں کا مالی بدلہ) ان کے علاوہ عذر کا مسئلہ یہ ہے کہ عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضاء ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں ہے یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہیں ہوگا۔

اگر کوئی معذور اپنے عذر کی حالت میں مر جائے تو اس پر ان روزوں کی فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے جو اس کے عذر کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور نہ اس کے وارثوں پر یہ واجب ہوگا کہ وہ فدیہ ادا کریں خواہ عذر بیماری کا ہو یا سفر کا یا کوئی شرعی عذر ہو، ہاں اگر کوئی اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا عذر زائل ہو چکا تھا اور وہ قضاء روزہ رکھ سکتا تھا مگر اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تو اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ ان دنوں کے روزوں کا فدیہ کی وصیت کر جائے جن میں مرض سے نجات پا کر صحت مند رہا تھا یا سفر پورا ہوا مقیم کر کے مقیم تھا۔ اور یا جو بھی عذر رہا ہو وہ زائل ہو چکا تھا۔

اگر کوئی شخص شیخ فانی کی حالت میں انتقال کر جائے تو اسکی طرف سے ان دنوں کے روزوں کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہوگا جن میں وہ سفر میں رہا کیونکہ جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص سفر کی حالت میں مر جائے تو اس کے ایام سفر کے روزے معاف ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیئے بھی ان دنوں کے روزے معاف ہیں۔

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۷۰ میں شیخ فانی کی یہ تعریف کی ہے کہ اس قدر بوڑھا ہو کہ اس میں بالکل قوت نہیں رہی اور قریب موت پہنچ گیا، عمر کی کوئی حد نہیں ہے قوت اور عدم پر مدار ہے جب تک روزہ رکھ سکے اگر چہ بتکلف ہو روزہ رکھے، قضاء کے روزہ متواتر رکھنا ضروری نہیں ہے، متفرق رکھے، فدیہ دینا اس وقت تک کافی ہے جب تک بالکل طاقت روزہ نہ رکھنے کی رہے اور کسی طرح بھی روزہ نہ رکھ سکے۔

فدیہ کا قاعدہ کلیہ

اور اگر قسم کے کفارہ کے روزے تھے اور شیخ فانی ہونے کی وجہ سے روزہ سے عاجز ہو گیا تھا تو ان کے بدلہ کھلانا جائز نہیں، اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو روزہ کے خود اصل ہوا اور کسی دوسرے کا عوض ہو نہ ہو اس کے عوض میں جب روزہ رکھنے سے مایوس ہو تو کھانا دے سکتا ہے

اور جو روزہ دوسرے کا بدل ہو خواہ اصل نہ ہو اسکی عوض کھانا نہیں دیں سکتا۔ اگر چہ آئندہ روزہ رکھنے سے مایوس ہو گیا ہو۔

مثلاً قسم کے کفارہ کے روزے کے بدلے میں کھانا دینا جائز نہیں اس لیئے کہ وہ خود دوسرے کے بدل ہیں اور کفارہ ظہار اور کفارہ رمضان میں اپنی غربت کی وجہ سے غلام آزاد کرنے سے یا بوڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، تو اس کے عوض میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس لیئے کہ یہ فدیہ روزہ کے عوض میں نص سے ثابت ہوا ہے۔

(عالمگیری اردو پاکستانی ج ۲ ص ۲۴)

کیا فدیہ رمضان سے پہلے دینا جائز ہے؟

سوال:۔ رمضان کے روزوں کا فدیہ کی رقم اگر رمضان آنے سے قبل ایڈوانس میں دی جائے تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی ابھی روزے آئے نہیں اور روزوں کا فدیہ پہلے ہی دیدیا۔

جواب:۔ فدیہ روزوں کا بدل ہے اور رمضان کے آنے سے واجب ہوتا ہے، لہٰذا رمضان شروع ہونے سے قبل فدیہ دینا قبل وجود السبب ہونے کی وجہ سے درست نہیں، البتہ رمضان شروع ہونے پر آئندہ ایام کا فدیہ بھی ایک دم دے سکتے ہیں اس کے برخلاف صدقہ فطر کا وجوب افراد پر ہے، جو رمضان سے قبل دینا صحیح ہے بلکہ کئی سالوں کا پیشگی بھی دے گئے ہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۴)

فدیہ کی مقدار

ہر روز کے بدلہ ایک مسکین کو صدقہ فطر کی برابر غلہ دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا اس کو کھلا دے شریعت میں اسکو فدیہ کہتے ہیں۔

اگر غلہ کے بدلہ اس قدر غلہ کی قیمت دیدے جب بھی جائز ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۰ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۶۳)

مظاہر حق جدید جلد ۲ قسط ۲ ص ۲۱ میں قاعدہ کلیہ اس طرح لکھا ہے، ہر دن کے روزہ کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع میں ایک کلو ۶۳۳ گرام گیہوں یا اسکی قیمت ہے، فدیہ

اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت تام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دیدی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں، صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارہ میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ ''اطعام یا طعام'' (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ''ایتاء یا اداء'' (دینے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

گذشتہ سالوں کے فدیہ میں کس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے؟

سوال:۔اگر بالغ ہونے کے بعد شروع عمر میں روزے قضاء ہو گئے ہوں، اور ضعیفی کی وجہ سے قضاء رکھنے سے معذوری ہے تو کیا فدیہ میں گندم کی قیمت چالیس سال قبل کی لگائی جائے گی ۔کہ جب روزے قضاء ہوئے تھے یا موجودہ نرخ کا اعتبار کیا جائے؟

جواب:۔فدیہ میں اصل واجب خود گیہوں ہے، قیمت اسکے قائم مقام ہے اس لیئے ہر صورت ادا کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۱)

کیا بیمار فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال:۔ایک شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا اسکا فدیہ کیا ہے؟

جواب:۔صحت کے بعد اسکی قضاء رکھنا فرض ہے البتہ اگر صحت کی کوئی امید نہیں رہی اور آخر دم تک روزہ رکھنے کی طاقت لوٹنے سے بالکل مایوسی ہے، چھوٹے اور ٹھنڈے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو ایک روزہ کے عوض پونے دو کلو گیہوں کی قیمت کسی مسکین کو دیدے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۲)

☆

متعدد روزوں کا فدیہ ایک شخص کو دینا

سوال:۔ایک روزہ کا فدیہ دو مسکینوں کو اسی طرح متعدد روزوں کے فدیے ایک مسکین کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ایک فدیے کے گیہوں تھوڑے تھوڑے متعدد مساکین کو دینا درست ہے اسی طرح اسکی قیمت بھی اور اسی طرح سے متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا بھی صحیح ہے کفارہ کی طرح نہیں بلکہ صدقہ فطر کی طرح ہے، لہٰذا متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا درست ہے اور اس میں پریشانی سے سہولت ہے حفاظت ہے ورنہ بڑی رقم میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمہ ج۵ص۱۹۹)

فدیہ کے مصارف کیا ہیں؟

فدیہ واجبہ کے مصارف وہ ہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اس میں محتاج ومفلس کو مالک بنانا ضروری ہے خواہ وہ غرباء ومساکین کسی بھی جگہ کے ہوں ان کی ملک ہونا ضروری ہے پس جن مصارف میں تملیک کسی کی نہیں ہوتی، ان مصارف میں رقم کا خرچ کرنا درست نہیں، جیسے تعمیر مسجد، مدرسہ وکنواں، کتب احادیث وفقہ وغیرہ اس میں صرف کرنا بلا کسی تملیک کے جائز نہیں ہے مگر اس حیلہ سے کہ کسی غیر مالکِ نصاب کی ملک کر کے اس کی طرف سے مذکورہ بالا مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں۔یتیم نابالغ مفلس کے مصارف میں صرف کرنے کیلئے اس کے ولی کو دید ینا درست ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج۶ص۴۵۹ بحوالہ ردالمختار ج۲ص۹۷وص۸۵ باب المصرف)

فدیہ کی رقم سے کسی مفلس کا قرض ادا کرنا

سوال:۔فدیہ کی رقم سے کسی مفلس قرض دار کا قرض جائز ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ وہ قرض خود ادا کر دیا جائے یا اس روپے سے دیکر ادا کر دیا جائے۔؟

جواب:۔اس رقم سے خود قرض ادا کر دینا کسی مفلس مقروض کا درست نہیں ہے۔البتہ اس مقروض مفلس کو دیدینا درست ہے کہ وہ اپنا قرض ادا کر لے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۶،ص۲۵۸،بحوالہ ردلمختار باب المصرف ج۲،ص۸۵)

فدیہ کی رقم یتیم خانہ میں دینا

سوال:۔ فدیہ کی رقم کسی یتیم خانہ کے مصارف میں دی جاسکتی ہے یا نہیں۔؟ اور کسی یتیم نابالغ کے ولی کو اس نابالغ کے مصرف کیلئے دیدینا جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ یتیم نابالغ مفلس کے مصارف میں صرف کرنے کیلئے اسکے ولی کو دیدینا درست ہے۔ (فتاوی دار العلوم ج ۶، ص ۲۵۸، بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۸۵ باب المصرف)

فدیہ کی رقم سے کپڑا خرید کر تقسیم کرنا

سوال:۔ فدیہ میں غربا اشخاص کو کپڑا دے سکتے ہیں یا نہیں؟ موجودہ وقت میں ایک نماز یا روزہ کا فدیہ نقد کی صورت میں ایک روپیہ ہوتا ہے اگر بیس روپے کا کمبل خرید کر ایک شخص کو دیدیا جائے تو ایک روزہ کا فدیہ ہوگا بائیس کا یا بیس کا ہوگا۔

جواب:۔ فدیہ میں گیہوں کی قیمت کے برابر کپڑا وغیرہ دینا بھی جائز ہے اور متعدد روزوں کے فدیہ کی رقم ایک فقیر کو دینا بھی جائز ہے اس لیئے بیس روپے کا کمبل دینے سے بیس روزوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ غلہ کی قیمت یا اتنی قیمت کا سامان دینا بھی جائز ہے نابالغ کا باپ اگر مسکین ہو تو اس کو صدقہ دینا جائز ہے البتہ نابالغ کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہے۔

(احسن الفتاوئی پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۹)

باب (۲۲)

☆ افطار کے مسائل ☆

رزق حلال کی اہمیت

افطار کے وقت اکل حلال کی پابندی کی جائے اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کیا جائے، کیونکہ اس صورت میں روزہ کے کوئی معنی نہیں کہ تمام دن حلال کھانے سے رکا ہے اور جب افطار کرنے بیٹھا تو حرام رزق سے روزہ، افطار کیا۔

یہ روزہ دار اس شخص کی مانند ہے جو ایک محل تعمیر کرائے اور ایک شہر منہدم

(توڑوائے) کرائے اس لیئے کہ حلال کھانے کی کثرت مضر ہوتی ہے، اور روزہ کثرت کا زور ختم کرتا ہے۔

جو شخص بہت سی دوائیں کھانے کے ڈر سے زہر کھائے تو یقیناً وہ شخص بے وقوف کہلانے کا مستحق ہے حرام بھی ایک زہر ہے جس طرح زہر جسم کے لیئے مہلک ہے اسی طرح رزق حرام بھی دین کے لیئے مہلک ہے اور حلال کھانے کی مثال ایک دوا کی سی ہے جسکی کم مقدار مفید ہے اور زیادہ مضر ہے۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ حلال کھانا بھی کم کھایا جائے تا کہ مفید ہو، ایک روایت نسائی حضرت ابن مسعودؓ سے آپ کے الفاظ منقول ہیں ''بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے روزہ کا حاصل بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اس حدیث کی مختلف تفسیر منقول ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو حرام کھانے سے افطار کرے، بعض لوگوں کے نزدیک اس سے مراد وہ شخص ہے جو حلال رزق سے رکا رہے اور لوگوں کے گوشت یعنی غیبت سے روزہ افطار کرے بعض لوگوں کی رائے ہے وہ شخص مراد ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہ بچائے۔

افطار کے وقت حلال رزق بھی اتنا نہ کھایا جائے کہ پیٹ پھول جائے، اللہ کے نزدیک کوئی ظرف اتنا بُرا نہیں ہے جتنا بُرا وہ پیٹ ہے جو حلال رزق سے بھر دیا گیا ہو۔

روزہ کا اصل مفہوم (مقصد) یہ ہے کہ پیٹ خالی رہے اور نفس کی خواہشات ختم ہو جائیں۔ اور روزہ سے یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ روزہ دار کے نفس میں تقویٰ پیدا ہو، اور زیادہ کھانے کی صورت میں یہ مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب غذا میں کمی کی جائے اور کمی کی معیاد یہ ہے کہ افطار میں اتنا کھایا جائے کہ جتنا کہ عام راتوں میں کھایا جاتا ہے یہ نہیں کہ صبح سے شام تک کے اوقات کا کوٹہ جمع کر لیا جائے اگر ایسا کیا جائے تو ایسے روزہ سے یقیناً اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ (احیاء العلوم ج اقسط۴ ص ۵۹۶)

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے۔ اس لیئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوت شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم

کرنا ہے۔ اور قوت نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے گیارہ مہینے تک بہت کچھ کھایا پیا ہے، اگر ایک مہینہ اس میں سے کچھ کمی ہو جائے تو کیا جان نکل جاتی ہے؟ مگر ہم لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظ ما تقدم میں اتنی زیادہ کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت ہی نہیں آتی ، رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کیلئے خوید کا کام کرتا ہے۔ (فضائل رمضان ص ۲۹)

روزہ افطار کرانے کا ثواب

مشکوٰۃ شریف ج اص ۱۷۳ افطار کرانے کے بارے میں احادیث آئی ہیں ، جن کا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر کوئی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جہنم کی آگ سے نجات ملتی ہے ، اور اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے کہ جتنا روزہ دار کے روزہ رکھنے کا'' اس پر مزید لطف ، اور خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کی برابر ثواب مرحمت فرمائیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی میں روزہ کھلوانے کی گنجائش نہ ہو تو وہ کیسے اس ثواب کو حاصل کرے گا ، کیونکہ ہم میں سے ہر ایک اس لائق نہیں ہے کہ کسی کو افطار کرائے'' آپؐ نے فرمایا'' یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ لسّی پلانے یا ایک کھجور کھلانے یا ایک گھونٹ پانی پلانے پر بھی دیدیتے ہیں ، اور جس نے پیٹ بھر کھانا کھلا دیا اس کو اللہ تعالیٰ میری حوض (کوثر) سے ایسا پانی پلائیں گے جس کی ادنیٰ تاثیر یہ ہوگی کہ جنت میں داخل ہونے تک پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔

بعض جاہل کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا رہے گا اور اگر کسی کے یہاں دعوت قبول کر لیتے ہیں تو افطار کرنے کے لیئے اپنے گھر سے کوئی چیز لے جاتے ہیں یہ بہت بڑی جہالت اور کم علمی کی بات ہے۔

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۳ میں اسی ہی کے بارے میں فتویٰ یہ ہے۔

سوال :۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہوتا ہے کہ غیر کی افطاری سے روزہ کھولا جائے

کیونکہ روزہ کا ثواب اس کو پہنچ جائے گا یہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ عقیدہ فاسد ہے کہ دوسرے کی افطاری سے روزہ نہ کھولا جائے کہ روزہ کا ثواب افطار کرانے والے کو پہنچ جائے گا، حدیث نبوی کا مفہوم ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اور افطار کرانے والے کو روزہ دار کی برابر ثواب ملتا ہے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج۱ص۱۷۴)

مرتب محمد رفعت قاسمی

افطار کے لیئے گھنٹہ وغیرہ کا استعمال

سحری کا یا افطاری کا اگر وقت معلوم نہ ہوتا ہو اور روزوں کے فساد کا اندیشہ ہو تو نقارہ بجانا یا گھنٹہ بجانا یا گولہ وغیرہ کا استعمال درست ہے لیکن مسجد یا اس کی چھت پر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ مسجد سے ہٹ کر کسی دوسرے مکان یا بلند مقام پر ہونا چاہیئے، کیونکہ یہ چیزیں احترام مسجد کے خلاف ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۷ص۲۹۲)

جلدی افطار کرنے کا حکم

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ’’روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے‘‘ اور افطار میں جلدی کرنے والے بندے خدا کو بہت پیارے ہیں‘‘ ایک حدیث میں ہے کہ ’’جب تک مسلمان روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے دین کا غلبہ رہے گا‘‘۔

اور افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیں بلکہ مطب یہ ہے کہ جب سورج غروب ہونا متحقق ویقینی ہو جائے تو پھر افطار میں محض شبہ اور وہم کی بناء پر افطار میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ’’رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا‘‘ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے۔ افطار جلدی کرنے کو غلط نہ سمجھا جائے اس لیئے آپؐ نے عام فہم قاعدہ یہ بتایا کہ ’’جب رات آجائے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو افطار کا وقت ہو گیا‘‘۔ (ترمذی شریف)

یہ تین کلمات تاکید اور توضیح کے لیئے ارشاد فرمائے گئے ہیں تاکہ کوئی گمان نہ کرے کہ سورج کا صرف کنارہ غروب ہونے سے یا اس کے بغیر رات کی سی تاریکی (جیسا کہ ابر کے دن) ہو جانے سے افطار درست ہو جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۷۴ بحوالہ معارف مدینہ ج ۱۰)

افطار میں گھڑی اور جنتری کا استعمال

سوال:۔ نماز مغرب و افطار کا حکم ایسے وقت دینا جبکہ چند اشخاص کو غروب آفتاب میں کلام ہو کیسا ہے؟ اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا ہے؟

جواب:۔ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہے، اور اس کے جاننے والے ہر وقت میں موجود رہتے ہیں، اور صحیح گھڑی سے جنتری طلوع و غروب سے بھی اسمیں مدد ملتی ہے، پس جو جنتری طلوع اور غروب کی صحیح ہو، اور اس کا تجربہ ہو چکا ہو صحیح گھڑی سے اس کے مطابق افطار اور مغرب کی نماز کا حکم کیا جائے گا۔ اور اکثر زمانوں میں مشاہدہ اور علامات سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۸)

فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۸ میں اس طرح درج ہے، مغرب کی اذان و نماز اور افطار کا مدار غروب آفتاب پر ہے، نہ کہ گھڑی یا جنتری پر گھڑی، اور جنتری غروب کے تابع ہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہے، ان سے ایک حد تک امداد لی جا سکتی ہے ان پر مدار نہیں رکھا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر آپ دیکھ لیں کہ آفتاب چھپ گیا یا دوسرے کے خبر دینے اور قرائن سے یقین ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا تو ضرور افطار کر لیجئے اور جیسے ہی یقین ہو جائے فوراً افطار کر لیجیئے اب احتیاط وغیرہ کے تصور (چکر) میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے اور جب تک آپ خود اپنے مشاہدہ یا قبل یقین خبر یا اعلان کی بناء پر یقین حاصل نہ ہو بلکہ تردد ہو تو صرف جنتری یا گھڑی پر اعتماد کر کے نماز پڑھنا اور افطار کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر مطلع صاف نہ ہو جس کی وجہ سے آفتاب کو ڈوبتا ہوا نہ دیکھ سکیں تو پھر چند منٹ کی تاخیر کی جا سکتی ہے"

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۸)

مسجد میں افطار وسحر کرنا

سوال:۔ مسجد میں روزہ افطار کرنا، ایسے ہی سحری کھانا کیسا ہے؟ اگر مکان پر افطار کیا جائے تو نماز فوت ہو جاتی ہے، لہٰذا کیا کرے؟

جواب:۔ بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں اعتکاف کی نیت کرے، مسجد میں افطار کرنا یا سحری کرنا درست ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو مسجد کو ملوث (خراب) نہ کیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۰۸)

غروب سے قبل اذان پر افطار

سوال:۔ مؤذن نے اذان تقریباً سات منٹ پہلے دیدی، میں نے اس اذان پر روزہ افطار کرلیا، کیا میرا روزہ ہو گیا یا نہیں؟

جواب:۔ روزہ نہیں ہوا اگر آپ کو اسی اذان کے صحیح وقت پر ہونے کا ظن غالب تھا، تو صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں اور اگر شبہ تھا تو کفارہ بھی واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۶)

زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد میں افطار کرانا؟

سوال:۔ کیا زکوٰۃ کے پیسے کو مسجد میں سحری یا افطاری یا شبینہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ رمضان کی افطاری کا یا شبینہ میں زکوٰۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطار کھانے والے یا شبینہ کا کھانے والے مسکین ہوں اور تملیکاً (مالک بنادیا جائے) ان کو افطار یا کھانا تقسیم کر دیا جائے، اگر غنی و مالدار ہوں گے تو جائز نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۵۸ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۲۰۱)

افطار کا صحیح وقت

آفتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے شبہ ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے، اور تین منٹ

احتیاط بہر حال کرنا چاہیئے، کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے اور اگر کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

افطاری کیا ہونی چاہیئے؟

کھجور اور چھوہارے سے افطار کرنا افضل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۴ بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم ص ۱۷۵ ج ۱)

تازہ کھجور سے افطار مستحب ہے وہ نہ ہو تو خشک کھجور سے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو پانی سے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افطاری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر تازہ کھجور نہ ہوتی تھیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند (یعنی تین) چلّو پانی پی لیتے''۔ ترمذی شریف کی ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین کھجوروں سے یا کسی ایسی چیز سے جو آگ کی پکی ہوئی نہ ہوتی تھی روزہ کھولنا پسند فرماتے۔

تشریح:۔ کھجور یا پانی سے افطار کرنے میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پوری طرح ہوتی ہے اس صورت میں جو چیز کھائی جاتی ہے اسکو معدہ اچھی طرح قبول و ہضم کرتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں جب شیرنی معدہ میں پہنچتی ہے تو بدن کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ شیرنی (مٹھاس) کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلد سرایت کرتی ہے خصوصاً قوت باصرہ (نگاہ) کو شیرنی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے، اور چونکہ عرب میں شیرنی اکثر کھجور ہی ہوتی تھی اور اہل عرب کے مزاج اس سے بہت زیادہ مانوس تھے، اس لیئے کھجور سے افطار کرنے کے لیئے فرمایا گیا ہے اور کھجور نہ پانے کی صورت میں پانی سے افطار کرنے کے لیئے فرمایا گیا ہے، کیونکہ یہ ظاہری اور باطنی طہارت و پاکیزگی کے لیئے فال نیک ہے۔

ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اسکی علت شارع علیہ السلام کے حوالہ کر دی جائے۔ (مظاہر حق ج۲ص ۹۵)

افطاری کی وجہ سے جماعت میں تاخیر

سوال:۔افطار کے وقت لوگوں کی افطاری لائی ہوئی کھا کر مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں ایک شخص اس پر معترض ہے کہ نماز کے بعد کھاؤ، اور اذان ہوتے ہی صرف چھوہارے سے افطار روزہ کر کے فوراً نماز کو کھڑے ہو جاؤ، اور وہ شخص ناراض ہو کر مغرب کی نماز الگ پڑھتا ہے ،شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔افطاری کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کچھ کرنا جائز ہے اس میں کچھ خرج نہیں ہے اطمینان سے روزہ افطار کر کے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہیئے۔ پس جو شخص ایسی معمولی تاخیر کی وجہ سے ناراض ہوا اور علیحدہ نماز پڑھنے لگا اس نے خطا کی اس کو چاہیئے کہ جماعت میں شریک ہو کر اور اس تاخیر کو جو روزہ افطار کرنے کی وجہ سے ہے خلاف شرع نہ سمجھے یہ عین شریعت کا حکم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۶ص۴۵۲ بحوالہ عالمگیری ج۱ص۴۹)

جب وقت میں گنجائش ہے اور ایک ضروری امر کی وجہ ذرا دیر کی جاتی ہے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ،مشکوٰۃ شریف کی حدیث باب تعجیل الصلوٰۃ ج۱ص۶۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ستارے زیادہ تعداد میں آسمان پر نکل کر پھیل نہ جائیں، تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مرتب محمد رفعت قاسمی)

مشترکہ افطاری کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال:۔چار اشخاص افطاری کے لیئے چار روٹی لائے اور ایک جگہ رکھ دی ، پانچ سات افراد تھے اوپر کی روٹی سے روزہ افطار کر لیا باقی تینوں کو بھی افطاری کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:۔ان تینوں کو بھی ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۶ص ۴۹۵)

غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا

سوال:۔ایک ہندو مشرک ہر ماہ رمضان میں دودھ اور کھانڈ اور برف خرید کر مسلمانوں کے

حوالہ کر دیتا ہے اس سے روزہ افطار کرنے میں کچھ خرج تو نہیں؟

جواب:۔ اس میں کچھ خرج نہیں ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۴ کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۴۴ پر درج ہے "غیر مسلم کی بھیجی ہوئی اشیاء قبول کرنا اور ان چیزوں کو افطار کے وقت استعمال کرنا جائز ہے۔

طوائف کی افطاری سے افطار کرنا

سوال:۔ طوائف کی بھیجی ہوئی افطاری سے روزہ افطار کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ خلاف تقویٰ ہے۔ (گو از راہ فتویٰ یہ صورت عدم علم حرمت درست ہے) یعنی حرام مال کا علم نہ ہونے کی صورت میں درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۴)

غیر مسلم کے پانی سے روزہ کھولنا

سوال:۔ ایک روزہ دار نے ہندو سے پانی لے کر روزہ افطار کیا، ایک شخص کہتا ہے کہ روزہ جاتا رہا، وہ پانی حرام ہے ہندو کافر ہیں صحیح کیا ہے؟

جواب:۔ اس روزہ دار کا ہندو مذکور سے پانی لے کر وقت پر روزہ افطار کرنا جائز اور حلال ہے، جھگڑا کرنے والے کا جھگڑنا غلط ہے، اس کو جھگڑا نہ کرنا چاہئے یہ اس کی ناواقفیت اور بے علمی کی بات ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۵۶)

نمک کی کنکری سے افطار کرنا

چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے اور کوئی میٹھی چیز سے افطار کرلے اگر وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرلے بعض حضرات نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں، اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)

دوا سے روزہ افطار کرنا

سوال:۔ جو شخص مریض ہو وہ دوا سے رمضان شریف میں روزہ افطار کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ وہ شخص دوا سے روزہ افطار کرے اس میں کچھ حرج نہیں" (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹)

حقہ سے افطار کرنا

سوال:۔ جس شخص نے روزہ رکھا افطار حقہ سے کیا، اور بے ہوش ہو گیا اس کا روزہ جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ اسکا روزہ ہو گیا، حاشیہ میں یہ ہے "اس لیئے کہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانا پینا اور جماع کے چھوڑ دینے کا نام ہے اور اس پر اس نے عمل کیا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص ۴۹۸ بحوالہ ردالمختار ج۲ ص ۱۱۰)

افطار کے وقت قبولیت دعا کا حکم

روزہ دار کو ہر افطار کے وقت ایک ایسی دعاء کی اجازت ہوتی ہے جس کے قبول کرنے کا خاص وعدہ ہے" (الحدیث حاکم بہشتی زیور ج۳ ص ۱۷)

افطار کی دعاء

حدیث میں ہے جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا قریب کیا جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو (یعنی روزہ افطار کرنے کے لیئے کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے تو چاہیئے کہ یعنی افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے "**بسم اللہ اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحانک و بحمد ک تقبل منی انک انت السمیع العلیم**"۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۷ بحوالہ دار قطنی)

مؤذن پہلے افطار کرے یا اذان دے؟

سوال:۔ رمضان المبارک میں افطار کے بعد کتنی دیر سے اذان دی جائے؟
جواب:۔ غروب آفتاب کے بعد افطار کر کے اذان پڑھے، افطار کی وجہ سے جماعت میں پانچ سات منٹ تاخیر کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص ۳۸)

افطار اور مغرب کی نماز کا وقت

سوال:۔ مغرب کی نماز کا وقت اور افطار کا وقت سورج غروب پر ہی ہو جاتا ہے یا کچھ دیر بعد میں جبکہ پہاڑ چھ سات کوس مغرب کی جانب فاصلہ پر واقع ہو اور آفتاب پہاڑ

کے پیچھے ہو جائے تو افطار و مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ افطار اور مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے، کچھ دیر کی ضرورت نہیں اگر چہ جانب مغرب پہاڑ
واقع ہو، کیونکہ غروب کے یہ معنی نہیں کہ دنیا میں کہیں بھی سورج نظر نہ آئے ایسا تو ممکن نہیں کہیں غروب ہوتا ہے اور کہیں طلوع۔

بلکہ غروب کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہمارے افق سے غائب ہو جائے اور مشرق میں تاریکی نمودار ہو جائے، ہاں اگر کوئی شخص پہاڑ پر کھڑا ہوا آفتاب دیکھ رہا ہے اسکو افطار حلال نہیں کیونکہ اس کے افق سے آفتاب غائب نہیں ہوا ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۰ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۸۰)

مظاہر حق جدید ج ۲ قسط ۴ میں ہے "شہروں میں آفتاب غروب ہونے کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب سیاہی بلند ہو جائے یعنی جہاں سے صبح صادق شروع ہوتی ہے وہاں تک پہنچ جائے، آسمان کے بیچوں بیچ سیاہی کا پہنچنا شرط نہیں ہے۔

افطار کیوجہ سے جماعت میں تاخیر

سوال:۔ ماہ رمضان میں افطار کے وقت مغرب میں پانچ سات منٹ کی تاخیر کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۷ بحوالہ کبیری ص ۲۳۳)

باب (۲۳)

صدقہ فطر کے مسائل

عید کا دن بہت مبارک اور خدا کی مہمانی کا دن ہے۔ آج کے دن ہم سب خدا کے مہمان ہیں، اور اسی وجہ سے آج کا روزہ حرام ہو گیا۔ کیونکہ جب خدا نے ہمیں مہمان بنا کر کھانے پینے کا حکم دیا ہے تو ہم کو اس سے منہ موڑنا ہرگز نہ چاہیئے آج کے دن روزہ رکھنا گویا خدا کی مہمانی کو رد کرنا ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کا بہت بڑا تہوار ہے، ہمارے تہوار میں کھیل تماشہ اور ناچ گانا وغیرہ نہیں ہوتا۔ کسی کو تکلیف دینا، ستانا نہیں ہوتا، بلکہ جس کو خدا نے دیا ہے وہ دوسرے

ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مالدار جب اپنے پھول سے بچوں کو اُجلے اُجلے کپڑوں میں خوشی خوشی اُچھلتا کودتا دیکھتا ہے تو غریب کے مرجھائے ہوئے چہرے اور اس کے بچوں کی حسرت بھری نظریں اس سے دیکھتی نہیں جاتیں۔ مسلمان دولتمند اپنے گھر کے اس قسم کے خوشبودار اور لذیذ کھانوں کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ مفلس پڑوسی کے گھر میں سے دھواں اُٹھتا نہ دیکھ لے۔ بھلا میری کیا عید اگر میرا پڑوسی آج کے دن بھی بھوکا رہا، بھلا میری جگمگ بیوی مجھے کیسے بھا سکتی ہے جبکہ برابر میں ایک نادار کی بیوی کے کپڑوں میں تین تین پیوند ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اتنے غیرت مند نہیں ہیں اور مسلمان غیرت مند کیوں نہ ہو؟ تو ہمارا غیور خدا تو اس کو برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا ایک محتاج بندہ اپنے میلے کپڑوں کی وجہ سے عید کی نماز تک میں شریک ہونے سے شرمارہا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے جب اپنے ساتھ کھیلنے والے بچوں کے پاس جھل مل کرتے ہوئے شاندار کپڑے اور کھنا کھن بجتے ہوئے پیسے دیکھ کر اپنی ماں سے منہ بسور کر اماں ہم بھی ایسا ہی لیں گے، کہتے ہیں پھر ان کی ماں بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہوئے آنسوں پونچھتے ہوئے کہتی ہے کہ ”بیٹا ہاں تم کو بھی دلائیں گے۔ اور یہ کہتے ہوئے مارے غم کے بے اختیار اسکی چیخ نکل پڑتی ہے اور اس کے دکھی دل پر فکر وغم کے بادل چھا جاتے ہیں تو یہ منظر خدائے رحیم وکریم سے دیکھا نہیں جاتا۔ اور کون غیرت مند دیکھ سکتا ہے؟ اس لیئے خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر یہ لازم کر دیا ہے کہ جب تک وہ میرے غریب بندوں اور بندیوں کے آنسوں نہ پونچھ دیں، جب ان کا تن نہ ڈھانپ دیں، جب تک ان کا چولہا گرم نہ کر دیں، جب تک ان کے نونہالوں کو مسکراتا نہ دیکھ لیں خود عید نہ منائیں، جب تک ان کے دل کی کلی نہ کھل جائے میرے سامنے نہ آئیں جب تک اسکی بیوی کی سکھ سے عید منے کا انتظام نہ ہو جائے، اپنی بیوی کی پازیب کو بیڑی اور ہار کو طوق سمجھیں آپس کی اس ہمدردی کے کم سے کم اور ضروری سے حصے کا نام ”صدقۃ الفطر“ ہے۔

صدقہ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اگر اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اترتا ہے ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ خدائے قہار ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقہ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے۔

اور کسی غریب کے ایک دن کے روزے کی پروانہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولت مند کو کبھی کبھی برسوں گھنٹوں میں سر دے کر رلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں بناتے تو خدائے دانا و بینا غموں تکلیفوں، آنسوں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔

(رمضان کیا ہے؟ص ۱۷۵)

صدقہ فطر کے شرائط

صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں اور صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لیئے صرف تین چیزیں شرط ہیں (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو، اور قرض سے بالکل یا بہ قدر ایک نصاب کے محفوظ ہو، اس مال پر ایک سال کا گزر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے یہاں تک نابالغ بچوں اور مجنونوں پر صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہیئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہوں تو بالغ ہو جانے کے بعد یا جنون زائل ہو جانے کے بعد خود ان کو عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے۔

صدقہ فطر کا حکم نبی کریم ﷺ نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے۔

صدقہ فطر کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کثرت جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصد خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اسمیں روزہ کی تکمیل ہے، صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے، اور اس صدقہ میں حق تعالیٰ کا عظیم الشان احسان کہ اس نے ماہ مبارک سے مشرف کیا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی۔ اور کچھ ادائے شکر بھی ہے۔

(علم الفقہ ج۴ص۵۰،ص۵۱)

صدقہ فطر ادا کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے جو صاحب نصاب مالدار ہو یعنی

ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۶ درمختار ج ۳ ص ۹۹)

ضرورت اصلیہ کیا ہے؟

کسی کے پاس بڑا بھاری گھر ہے اگر بیچا جائے تو ہزار پانچ سو کا بکے اور پہننے کے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سچا (چاندی سونے کا) گوٹا نہیں ہے، اور خدمت کے لیئے دو چار خدمت گار ہیں گھر میں ہزار پانچ سو کا ضروری اسباب بھی ہے مگر زیور نہیں، اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ سامان ضرورت سے زائد بھی موجود ہے اور کچھ سچا گوٹا اور زیور وغیرہ بھی لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، تو ایسے پر
صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ نور الایضاح ج ۱ ص ۱۶۱)

نیز کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد اسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرض کا اندازہ (تخمینہ) لگا کر دیکھو کیا بچتا ہے اگر اتنی قیمت کا سامان بچ جائے جتنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۸۹)

خالی مکان ضرورت اصلیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے رکھا ہے تو دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور ایسے کو تو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں ہے البتہ اگر مالک مکان کا اسی پر گزر اوقات ہے (یعنی کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے) تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا جس کو زکوٰۃ وصدقہ واجبہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ (بہشتی زیور ج سوم ص ۳۵ بحوالہ فتاویٰ خانیہ ج ۱ ص ۲۲۶)

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں تو سونا، چاندی یا تجارت کا مال ہی ہونا ضروری ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لیئے صرف تین چیزیں نہیں بلکہ اس کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے، ہاں یہ بات دونوں نصابوں میں شرط ہے کہ اپنی روزمرہ کی ضرورتوں سے زائد ہو اور قرضے سے بچا ہوا ہو۔

چنانچہ اگر ایک شخص کے پاس روزانہ پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور کپڑے رکھے ہوں، یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، سٹیل چینی وغیرہ کے برتن رکھے ہیں یا اس کا کوئی مکان خالی پڑا ہوا ہے یا اور کسی قسم کا سامان ہے اور روزانہ کی ضرورت سے زائد ہے تو اگر ان چیزوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہوتی ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہے، اور اسی طرح صدقہ فطر کے نصاب پر سال گزرنا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر اسی دن اتنے مال کا مالک ہوا ہو تب بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۷۷)

جو صاحب نصاب نہ ہو اس کے لیئے حکم

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ دے'' ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس مالدار کو تو اس کے صدقہ فطر دینے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر (جو مالک نصاب نہ ہو) اس کو اس سے زیادہ عنایت فرماتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے برابر دیا ہے''۔

یہ بشارت اگر چہ مالدار کے لیئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اس سے کہیں زیادہ برکت عطا فرماتے ہیں جتنا اس نے دیا ہے مگر اس بشارت کو فقیر کے ساتھ مخصوص اس لیئے فرمایا تا کہ اس کی ہمت افزائی ہو، اور وہ صدقہ فطر میں پیچھے نہ رہے۔

(مظاہر حق جدید قسط سوم ج ۲ ص ۵۸)

☆☆

صدقہ فطر کس وقت واجب ہوتا ہے؟

صدقہ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مر جائے یا فقیر ہو جائے، اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا، لڑکی فجر ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہو جو شخص فجر کے طلوع ہونے سے پہلے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ (علم الفقہ حصہ چہارم ص ۵۱)

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۶)

رمضان سے پہلے صدقہ فطر دینا

سوال:۔ صدقہ فطر کی ادائیگی کا کیا وقت ہے؟ رمضان سے پہلے شعبان یا رجب میں ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اختلافی مسئلہ ہے، رمضان سے پہلے کا قول بھی ہے، اس پر عمل کرنا خلاف احتیاط ہے ماہ رمضان میں بھی ادا کرنے میں اختلاف ہے مگر قوی یہ ہے کہ درست ہے اور صدقہ ادا ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۶ بحوالہ ج ۲/ البحرائق ص ۲۵۵)

صدقہ فطر رمضان شریف میں دینا درست ہے خواہ کسی بھی عشرہ میں دیدے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۰۵)

صدقہ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر یعنی صاحب نصاب نہ ہوں اور اپنی خدمت گار لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگر چہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو اس کے مال سے ادا کرے، اور اگر مالدار نہیں ہیں تو اپنے مال سے بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کر دے تو جائز ہے

یعنی پھران اولاد کو دینے کی ضرورت نہیں رہے گی ، اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے فطرادا کرنا واجب ہے مگر انہیں کے مال سے جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

باپ اگر مر گیا ہو تو دادا باپ کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو انکے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقہ فطرادا کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ ج سوم ص ۵۲)

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۴ بحوالہ عالمگیری میں اس طرح لکھا ہے۔

عورت پر جب کہ صاحب نصاب ہو تو فطرانہ اسی پر واجب ہے اگر شوہر ادا کردے گا تو ادا ہو جائے گا ، باپ پر نہیں ہے۔

صدقہ فطر میں اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں

سوال:۔ جس طرح کسی دوسرے شخص کی زکوٰۃ اسکی اجازت کے بغیر ادا نہیں ہوتی تو کیا یہی حکم صدقہ فطر کا بھی ہے یا کچھ فرق ہے؟

جواب:۔ ہاں یہی حکم صدقہ فطر کا بھی ہے اجازت ضروری ہے لیکن چونکہ صدقہ فطر کی مقدار کم اور معلوم ہے اس لئے بیوی اور اولاد کی طرف سے جو اس کے عیال (زیر کفالت) میں ہیں ادا کر دیتا ہے، اور عادتاً اسکی اجازت ہوتی ہے اس لیئے استحساناً جائز ہے، بخلاف زکوٰۃ کے اسکی مقدار نامعلوم اور زیادہ ہوتی ہے بغیر کہے ادا کرنے کی عادت نہیں ہے اس لیئے اجازت اور وکالت ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۳ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۰۳)

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اس کا حکم

جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب دونوں میں کچھ فرق نہیں ، بہشتی زیور، حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲ اور فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۴ پر ''جس نے روزے نہ رکھے ہوں تب بھی اس پر صدقہ فطر واجب ہے نہ ادا کیا ہو تو اب دیدے، جب تک وہ ادا نہ کرے بری الذمہ نہ ہوگا۔

شادی شدہ لڑکی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟

سوال:۔لڑکی کی شادی ہو چکی ہو، اور وہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر ہے، نابالغ ہے اسکا فطرہ کس پر ہے ماں باپ پر یا سسرال والوں پر؟

جواب:اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال میں صدقہ فطر واجب ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ اور اگر مالدار نہیں تو بالغ ہے تو کسی کے ذمہ نہیں، اور اگر مالدار نہیں اور نابالغ ہے اور رخصت نہیں ہوئی تو باپ کے ذمہ اور اگر رخصت ہوگئی تو باپ کے ذمہ نہیں۔

(امداد الفتاویٰ جدید ج۲ ص۸۰)

مال تقسیم ہونے کے بعد صاحب نصاب نہ ہو تو کیا فطرہ واجب ہے؟

سوال:۔چار بھائیوں کا مال مشترک ہے اگر تقسیم کیا جائے تو کسی کا حصہ بقدر نصاب نہیں ہوتا ہے کیا قربانی یا صدقہ فطر واجب ہے؟

جواب:۔اس صورت میں کہ کسی ایک بھائی کا حصہ قدر نصاب کو نہیں پہنچتا کسی پر بھی صدقہ فطر اور قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص۳۰۸ بحوالہ رد المختار باب صدقۃ الفطر ج۲ ص۹۹)

جو جوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں اُنکے فطرے کا حکم

سوال:۔ایک شخص کے دو لڑکے ہیں جو کچھ کماتے ہیں باپ کو دیتے ہیں لڑکوں کے پاس کچھ نہیں ہے تو ایسی حالت میں ان بھائیوں پر صدقہ فطر، زکوٰۃ یا قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب:۔ان پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص۳۱۱ بحوالہ رد المختار ج۲ ص۹۹)

کیا صاحب نصاب بچہ بالغ ہونے کے بعد فطرہ ادا کرے؟

سوال:۔اگر بچہ مالک نصاب ہے اور اس کا ولی اسکی طرف سے صدقہ فطر ادا نہ

کرے تو اس بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا کیا واجب ہے؟

جواب:۔ ہاں اس کو بالغ ہونے کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا، اگر بچہ صاحب نصاب نہ ہو گو باپ صاحب نصاب تھا اور اس نے ادا نہ کیا تو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۸۲)

سب کا فطرہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو؟

اگر کسی شخص کے پاس اتنا ہی غلہ موجود ہو کہ کچھ لوگوں کا صدقہ ادا کرسکتا ہے اور کچھ لوگوں کا ادا نہیں کرسکتا تو ان لوگوں کا صدقہ پہلے ادا کرے جن کے نفقہ کی تاکید زیادہ ہو، آنحضرت ﷺ نے اولاد کے نفقہ (خرچہ) کو بیوی کے نفقہ پر اور بیوی کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر مقدم فرمایا ہے۔

مسلمان مرد پر اس کا، اسکی بیوی بچوں، غلاموں اور ان رشتہ داروں کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے جنکا خرچہ اس پر ہے جیسے باپ، دادا ماں، نانی، وغیرہ حدیث میں، ان لوگوں کا صدقہ ادا کرنا جن کا خرچ تم اٹھاتے ہو۔ (احیاء العلوم ج ا قسط ۵ ص ۵۲۷ بحوالہ ابوداود شریف)

فطرہ عید گزر جانے سے معاف نہیں ہوتا

اگر کسی نے عید کا دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا، اب کسی دن بھی دیدینا چاہیئے۔
(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ ہدایہ ص ۱۹۱ ج ۱)

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دے تو اسی کے سیر یعنی آدھی چھٹانک اور پونے دو سیر (پونے دو کلو) بلکہ احتیاط کے لیئے پورے دو سیر یا کچھ زیادہ دینا چاہیئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور اگر جو یا جو کا آٹا دے تو اس کا دوگنا دینا چاہیئے اور اگر جوں کے علاوہ کوئی اناج دے جیسے چنا، جوار، چاول تو اتنا دے کہ اسکی قیمت اتنے گیہوں کی برابر ہو جائے، جس میں پونے دو کلو گیہوں آسکیں۔
(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۹۲)

کیا چاول دینے سے فطرادا ہوجائے گا؟

سوال:۔ ہمارے یہاں بنگال میں عام طور پر ہر فرد کی غذا چاول ہے اس صورت میں ہم لوگ پونے دوسیر چاول سے فطرہ ادا کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ درمختار میں ہے اگر کوئی شخص صدقہ فطر میں چاول ادا کرنا چاہے تو اس چاول کا کوئی وزن پیمانہ معتبر نہیں بلکہ وہ چاول اس قدر ہوں کہ قیمت میں برابر نصف صاع (پونے دوکلو) گیہوں یا ایک صاع جو کے ہوجائیں تو اس وقت صدقہ فطر ادا ہوگا، اگر کسی نے پونے دوکلو چاول دیدیا اور قیمت میں اشیاء مذکورہ سے کم ہو تو صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔

(امدادالفتاویٰ ج۱ص ۱۵۶)

صدقہ فطر اگر گیہوں، گیہوں کے آٹے، یا ستو کا دے تو پونے دوکلو دیا جائے یا اسکی قیمت ادا کی جائے اگر گیہوں نہ دے بلکہ کوئی اناج (چاول وغیرہ) دے تو اتنا دے کہ اسکی قیمت پونے دوکلو گیہوں کے برابر ہوجائے اور اگر جو یا جو کا آٹا دے تو دوسیر دوگنا دے فتاویٰ ہندیہ ج۱ص ۱۹۲ کفایت المفتی ج۴ص ۲۹۳ میں ہے غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع (پونے دوکلو) گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دے۔

صدقہ فطر میں میدہ یا اس کی قیمت دینا

سوال:۔ یہاں پر جزیرہ مورشش میں لوگ گیہوں کی روٹی نہیں کھاتے ہیں بلکہ باہر سے تیار معدہ آتا ہے اسکی روٹی کھاتے ہیں اور اسکے پانچ سو گرام کی قیمت تقریباً پچاس پیسے ہیں، اور جسکو خاص ضرورت ہو وہ لوگ گیہوں خرید کر کھاتے ہیں سوال یہ ہے کہ ہم میدہ کی قیمت کا اعتبار کر کے صدقہ فطر ادا کریں یا گیہوں کی قیمت کا؟

جواب:۔ جب آٹا (میدہ) خالص گیہوں کا ہو، اس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ نہ ہو اور پونے دوکلو دیا جائے تو صدقہ فطر ادا ہوجائے گا اسی طرح اسکی قیمت دی جائے تو بھی صدقہ فطر ادا ہوجائے گا ہاں اگر اس میدہ میں کسی اور چیز کی ملاوٹ ہو تو پونے دوکلو دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، اور اس کی قیمت بھی صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیئے کافی نہ ہوگی خالص گیہوں کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص ۱۷۷ بحوالہ ہدایہ ج۱ص ۱۹۰)

جو مختلف غلّہ استعمال کرتا ہو وہ کیا دے؟

صدقہ فطر اس غلے میں سے ادا کرے جو خود استعمال کرتا ہو، اگر کوئی شخص گیہوں استعمال کرتا ہے تو اس کے لیئے جو کا دینا صحیح نہ ہوگا، اگر مختلف غلے استعمال کرتا ہو تو وہ غلہ دے جو سب سے اچھا ہو، اگر کوئی معمولی غلہ بھی دے دے تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

(احیاء العلوم ج ایک قسط۴ ص ۵۲۶ بحوالہ ابوداؤد شریف)

کیا صدقہ فطر میں کنڑول کی قیمت کا اعتبار ہے؟

صدقہ فطر میں اصل تو یہ ہے کہ گیہوں کا غلّہ دیا جائے، کہ گیہوں کا غلہ دیا جائے، غلّہ اعلیٰ قسم کا، یا اوسط یا ادنیٰ جو بھی دیا جائے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ قیمت ادا کرنی ہو تو بازاری دام سے ادا کرنی ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت ہو، اوسط اور ادنیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت بھی معتبر ہے، مگر قیمت ہو تو بازاری دام (قیمت) کے گیہوں کی۔ کنڑول (راشن) کی قیمت معتبر نہیں۔ فقیر کے ہاتھ میں اتنی رقم پہنچنی چاہیئے کہ اگر وہ اس کے گیہوں خریدنا چاہے تو پونے دو کلو (ایک کلو۶۳۳ گرام) گیہوں بازار سے مل جائیں کنڑول (سرکاری راشن) کے حساب سے قیمت دی جائے گی تو بازار سے اتنے گیہوں نہیں ملیں گے، اور کنٹرول سے حاصل کرنے کے لیئے راشن کارڈ کا ہونا ضروری ہے اور کارڈ ہر فقیر کے پاس نہیں ہوتا ہے اس لیئے کنڑول کے حساب لگا کر ادا کرنا اور اس کے حساب کے مطابق قیمت ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اگر گیہوں کے علاوہ اور کوئی غلہ باجرہ، چاول وغیرہ دیا جائے تو اس میں گیہوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی جس قدر پونے دو کلو گیہوں کی قیمت ہو اتنی رقم کا دوسرا غلّہ دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۲)

اگر آٹا کی قیمت گیہوں سے کم ہو جیسے کہ آج کل سرکاری راشن کا آٹا تو آٹے کی بجائے وزن مذکورہ یعنی پونے دو کلو گیہوں سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے یا اتنا آٹا دیا جائے کہ جسکی قیمت پونے دو کلو گیہوں کی برابر ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۸۵)

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی؟ •

سوال :۔ ہمارے ہاں گیہوں کی پیداوار نہیں ، اور نہ فروخت ہوتا ہے ، البتہ بعض گھروں میں آٹا کم اور میدہ بکثرت ، میدہ کی قیمت آٹے سے بہت زیادہ ہو تو ایسی صورت میں میدہ کے حساب سے فطرہ دیا جائے یا ہندوستان سے گیہوں کے دام معلوم کرکے؟

جواب :۔ گیہوں ، میدہ ، آٹا تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے فطرہ ادا ہو جاتا ہے ، گیہوں سے آٹا دینا افضل ہے اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے ، جس قریب کی جگہ گیہوں آٹے کی فروخت ہوتی ہو وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی جائے اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ جب آپ کے یہاں میدہ کی فروخت بکثرت ہوتی ہے تو خود میدہ یا اسکی قیمت دینا چاہیئے ۔ اگر چہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے ، ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کر کے قیمت دینا کافی نہیں ۔ (قریب جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا)۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۷۱)

صدقہ فطر میں شہر یا ضلع کی قیمت کا اعتبار

سوال :۔ اگر کسی جگہ گیہوں نہ ہیں اور آٹا زیادہ قیمت کو ملتا ہے اور شہر میں گندم کی قیمت کم ہو تو شہر کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب :۔ اپنی بستی کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیئے ۔ اگر گندم نہ ملیں تو آٹا کی قیمت کا حساب کرنا چاہیئے ۔ یا جوار ، اور چھوہارے کے صاع کی قیمت کا حساب کرنا چاہیئے غرض جو جنس (منصوص یعنی جن کا حدیث میں ذکر ہے مثلاً گیہوں چھوہارے ، منقٰی ، جو کا ایک صاع) وہاں ملتی ہو اس کی قیمت کا حساب کیا جائے ۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۲ بحوالہ رد المختار باب الصدقۃ الفطر ج ۱ ص ۱۰۳)

سب سے بہتر فطرہ

اگر گیہوں یا جو کی قیمت دیدی جائے تو یہ سب سے بہتر ہے ۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اگر خدانخواستہ گرانی کا ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے اور علم الفقہ کے حاشیہ میں یہ ہے کہ میرے نزدیک امراء کو یہ مناسب

ہے کہ ان سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چھوہارے، اور منقّیٰ ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہٰذا اسکی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "اذاو سع اللہ فوسعوا" جب اللہ تمھیں زیادہ دے تم بھی زیادہ دو۔ (علم الفقہ ج ۴ ص ۵۳)

غیر ممالک والوں کا فطرہ کس حساب سے دیا جائے؟

سوال:۔ بیرون ممالک کے باشندے اپنے خویش واقارب سے فطرہ کی ادائیگی کے لیئے لکھتے ہیں کہ ہماری طرف سے اتنے فطرہ ادا کردیں، احتیاطاً چار سیر گیہوں یا اس کی قیمت دی جاتی ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کے فطرہ کی قیمت یہاں پر کس قیمت پر ادا کی جائے یہاں کی قیمت سے یا وہاں کی قیمت سے؟

جواب:۔ ان کے فطرے عمدہ قسم کے گیہوں کے پونے دوکلو گیہوں کا داکرے، یا وہاں کے حساب سے گیہوں کی قیمت دی جائے، اگر یہاں کے گیہوں پونے دوکلو کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کرے، بہتر یہی ہے کہ گیہوں دیدے، اور اگر قیمت دے تو وہ قیمت لگائی جائے جس میں صدقہ لینے والے غریبوں کا فائدہ ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۳)

عہد نبویؐ میں فطرہ کس وقت دیا جاتا تھا؟

سوال:۔ آپؐ کے زمانے میں صدقہ فطر نماز سے پہلے نکالا جاتا تھا یا نہیں یا کچھ دنوں تک جمع رہتا تھا اس کے بعد محتاجوں کو تقسیم کیا جاتا تھا؟ ہمارے یہاں ایک جگہ کے سردار کے پاس صدقہ فطر جمع ہونا ضروری ہے اور سردار یا نائب سردار جب مرضی ہو جب تقسیم کرتے ہیں یہ عمل کیسا ہے؟

جواب:۔ درمختار میں لکھا ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے حکم اور فعل کے موافق۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے عید کی نماز کے جانے سے پہلے صدقہ فطر کے نکالنے کا حکم فرمایا ہے"، پس ثابت ہوا کہ جو کچھ عمل ان سرداروں کا ہے خلاف سنت ہے اور بے

اصل ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم ج ٦ ص ۳۰۳ بحوالہ مشکوٰۃ باب صدقۃ الفطر فصل اول ص ۱٦۰)

صدقہ فطر اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا مستحب ہے۔(علم الفقہ حصہ چہار ص ۵۴)

کیا سید کو صدقہ فطر دے سکتے ہیں؟

جواب:۔ مفتیٰ بہ مذہب یہ ہی ہے کہ سادات کو اس زمانے میں بھی زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ مثلاً چرم قربانی اور صدقہ وغیرہ دینا حرام ہے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی۔

فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱٦۹ افتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۷۰ اپر ہے کہ سید کو زکوٰۃ وعشر کا روپیہ غلہ دینا درست نہیں۔ ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب کو یہ کہہ کر دیدیا جائے کہ فلاں سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لیئے زکوٰۃ جائز نہیں لہٰذا تم کو دیتے ہیں اگر کل یا بعض اسکو بھی اپنی طرف سے دیدو، تو بہتر ہے۔ اور وہ لیکر دیدے تو سید کیلیے جائز ہے۔(بحوالہ کفالت المفتی ص ۲۷۲)

صدقہ فطر کی تقسیم کا طریقہ

ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدے دونوں باتیں جائز ہیں۔ نیز کہ اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدیا تو یہ بھی درست ہے، حاشیہ میں لکھا ہے، لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو کہ یہ سب مل کر نصاب زکوٰۃ یا نصاب صدقہ فطر کو پہنچ جائے اس لیئے اس قدر دینا ایک شخص کو مکروہ ہے، نیز صدقہ فطر کے مستحق وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ غیر مسلم کو بھی صدقہ فطرہ دینا درست ہے، لیکن زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳٦ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۱)

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا

سوال:۔ برسنگھم مسجد ٹرسٹ، مسجد سے ملحق زمین پر بچوں کیلیئے دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، یہاں پر اس وقت بچوں کی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے ہمارے پاس روپئے کی کمی ایک دیرینہ شکایت ہے لیکن صدقہ فطر کی رقم کی مد میں کچھ رقم پڑی ہوئی ہے آپ سے یہ معلوم

کرنا ہے کہ کیا یہ رقم اس زمین کی خریداری میں استعمال کی جا سکتی ہے؟
جواب: صدقہ فطر کا حکم یہ ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے اور اس سے پہلے بھی ادا کرنا درست ہے، اگر کسی نے ادا نہ کیا تو جلدی ادا کرنے کی فکر کرے، ساقط اور معاف نہیں ہوتا ہے۔

اس حکم کے باوجود آپ حضرات کے پاس صدقہ فطر کی کثیر رقم کیسے جمع ہے تعجب ہوتا ہے، اور افسوس بھی، اور اگر آپ کی مالی حالت مدرسہ بنانے کے قابل نہ اس وقت ہے نہ مستقبل قریب میں ہونے کی توقع ہے تو اس رقم کا شرعی حیلہ کر کے مدرسہ کیلئے زمین خریدی جاسکتی ہے۔ بلا اضطراری حالت اور بدون عذر شرعی کے حیلہ کر کے بھی یہ رقم زمین خریدنے میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

صدقہ فطر کے اصل حقدار فقراء اور مساکین ہیں ان کی حق تلفی ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۸ ج ۵)

فدیے کی رقم کو مقروض کے قرض میں مجرا کرنا

سوال:۔ ایک شخص کا قرض کسی کے ذمہ ہے اور مدیون مفلس اور نادار ہے، اگر قرض دار صدقہ فطر میں اس قرض کو مجرا کرلے تو کیا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا؟
جواب:۔ اس طرح صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، بغیر وصول کیے قرض میں مجرا کر لینے سے زکوٰۃ وفطرہ ادا نہیں ہوتا ہے، قرض میں وصول کر سکتے ہیں مگر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۰۳ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ج ۱ باب المصرف ص ۸۵ کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۶)

مسجد کے امام کو صدقہ دینا

سوال:۔ امام مسجد کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:۔ امامت کی وجہ سے اس کو فطرہ دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲۸ ج ۶)

جو سحری کیلئے اُٹھاتا ہے اس کو فطرہ دینا

صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحری کے لیئے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس

کواس کی اجرت میں قرار نہ دے بلکہ پہلے کچھ اوراس کو دیدے اسکے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔ (علم الفقہ حصہ چار ص ۵۴)

نابالغ کوفطرہ دینا

سوال:۔فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔اگر غریب نابالغ ہوتو ان کوصدقہ فطرہ دینا جائز نہیں، البتہ ان کے لیئے سرپرستوں کو دینا جائز ہے، اگروہ بچے سمجھدار ہیں تو خودان کو بھی دینا جائز ہے اور اگر وہ بچے مالدار کے ہیں توان کو کسی طرح بھی دینادرست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۶۹)

جہاں فقراء نہ ہوں، وہاں فطرہ کس وقت نکالا جائے؟

سوال: جس ملک میں شرعی فقراء نہ ہوں، وہاں کے لوگ صدقہ فطر عید کے دن نماز سے پہلے نکال کر علیحدہ رکھ لیں یا کسی شخص معتمد کو دیدیں اسکے بعد دوسرے غریب ملک کو روانہ کر دیا جائے، تو مستحب ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: صدقہ فطر عید سے پہلے فقراء کو دینا مستحب ہے، پس اس صورت میں کہ صدقۂ فطر علیحدہ کر کے رکھ دیا جائے اور فقراء کو نہ دیا جائے تو مستحب ادا نہ ہوگا۔

اور یہ عادتاً متحقق نہیں ہوسکتا کہ کسی ملک میں فقراء نہ ہوں۔اگر حقیقت میں ایسا ہوتا ہے تو پھر دوسری جگہ کے فقراء کو بھیجنا چاہئے۔اور عذر کی وجہ سے وہ شخص تارک مستحب نہ کہلائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۷ ج ۶ بحوالہ عالمگیری مصری ص ۱۸۰ ج ۱ باب ثامن صدقۃ الفطر)

کیا قیدیوں کا شمار مساکین میں ہے؟

سوال: یہاں قیدیوں کے سوا کوئی مسکین نہیں تو کس طرح صدقۂ فطر ادا کیا جائے؟ کیا قیدیوں کا مساکین میں شمار ہوتا ہے؟

جواب: جب کہ ان کے پاس بقدر نصاب مال نہ ہوتو وہ مساکین ہیں اور ان کو صدقۂ فطر دینا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۱۲ ج ۶ حوالہ درمختار باب مصرف ص ۷۹ وص ۸)

فطرہ منی آرڈر سے نہ پہنچے تو کیا دوبارہ دینا ہوگا؟

سوال: زید نے صدقہ فطر کسی یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری روانہ کیا وہاں کے ناظم صاحب کا خط آیا کہ رجسٹری تو مل گئی ہے مگر رقم نہیں تو کیا زید کے ذمہ سے فطرہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں بھی بھیجنے والے کے ذمہ سے زکوٰۃ وفطرہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ ڈاک خانہ بھیجنے والے کا وکیل ہے اور جس کے پاس بھیجا گیا اس کا نہیں ہوتا۔

(کفایت المفتی ص ۲۷۹ ج ۴)

ایک التجاء

آخیر میں ناظرین سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے عام وخاص اوقات میں جب اپنے لیئے دُعائیں کریں تو احقر اور اس کے والدین مرحومین کو بھی شامل فرمالیں، کیا بعید ہے کہ کریم آقا آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے مرحومین کی مغفرت اور بندہ کے انجام بخیر ہونے کا فیصلہ فرمادے۔ (آمین)

محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء۔

مآخذ ومراجع کتاب

نام کتاب	مصنف مؤلف	مطبع
معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	اشرفی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	کتب خانہ الفرقان لکھنو
کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فتاویٰ دارالعلوم	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین مدظلہ	مکتبہ حسامیہ دیوبند
فتاویٰ محمودیہ	حضرت مفتی محمود صاحب دارالعلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ

امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ عالمگیری (اردو)	علامہ سید امیر علیؒ	پاکستانی
جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ	مجلس تحقیقاتِ اسلامی حیدر آباد
احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب	سعید کمپنی ادب منزل چوک کراچی
فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ گجرات
علم الفقہ	حضرت مولانا عبد الشکور صاحب	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب الجزیری	شعبہ مطبوعا محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
القاموس الجدید	حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی مدظلہ	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
مشکوٰۃ شریف		کتب خانہ رشیدیہ دہلی
بہشتی زیور مکمل	حضرت مولانا تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
مظاہر حق جدید	حضرت علامہ قطب الدین خاں دہلویؒ	ادارہ اسلامیات دیوبند
آلاتِ جدیدہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	کتب خانہ قاسمی دیوبند
جواہر الفقہ	فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	عارف کمپنی دیوبند
فضائل رمضان	فقیہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ	ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی
رمضان کیا ہے؟	مولانا عبد اللہ صاحب دہلویؒ	حضرت نظام الدین نئی دہلی

☆ختم شدہ☆

مکمل و مدلل

مسائلِ شبِ برات

قرآن و سنت کی روشنی میں

دار العلوم دیوبند کے حضرات مفتیان کرام کے تصدیق کے ساتھ

تالیف

حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی

مفتی و مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر

وحیدی کتب خانہ

میونسپل کابلی پلازہ قصہ خوانی بازار پشاور

نام کتاب: مکمل ومدلل مسائل شب برات وشب قدر

تالیف: حضرت مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مفتی ومدرس دارالعلوم دیوبند

کمپوزنگ: دارالترجمہ وکمپوزنگ سنٹر (زیرنگرانی ابوبلال برہان الدین صدیقی)

تصحیح ونظر ثانی: مولانا لطف الرحمٰن صاحب

سٹنگ: برہان الدین صدیقی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ووفاق المدارس ملتان وخریج مرکزی دارالقراء مدنی مسجد نمک منڈی پشاور، ایم اے عربی پشاور یونیورسٹی

اشاعت اول: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ناشر: وحیدی کتب خانہ پشاور

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی کے تمام مراحل میں پوری احتیاط کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسان کمزور ہے اگر اس احتیاط کے باوجود بھی کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کیا جائے گا۔

منجانب: عبدالوہاب وحیدی کتب خانہ پشاور

دیگر ملنے کے پتے

کراچی: اسلامی کتب خانہ بالمقابل علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
: مکتبہ علمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
: کتب خانہ اشرفیہ قاسم سنٹر اردو بازار کراچی
: زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
: مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی جامعہ فاروقیہ کراچی
راولپنڈی: کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان
پشاور: حافظ کتب خانہ محلہ جنگی پشاور
: معراج کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور

لاہور: مکتبہ رحمانیہ لاہور
: المیزان اردو بازار لاہور
صوابی: تاج کتب خانہ صوابی
اکوڑہ خٹک: مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
: مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک
بنیر: مکتبہ اسلامیہ سواڑی بنیر
سوات: کتب خانہ رشیدیہ منگورہ سوات
تیمرگرہ: اسلامی کتب خانہ تیمرگرہ
باجوڑ: مکتبۃ القرآن والسنۃ خار باجوڑ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ

☆تمت بالخیر☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

☆☆

☆

انتساب

بسم الله الرحمٰن الرّحیم

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ 0 وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ 0 لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ 0 تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ 0 سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ 0﴾

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ 0 فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ 0﴾

میں اپنی اس کاوش کو
اُم المؤمنین زوجۂ مطہرہ سیدہ حضرت
عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب کرنے کی سعادت
حاصل کررہا ہوں، جن کے ذریعے
اسلام کی بہت سی تعلیمات
اوران مبارک راتوں
کے اعمال ہم تک
پہنچے۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ



عرض مؤلف

((الحمدلله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید المرسلمین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین))

الحمدللہ کہ آٹھویں کتاب "مکمل ومدلل مسائل شب برأت وشب قدر" ہدیۂ ناظرین ہے، جس میں فضائل ومسائل وبے شمار جزئیات اور اعمالِ مسنونہ قرآن واحادیث کی روشنی میں جمع کردیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احقر کی کاوشیں حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی نگاہوں سے گزرکر منظرِ عام پر آرہی ہیں، یااللہ ان تمام حضرات کا سایۂ عاطف تادیر قائم رکھیئے آمین۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اپنے فضل وکرم سے سابقہ کتابوں مکمل ومدلل مسائلِ امامت، مکمل ومدلل مسائل تراویح، مکمل ومدلل مسائلِ روزہ، مکمل ومدلل مسائلِ اعتکاف، مکمل ومدلل مسائل نمازِ جمعہ، مکمل ومدلل مسائلِ عیدین وقربانی اور آداب ملاقات کی طرح اس کتاب کو بھی مقبول ونافع دارین بناکر آئندہ بھی اسی نہج پر خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

((ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم))

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ

مدرس دارالعلوم دیوبند
۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۹۹۱ء۔



تصدیق

جامع شریعت وطریقت، فقیہ الامت سیدی

حضرت مولانا مفتی محمود حسن دامت برکاتہ

چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

((باسمہ سبحانہٗ تعالیٰ))

محترم مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارلعلوم دیوبند نے دینی سابق تالیفات کی طرح شب برأت وشب قدر سے متعلق مسائل منتشرہ کو مختلف کتب فتاویٰ وغیرہ سے جمع فرما کرامت پر احسان فرمایا ہے۔ امید کہ اس مجموعہ کے ذریعہ شب برأت وغیرہ سے متعلق بدعات ورسوم کا اِنسداد ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائے، اُمت کے لیے نافع ومفید بنائے اور مؤلف موصوف کو ترقیات سے نوازے، نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

العبد محمود غفرلہٗ

چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند

۱۴۱۲ھ۔

ارشادگرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہ
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

«الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اصحابہ واتباعہ التابعین لهم الیٰ یوم الدین»

پیش نظر انتخاب فتاویٰ اس کے افادیت میں اور ہر شخص کے لیے نافع ہونے میں دورائے نہیں اس لیے کہ تمام مندرج کتاب وہ فتاویٰ من وعن ہیں جو اکابر معتبرین کے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیش نظر تالیف کو بھی عزیز موصوف کے دیگر مجموعات کی طرح مقبول ونافع بنائے۔ آمین۔ فقط

کتبہ العبد
نظام الدین
رجب ۱۴۱۲ھ جنوری ۱۹۹۲ء۔

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب زید مجدہم مفتی دار العلوم دیو بند

الحمدللہ والمنۃ کہ مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیو بند کی متعدد کتابیں شائع ہو کر اہل علم اور عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

اب موصوف نے زیرِ نظر کتاب ''مسائل شب برأت وشب قدر'' پر مختلف مستند فتاویٰ اور کتابوں سے ان کے احکام ومسائل اور فضائل جمع کرنے کی جدوجہد فرمائی ہے اور ماشاء اللہ موصوف اپنی اس خدمت میں بھی پہلے کی طرح پورے طور پر کامیاب ہیں۔ میں نے ان کا یہ مسودہ پڑھا، اور خوشی ہوئی کہ اس میں مختلف کتابوں اور فتاویٰ کے مضامین ومسائل بڑے دلچسپ ودل پذیر انداز میں جمع ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ سے پڑھ کر مجھے دلی مسرت ہوئی، اور بہت سے مسائل جو ذہن میں نہیں تھے وہ بھی میری نگاہوں سے گزرے۔ اس طرح استفادہ کی صورت بھی سامنے آئی اور دل سے موصوف کے لیے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو صحت وسلامتی کے ساتھ اس طرح کی علمی خدمات کا برابر موقع عطا کرتا رہے اور یہ عوام وخواص کو اپنی محنتوں سے مستفید کرتے رہیں، ماشاء اللہ قاری صاحب زیدمجدہ، ابھی جوان ہیں، ہمیں پوری توقع ہے کہ آپ اپنی یہ علمی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔

''مسائل شب برأت وشب قدر'' یک جا پڑھ کر ہر پڑھنے والا خوشی محسوس کرے گا اور ان دونوں مبارک راتوں کو صحیح طور پر گزارنے کی اسے توفیق حاصل ہوگی، اور اس طرح وہ بہت ساری برکتیں اور نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں جمع کرلے گا جو دنیا وآخرت دونوں جگہوں میں اس کے لیے کارآمد اور فلاح وصلاح کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

عوام الناس میں اس سلسلے میں جو غلط بدعات وخرافات پیدا ہو چکی ہیں، ان کی اس کتاب میں نشاں دہی بھی کی گئی ہے اور ان سے بچنے کی تاکید بھی ہے۔ مختصر یہ کہ زیرِ نظر کتاب ہر طرح جامع اور مکمل ہے اور ہر طرح کے احکام ومسائل پر حاوی ہے۔

نوجوان علماء، جدید تعلیم یافتہ حضرات اور عوام سبھوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں، انشاء اللہ ان کی راہنمائی ہوگی۔ اور وہ ان راتوں کو اسی طرح گزارنے کی سعی کریں گے جس طرح حضور پرنور ﷺ نے ان مبارک راتوں کے متعلق حکم فرمایا ہے۔

اخیر میں میری دعا ہے کہ رب العالمین مؤلف کی یہ خدمت قبول فرمائے اور اسے ان کی دنیاوی ودینی فلاح کا ذریعہ اور وسیلہ بنادے۔

((واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین))

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین غفرلہٗ

مفتی دارالعلوم دیوبند

مؤرخہ یکم شعبان المعظم /۱۴۱۲ ہجری عیسوی

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حٰم ()وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ ()إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ()
فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ ()أَمْراً مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ()

(سورۃ الدخان پارہ ۲۵)

ترجمہ:۔ حٰم (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہے) قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کولوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات میں اتارا ہے کیونکہ ہم بوجہ شفقت کے اپنے ارادہ میں اپنے بندوں کو آگاہ کرنے والے تھے یعنی ہم کو یہ منظور ہوا کہ مضرتوں سے بچانے کے لیے خیر وشر پر مطلع کردیں، یہ قرآن کو نازل کرنے کا مقصد تھا، آگے اس شب کے برکات ومنافع کا بیان ہے کہ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم صادر ہوکر طے کیا جاتا ہے یعنی سال بھر کے معاملات جو سارے کے سارے ہی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں جس طرح انجام دینے کو منظور ہوتے ہیں اس طریقے کو متعین کرکے ان کی اطلاع متعلقہ فرشتوں کو کرکے ان کے سپرد کردیئے جاتے ہیں، چونکہ وہ رات ایسی ہے اورنزولِ قرآن سب سے زیادہ حکمت والا کام تھا اس لیے اس کے لیے بھی یہی رات منتخب کی گئی۔
(معارف القرآن: ص ۹۸، ج ۷)

اس کے متعلق عکرمہؒ اور مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ (لیۃ مبارکۃ) سے مراد شب برأت ہے جیسا کہ ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس تفسیر پر اس آیت سے ماہِ شعبان کی پندرہویں شب کی خصوصیت سے بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

نزولِ قرآنی سے مراد حقیقۃ نزولِ قرآنی نہیں ہے، بلکہ نزول کا فیصلہ مراد ہے کہ اس مبارک رات میں ہم نے قرآن کو نازل کرنے کا فیصلہ کردیا تھا، پھر نزولِ حقیقی شب قدر میں ہوا۔

شب برأت میں امور محکمہ کے فیصلے ہوا کرتے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ شب برأت میں اس کا بھی فیصلہ کیا گیا ہوگا لیکن قرأن شریف کے نازل کرنے سے بڑا امرِ محکم اور کون سا ہوسکتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۰۸)

شب برأت میں حکم ہوا کہ اس دفعہ رمضان میں جو شب قدر آئے گی اس میں قرآن نازل کیا جائے گا، پھر شب قدر میں اس کا وقوع ہوگیا، کیونکہ عادۃً ہر فیصلہ کے دو مرتبے ہوتے ہیں، ایک تجویز، ایک نفاذ، یہاں بھی دو مرتبے ہو سکتے ہیں کہ تجویز تو شب برأت میں ہو جاتی ہے اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ غرض آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد یہی ہو لیکن احادیث سے تو اس رات کا بابرکت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (التبلیغ: ص۱۴، ج۸)

وجہ تسمیہ:۔ شعبان شب وتشعب سے مشتق ہے جس کے معنی تفرق اور پھیل جانے کے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس ماہ میں روزہ رکھنے والے پر رحمتوں اور بھلائیوں کا نزول ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ مہینہ رحمتوں کے پھیلنے کا ہے اس لئے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور: ص۹۹)

شعبان کے حروف

شعبان کے پانچ حروف ہیں:۔ ش۔ ع۔ ب۔ ا۔ ن

ان میں ہر حرف ایک ایک بزرگی کی نشان دہی کرتا ہے۔ ش کا اشارہ شرف کی طرف ہے۔ ع بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ب سے مراد بر یعنی نیکی ہے۔ الف سے مراد اُلفت اور ن کا حرف نور کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ یہ پانچویں انعامات اللہ کی جانب سے اس ماہ شعبان میں بندوں کو دیئے گئے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص۳۵۶)

شعبان کی قدر و قیمت

ہر عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ شعبان کے مہینہ میں غفلت نہ کرے اور ماہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اس ماہ میں تیاری کرلے، اپنے گناہوں سے توبہ کرلے، جو اعمال اس سے رہ گئے ہیں ان کو پورا کرے۔ ماہ شعبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی وزاری کرے، سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرے۔ اس ماہ کی نسبت والے کی طرف یعنی رسول اللہ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے تاکہ اس کا دل صاف ہو سکے، اور باطن کے امراض کے لیے دو کام انجام دے۔ یہ کام ملتوی نہ کرے (بلکہ اسی مہینے میں

انجام دے) کیونکہ اصل میں تین ہی دن ہیں، ایک کل کا دن ہے جو گزر گیا، دوسرا موجودہ دن کام کرنے کا ہے اور تیسرا آئندہ کا دن جو امید کا دن ہے اور آئندہ کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟

جو دن گزر چکا ہے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ موجودہ دن کو غنیمت جاننا چاہئے اور آئندہ کا دن خطرے کا دن ہے یعنی شاید وہ دن آئے یا نہ آئے۔ یہی حال ان تینوں مہینوں کا ہے۔ رجب گزر جاتا ہے اور رمضان کا انتظار ہوتا ہے، یہ کسی کو علم نہیں کہ اس ماہ کے آنے تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ شعبان ان دونوں کے درمیان ہے، اس مہینہ کے آنے پر خدا کی عبادت اور اطاعت غنیمت جانو۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نصیحت فرمائی کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے قبل جوانی، بیماری سے قبل تندرستی، فقیری سے پہلے تونگری (مالداری) مصروفیت سے قبل فراغت اور موت سے قبل زندگی۔

(غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۷)

شعبان اور صحابہ کرامؓ کا عمل

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بزرگ اصحابؓ شعبان کا چاند دیکھ کر قرآنِ کریم (زیادہ) پڑھا کرتے تھے، مسلمان اپنے مال سے زکوٰۃ بھی نکالا کرتے تھے تاکہ غریب اور مسکین لوگ فائدہ اُٹھا سکیں اور ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کیلئے انکا کوئی وسیلہ بن جائے۔ حاکم لوگ قیدیوں کو بلا کر ان میں سے جو حد (سزا) جاری کرنے کے لائق ہوتے تھے، ان پر حد جاری کرتے تھے، باقی قیدی رہا کرتے تھے۔ کاروباری لوگ بھی اسی ماہ میں اپنا قرض ادا کیا کرتے تھے، اور دوسروں سے جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا وصول کرلیا کرتے تھے۔ ماہ رمضان کا چاند نظر آنے پر لوگ غسل کرتے اور اعتکاف میں بیٹھ جاتے تھے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۶)

بہترین انتخاب

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے﴿وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ﴾ (پارہ:۲ رکوع ۱۰) اللہ جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کو چاہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے چار چیزیں چن لیں (منتخب کرلیں) پھر ان میں سے ایک کو منتخب کرلیا۔ سب فرشتوں میں چار کو برگزیدہ کیا یعنی جبرائیلؑ، اسرافیلؑ، میکائیلؑ اور عزرائیلؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو، چنانچہ ان میں سے حضرت محمد ﷺ کو منتخب کرلیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کو چن لیا۔ پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برگزیدہ کیا۔ مسجدوں میں مسجدِ حرام مسجدِ اقصیٰ، مسجد مدینہ یعنی مسجد نبوی ﷺ، مسجد طور سینا کو چنا گیا، پھر ان میں سے مسجدِ حرام کو برگزیدہ کیا گیا۔

دنوں میں سب سے بہتر عید الفطر، عید الاضحیٰ، عرفہ اور عاشورہ کے دن ہیں، پھر ان میں سے عرفہ (دس ذی الحجہ) کو دوسرے دنوں پر ترجیح دی گئی۔ راتوں میں شبِ برأت، شب قدر، شب جمعہ، شب عید پسند فرمائیں، پھر ان میں سے شب قدر کو سب پر فضیلت دی۔

مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور مساجد العشار چار مقامات کو بزرگی دی، پھر ان میں سے مکہ کو افضلیت بخشی، پہاڑوں میں سے چار پہاڑوں کو چن لیا، احد، سینا و لکام اور لبنان، اور ان چاروں میں سے طور سینا کو پسند کیا۔

دریاؤں میں ان چار کو فضیلت دی، جیحون، سیحون، فرات اور نیل۔ پھر ان میں سے فرات کو افضل قرار دیا۔ مہینوں میں رجب، شعبان، رمضان اور محرم کو بزرگی دی پھر ان میں سے شعبان کو ترجیح دی دوسرے مہینوں پر، شعبان کو پیغمبر ﷺ کا مہینہ قرار دیا یعنی جس طرح آنحضرت ﷺ سب پیغمبروں سے افضل ہیں، اسی طرح یہ شعبان کا مہینہ بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۵)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے، رمضان میری امت کا مہینہ ہے، اور شعبان گناہ سے دور کرنے والا ہے،

رمضان کامہینہ آدمی کو پاک صاف کرتا ہے۔ (گناہوں سے)۔

آپ ﷺ کاارشاد ہے کہ شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسامہینہ ہے جس کی بزرگی کالوگوں کوعلم نہیں، اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، لہٰذامیری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تواس وقت میں روزہ سے ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، رجب دوسرے مہینوں پروہی بزرگی رکھتاہے جوقرآن مجید دوسری تمام کتابوں پر۔ اسی طرح شعبان کی بزرگی دوسرے مہینوں پراسی طرح ہے جس طرح مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی ہے۔ رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پرایسی ہے جیسی سارے مخلوقات پراللہ تعالیٰ کی بزرگی۔

(غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۵)

فضائل شبِ برأت

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چارراتیں ایسی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پرنیکیوں کے دروازے کھول دیتاہے۔ عیدالاضحیٰ، عیدالفطر، شعبان کی درمیانی رات اورعرفہ کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کارزق اوران کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتاہے۔

(غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۲)

شب برأت کوبھی ''مبارک'' اسی لیے کہا گیاہے کہ اس رات میں لوگوں پررحمت اور برکت اوراللہ تعالیٰ کی بخشش نازل ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی درمیانی رات میں دنیاکے آسمانوں کی طرف حکمِ الٰہی ہوتاہے اوراللہ تعالیٰ ہرمسلمان کوبخش دیتاہے، مگر شرک، کینہ رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے اورزانیہ کونہیں بخشتا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیاگیاہے کہ روزوں میں بہتر روزے کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا شعبان کے روزے، رمضان المبارک

کے روزوں کی تعظیم کے لیے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ رمضان المبارک کے قریب ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''جو شخص شعبان کے آخری دن دوشنبہ کو روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یعنی اس ماہ کا آخری دوشنبہ نہ کہ اس مہینے کا آخری دن، اس لیے کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے (عام لوگوں کے لیے) روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اس کا نام شعبان اسلئے پڑا کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور رمضان نام اسلئے پڑا کہ اس میں سارے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۵۴)

خصوصیاتِ شبِ براءت

شب براءت کی یہ خصوصیت ہے کہ اس رات میں مغرب کے بعد ہی سے حق تعالیٰ شانہٗ کی تجلیات وتوجہات کا آسمانِ دنیا پر نزول ہوتا ہے اور عام اعلان ہوتا ہے کہ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اس سے نجات دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے؟

غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ فجر (صبح صادق) ہو جاتی ہے اور دربار برخاست ہو جاتا ہے۔

اس قسم کا دربار اگرچہ تمام سال ہر رات کو ہوتا ہے، مگر وہ آخری تہائی رات کے وقت سے مخصوص ہے، اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ دربار غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور فجر کے وقت تک رہتا ہے۔ یہ وہ رات ہوتی ہے جس میں رحمتیں تقسیم ہی نہیں کی جاتی بلکہ صحیح معنی میں لٹائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ اب کتنے خوش قسمت ہیں جو اس لوٹ سے حصہ لیتے ہیں، شاید فی صد ایک دو بھی نہ ہوں؟

اس ماہ کے دیگر خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں آئندہ

سال مرنے والوں کا پروانۂ حیات چاک کر دیا جاتا ہے، اس لیے بھی ضرورت ہے کہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ نیک اعمال کیے جائیں تاکہ زندگی کا فیصلہ ہوتے وقت وہ ایک نیک کام میں مشغول ہو۔

حضور اکرم ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ آپ شعبان میں بہت زیادہ روزے رکھتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے؟ تو حضور ﷺ نے یہ ہی جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والوں کے نام تحریر فرماتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میری وفات کا نوشتہ ایسے وقت میں لکھا جائے جبکہ میں روزہ دار ہوں۔ اس سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کا نوشتہ وفات ایسے وقت میں لکھا جائے گا کہ وہ کسی اچھے کام یعنی عبادت میں مشغول ہو تو فضل خداوندی سے قوی امید ہے کہ اس شخص کی موت بھی اچھی حالت میں ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر و خوبی ہوگا (فضائل الایام والشھور :ص ۱۰۴)

امتحان کا وقت

(عن اسامه بن زيدؓ قال قال رسول الله ﷺ شعبان شهري و رمضان شهر الله)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

تشریح: شعبان کو رسول اللہ ﷺ اپنا مہینہ فرما رہے ہیں، اس مہینہ کو اپنی جانب منسوب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد شعبان کے دیگر فضائل کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ جو مہینہ حضور ﷺ کا ہوگا، اس کی عظمت، اس کی فضیلت و بڑائی معلوم ہے۔ اس ماہ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس مہینہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمام بندوں کے سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''شعبان کا مہینہ جو رجب کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں اس میں حق تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ دار ہونے کی حالت میں پیش کیے جائیں''۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

ہم نے عام مدرسوں اور کالجوں وغیرہ میں دیکھا ہے اور جس کا جی چاہے دیکھ

دسکتا ہے کہ جب سال قریب الختم ہوتا ہے اور تمام سال کی تعلیم کا جائز (امتحان) لینے کا وقت قریب آجاتا ہے تو کم محنت سے کم محنت اور بدشوق سے بدشوق طالب علم بھی کتابوں کی ورق گردانی و تکرار و مطالعہ میں مشغول ہوجاتا ہے غرض یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی چیز کے جائزہ لینے کا وقت آتا ہے فطرۃً ہر آدمی کو اس کی طرف توجہ کرنا پڑتی ہے۔

یہی حال اعمال کا ہے۔ یہ دنیا انسانوں کی دائمی قیام گاہ نہیں ہے، انسان کو اس میں ہمیشہ قیام کرنا نہیں، بلکہ ایک ہوٹل یا سرائے ہے کہ ایک دو روز کیلئے یا چند روز کیلئے اس میں مسافرانہ قیام کرلیا جاتا ہے۔ (الدنیا مزرعة الاخرة) کا مشہور مقولہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے کچھ روز کے لیے دنیا میں امتحاناً بھیج دیا ہے کہ دیکھیں یہ کیسے اعمال کرتا ہے، یہ اپنی عاقبت سنوارتا ہے یا بگاڑتا ہے، پھر یہ بھی نہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں بھیج کر آزاد چھوڑ دیا ہو، نہیں بلکہ ہر سال اس کے گذشتہ اعمال کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور آئندہ سال کے لیے (ہماری اصطلاح میں) اس کا بجٹ منظور کیا جاتا ہے۔

شعبان کا مہینہ امتحان کا مہینہ ہے، اس میں تمام سال کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ان پر آئندہ کے احکام صادر کیے جاتے ہیں۔ گذشتہ حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے اس نکتہ کی طرف امت کی راہنمائی فرمائی ہے کہ یہ مہینہ ہمارے اعمال کے جائزہ لینے کا ہے اس لیے ان میں خصوصی طور پر اس مہینہ میں نیک اعمال کرنا چاہئیں اور بالکل اسی طرح جیسے تم عام امتحانوں میں کیا کرتے ہو اس امتحان میں بھی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی اور امتحان کی پوری تیاری کرلینا چاہئے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہی نہیں بلکہ خود کر کے دکھا بھی دیا اور عملی نمونہ بن کر ہمارے لیے ایک نیک مثال قائم فرمادی۔

چنانچہ مجموعہ احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جس قدر شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے رمضان کے علاوہ اور کسی دوسرے مہینہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ تمام شعبان میں روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ رمضان آجاتا تھا اور دوبارہ رمضان المبارک کے روزے شروع فرمادیتے تھے۔

ہاں امت کو اس ماہ کی خیر و برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہنے کے لیے اس کی اجازت دی جائے گی کہ شعبان کے نصف اول میں روزے رکھ لیا کریں اور نصف آخر میں آرام کرلیں کہ رمضان کے روزوں کے لیے تازہ دم ہو جائیں۔ پورے شعبان کے روزے رکھنے کی ممانعت کی وجہ بظاہر ضعف کا خوف ہے کہ رمضان کے روزوں میں اس کی وجہ سے کوتاہی نہ ہو، لہٰذا اگر کوئی قومی اور توانا ہو اور اس کی صحت اچھی ہو کہ دو ماہ کے مسلسل روزوں سے اس کی صحت وقوت پر کوئی اثر نہ پڑے تو اس کی اجازت بھی دے دی جائے گی کہ شعبان اور رمضان کے مسلسل روزے رکھے۔ حضور ﷺ کے قول اور عمل میں کوئی تعارض نہیں ہے، قول امت کے لیے اور عمل اپنے لیے۔ (فضائل ایام والشہور: ص ۱۰۳)

شبِ برأت کیا ہے؟

امت کے دیئے ہوئے عقیدۂ توحید کی رو سے زمانہ کی ہر ساعت، گھڑی، وقت اور شب و روز کا ہر لمحہ مبارک اور بہتر ہی ہے اور کسی ساعت اور لمحہ میں نحوست اور شر کا تصور رکھنا اسلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حدیث قدسی کی وساطت سے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ''زمانہ کی ساعت کو ناپسندیدہ اور برا کہنا ممنوع ہے کہ زمانہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شان کا نام ہے، البتہ برکت وسعادت اور فضیلت و برتری کے اعتبار سے کسی مہینہ کو کسی مہینہ پر، بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر یا بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض راتوں کو دوسری راتوں پر حتیٰ کہ بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے اور اس قسم کی فوقیت وفضیلت کی خبر قرآن وحدیث کے ذریعہ دی گئی ہے، جن کی فضیلت و برتری اور خواص قرآن شریف میں بیان کیے گئے اور ارشادات نبوی ﷺ میں بھی۔ اس میں ایک شب معراج، دوسری شب برأت اور تیسری شب قدر ہے اور عیدین کی راتیں، قرآن کریم نے شب برأت کو لیلۃ المبارکہ کہا ہے جس کو حدیث میں لیلۃ البرأت فرمایا گیا ہے، اور ہماری اصطلاح میں یہ مبارک رات شب برأت کے نام سے مشہور ہے، برأت کے معنی عربی زبان میں رہا ہونے اور نجات پانے کے آتے ہیں، اور یہ رات ایسی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی تعداد میں انسانوں کے گناہ اور ان کی خطائیں معاف کرکے عذابِ جہنم سے

بری قرار دیا جاتا ہے اس لیے اس رات کا نام ہی لیلۃ البرأت اور شب برأت قرار پا گیا ہے۔
دوسرے یہ کہ اس رات میں انسانی زندگی اور اس کی ضروریات سے متعلق ایک سال مہمات امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے، اور یہ مبارک رات شعبان کی پندرھویں رات ہے جو چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے اور صبح صادق تک رہتی ہے۔
جہاں تک شب برأت کا تعلق ہے عید، بقرعید کی طرح یہ کوئی تہوار نہیں ہے اس کی شرعی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ شب برأت ایک مقدس رات ہے، اس رات میں آنحضرت ﷺ روزمرہ سے زیادہ عبادت فرمائے تھے، مردوں کی دعائے، مغفرت کے لیے قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، یہی شبِ برأت منانے کا اصل طریقہ ہے کہ اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں اور قبرستان جا کر سنت طریقہ کے مطابق اپنے آباء، واجداد، اعزاء و اقرباء اور عامۃ المسلمین و مسلمات کے لیے دعائے مغفرت کریں اور اگلے دن روزہ رکھیں۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

حضرت جبرائیلؑ کی آمد: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''شعبان کی درمیانی رات میں جبرائیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد (ﷺ) اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا (آسمان کی طرف دیکھا) جنت کے سب دروازوں کو کھلا ہوا پایا، پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ کھڑا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اسے خوش خبری ہو، دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں سجدہ کرتا ہے اسے خوشخبری ہو، تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں دعاء کی اسے خوش خبری ہو، چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں ذکر کیا اسے خوش خبری ہو، پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں خدا کے خوف سے زاری کی (یعنی رویا) اسے خوش خبری ہو، چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو، ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اگر کسی کو کوئی سوال کرنا ہے تو کرے، اس کا سوال

پورا کیا جائے گا۔ آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو بخشش کی درخواست کرے، اس کی درخواست قبول کی جائیگی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا، یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے جواب دیا پہلی رات سے صبح ہونے تک کھلے رہیں گے، پھر فرمایا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ اس رات (شعبان کی پندرہویں) میں دوزخ کی آگ سے اتنے بندوں کو نجات دیتا ہے، جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۲)

(عرب میں ہر قبیلہ میں بہت سی بکریاں ہوتی تھی لیکن بنی کلب میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں۔ ان تمام بکریوں کے جسم پر جتنی تعداد میں بال تھے، ان سے کہیں زیادہ تعداد میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں، مطلب تعداد کی زیادتی بیان کرنا ہے کہ ایک بکری کے جسم پر کتنے بے شمار بال ہوتے ہیں اور پھر ان کثیر تعداد بکریوں کے جسم پر کتنے بے حساب بال ہونگے ان سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرماتے ہیں)۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شبِ برأت مبارک کیوں؟

جو رات آنے والی ہے یعنی پندرہویں شبِ شعبان، اس کے خاص فضائل آئے ہیں اس لحاظ سے اس کو مبارک کہنا درست ہے، گو احادیث میں مبارک کا لفظ نہیں آیا اگر چہ قرآن میں لفظ "مبارکہ" آیا ہے۔ مگر یہ تفسیر خود محتمل ہے مگر یہ احتمال اس لقب میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے کثرتِ نفع، اگر کسی چیز کا کثیر النفع ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا، پس احادیث میں جو فضائل اس رات کے آئے ہیں جب ان سے کثیر النفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔ گو مبارک کا لفظ نہ آیا ہو۔ لیکن قرآن شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ () فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ()﴾ (الدخان: پارہ ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا ہے، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات کو ہر امر محکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یعنی یہ بھی ایک برکت ہے کہ اس شب میں تمام امور (کاموں) کا فیصلہ ہو جاتا ہے، تمام امور میں سب چیزیں آ گئیں صرف نماز و روزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا اناج پیدا ہوگا، جنگ ہوگی، فتح ہوگی یا شکست ہوگی، اتنا پانی برسے گا (موت و حیات، شادی و بیاہ وغیرہ) غرض سب امور کا فیصلہ و انتظام ہوتا ہے، یہ سب انتظام برکت میں داخل ہو گیا۔ پس ایک قسم تو برکت کی یہ ہے، دوسری قسم برکت کی دینی ہے جو احادیث میں مذکور ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اول شب سے آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہ خصوصیت اس رات میں بڑھی ہوئی ہے (کیونکہ ہر روز نصف شب کے بعد خدا تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) یعنی اور راتوں میں نصف شب کے بعد نزول الٰہی ہوتا ہے اور اس شب میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں، یہ بھی وجہ برکت میں سے ایک ہے، اس کی قدر وہی کرے گا جس میں محبت کا مادہ ہوگا کیونکہ اس کو ایک ایک لمحہ غنیمت معلوم ہوگا، وہ تو محبوب کی طرف سے پانچ منٹ بڑھا دینے کو بھی بہت غنیمت سمجھے گا اور یہاں (شب برأت و شب قدر میں) پوری رات ملتی ہے تو یہاں اضافہ اصل سے بھی زیادہ ہو گیا ہے، مجموعہ دونوں سے بڑھ گیا۔ (التبلیغ: ص ۲۶، جلد ۸، از مولانا تھانویؒ)

شبِ برأت میں نظامِ خداوندی

حضرت عکرمہ ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول ''اور اس رات میں تمام مضبوط کام جدا کیے جاتے ہیں'' کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اس آیت میں جس رات کا ذکر ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ سال کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے، مرنے والے لوگ زندہ لوگوں سے الگ کر دیئے جاتے ہیں (جن لوگوں کو اس سال مرنا ہوتا ہے، ان کے نام الگ کر دیئے جاتے ہیں، گویا ان کی فہرست اس رات میں تیار کر لی جاتی ہے)۔ جو لوگ حج بیت اللہ شریف کرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام بھی الگ کر دیئے جاتے ہیں اس میں ذرا کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

حکیم ابن کیسانؒ کا کہنا ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نگاہ

کرتا ہے اوراس رات میں وہ جسے پاک کرتا ہے وہ اگلے سال کی وہی رات آنے تک اسی طرح پاک رہتا ہے۔

عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں لوگوں کے سال بھر کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اورایک شخص سفر کے لیے نکلتا ہے، یا ایک شخص نکاح کرتا ہے، حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (یعنی آدمی کا ارادہ وپلاننگ کیا کیا ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی موت لکھی ہوتی ہے)۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۱)

فرشتوں کی عیدیں

جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دوعیدیں ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دوعیدیں ہوتی ہیں، مسلمانوں کی عیدیں عید الفطر (یکم شوال) اور عید الاضحیٰ (دس ذی الحجہ) کے دن ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عیدیں شبِ برأت اور شبِ قدر میں ہوتی ہیں۔

فرشتوں کی عیدیں رات میں اس کے لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں، مسلمان چونکہ سوتے ہیں اس لیے ان کی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۳)

موت وحیات کے فیصلہ کی رات

(وعن عائشة ان النبی ﷺ قال هل تدرین مافی هذه اللیلة یعنی لیلة......من شعبان قالت مافیهایارسول الله فقال فیهاان یکتب کل مولودنبی ادم فی هذه السنة وفیهاان یکتب کل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفیهاترفع اعمالهم وفیهاتنزل ارزاقهم، فقلت یارسول الله مامن احد یدخل الجنة الابرحمة الله تعالیٰ فقال مامن احد یدخل الجنة الابرحمة الله تعالیٰ ثلاثا قلت ولاانت یارسول الله فوضع یده علی هامته فقال ولاانا الاان یتغمرفی الله من برحمة یقولهاثلاث مرات. رواه البیهقی فی الدعوات الکبیر.)

ترجمہ: اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ سرتاجِ دوعالم ﷺ نے

(مجھ سے) فرمایا کہ ''کیا تم جانتی ہو کہ اس شب میں یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں، آپ ﷺ ہی بتائیے کہ کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بنی آدم کا ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے لکھدیا جاتا ہے اور بنی آدم میں ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھا جاتا ہے۔ اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھالیے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔''

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے میں نے عرض کیا ''اور نہ آپ یا رسول اللہ! (یعنی آپ ﷺ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونگے؟) آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک (ہاتھ) سر مبارک پر رکھا اور فرمایا'' اور نہ میں! (یعنی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونگا)۔ یہ الفاظ بھی آپ ﷺ نے تین بار فرمائے۔

تشریح: دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہونگے یا وفات پائینگے ان سب کی پیدائش اور موت کے بارے میں بہت پہلے ہی عمومی طور پر لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے، مگر ہر شعبان کی پندرہویں شب میں پھر دوبارہ ان لوگوں کی پیدائش اور موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے جو اس سال پیدا ہونے والے ہیں یا مرنے والے ہوتے ہیں۔

''اعمال اٹھائے جاتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں بندہ سے جو بھی نیک و صالح اعمال سرزد ہونے والے ہونگے وہ اسی رات میں لکھدیئے جاتے ہیں جو ہر روز صادر ہونے کے بعد بارگاہ رب العزت میں اٹھائے جائینگے۔

''رزق اترنے'' سے مراد رزق کا لکھا جانا ہے یعنی اس سال جس بندہ کے حصہ میں جتنا رزق آئے گا اس کی تفصیل اس شب لکھی جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے کہ ''اس شب میں موت اور رزق لکھے جاتے ہیں اور اس سال میں حج کرنے والے کا نام (بھی) اس شب (پندرہویں شعبان کی) میں لکھا جاتا ہے''۔

جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنا کہ وہ اعمال صالحہ جو سال بھر میں بندہ سے سرزد ہونے والے ہوتے ہیں اور کرنے سے پہلے ہی لکھ دیئے جاتے ہیں تو وہ سمجھیں کہ جنت میں داخل ہونے کا دارومدار محض تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے، دخول جنت عمل پر موقوف نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا (یارسول اللہ مامن احدیدخل) الخ

اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "بے شک جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ داخل کرے"۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی قرآن شریف کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: ﴿اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی یہ جنت وہ ہے جو تمہیں اس چیز کے بدلہ میں دی گئی ہے جو تم کرتے تھے (یعنی دنیا میں جو اعمال کرتے تھے)

(پارہ:۸رکوع:۱۲)

کیونکہ اعمال تو جنت میں داخل ہونے کا ظاہری سبب ہیں مگر جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب تو اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہی ہے نہ کہ اعمال نیک۔ پھر یہ کہنا کہ یہ نیک اعمال بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں۔ اگر کسی بندے کے ساتھ خدا کی توفیق شامل حال نہ ہو اور اس کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا سایہ اس پر نہ ہو تو وہ نیک اعمال کیسے کر سکتا ہے؟

نیک وصالح اعمال تو بندہ جب ہی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت بندہ کی رہ نمائی کرتی رہے۔ لہٰذا اس طرح بھی یہی کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونا تو محض پروردگار عالم کی رحمت پر موقوف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ "جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہے اور جنت میں درجات کی بلندی اعمال کے تفاوت پر موقوف ہے یعنی بندہ جنت میں داخل تو اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگا ہاں اعمال کی کارفرمائی اس درجہ کی ہوگی جس بندہ کے نیک اعمال جس درجہ کے ہونگے جنت میں اس کے مطابق درجہ ملے گا۔ (مظاہر حق جدید: ۲۰۰، ج ۲)

سال بھر کے بجٹ کی منظوری کی شب

(فقال فیهاان یکتب کل مولود بنی آدم فی هذه السنة وفیهاان یکتب کل هالک من بنی آدم فی هذه السنة وفیهاترفع اعمالهم وفیهاتنزل ارزاقهم)

(مشکوۃ شریف مظاہر حق: ص۱۹۹، ج۲)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”بنی آدمؑ کا ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، بنی آدمؑ کا ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اسی رات میں لکھ دیا جاتا ہے اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔

تشریح: دنیا بھر کی حکومتوں میں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے وسائل اور پالیسی کے مطابق آمدنی واخراجات کا بجٹ ایک سال پہلے ہی تیار کر لیتی ہیں، ان کی پارلیمان اور وزراء کے اجلاسوں کی میٹنگ میں اس بجٹ پر مہینوں بحث ہوتی ہے، یہ بجٹ اپنی حکومت کے اغراض ومقاصد کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنے والے سال میں ترقی کی کن منازل کو طے کرنا ہے۔

بعینہٖ شعبان کی چودہویں اور پندرہوں تاریخوں کے درمیان ہر سال خالقِ کائنات اپنی وسیع تر مملکت دنیا کے بجٹ کا اعلان کرتا ہے اور یہ بجٹ زندگی کے ہر زاویئے پر محیط ہوتا ہے۔ اس رات میں یہ بھی فیصلہ ہوتا ہے کہ آنے والے سال میں کتنے لوگوں کو دنیا میں بھیجنا ہے اور کتنے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے بعد واپس بلایا جائے گا۔ کتنا خرچ کرنے کی اجازت ملے گی اور کس سے کتنا کچھ واپس لے لیا جائیگا۔

شعبان کی پندرہویں شب میں عالم بالا میں حکیم وخبیر و دانا ومدبر کے حکم کے مطابق دنیاوالوں کے لیے جو روز ازل میں فیصلے کیے گئے تھے ان میں سے ایک سال کا جامع بجٹ کارکنانِ قضاء وقدر یعنی خاص مقرب فرشتے حضرت جبرائیل، میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیلؑ کے سپرد کر دیا جاتا ہے، اس دنیا میں سب کچھ وہی ہوتا ہے جو فرشتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

درخواست کی پیشی کا وقت

آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جن دنوں بجٹ تیار ہورہا ہوتا ہے ملک کے متعلقہ طبقے اپنے اپنے مطالبات و درخواستیں حکومت تک پہنچاتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حاضر ہوکر استدعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جب خالق کائنات اپنا بجٹ تیار کرتے ہیں تو اس کے بندے اس کے سامنے اپنی ضروریات اور اپنی آرزوؤں کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح حکومتیں اپنے عوام کے مطالبات کو ملحوظ رکھ کر بجٹ میں ترمیم کرلیتی ہیں اسی طرح رب العالمین اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر اپنے بجٹ میں ترمیم فرمالیتے ہیں۔ اسی لیے تو رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

(وعن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان الله تعالىٰ ينزل فيها. بغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الا من مستغفر فاغفر له الا مسترزق فارزقه الا مبتلى فاعافيه الا كذا حتىٰ يطلع الفجر) (الترغیب: ص ۳۶۰، ج ۲ و تفسیر روح المعانی: ص ۱۰۲، ج)

ترجمہ: اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات میں عبادت کرو (اور اس کے بعد) والے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر جلوۂ خاص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اسے عافیت دوں۔ کیا کوئی ایسا ویسا ہے اور یہ آوازیں صبح تک آتی رہتی ہیں۔

درخواست کا مضمون

دعاؤں کے علاوہ شعبان کی پندرہویں رات کو عبادت اور اگلے دن روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم اپنی حکومتوں کے سامنے جب کوئی درخواست پیش کرتے ہیں تو الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی ساخت اور مضمون میں عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہیں تو پھر

جب ہم اپنی درخواست بجٹ میں ترمیم کرانے کی، کائنات کی سب سے بڑی حکومت کے سربراہ اور مالکِ حقیقی اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کررہے ہیں تولازم آتا ہے کہ عجز وانکساری ونیازمندی کے ساتھ اسکے سامنے جھک جائیں، گڑ اگڑ کراور اپنی کمتری اور اسکی برتری کے اظہارواعتراف کیساتھ درخواست گزار ہوں۔ ہمارایہ گڑگڑانا ہماری یہ عاجزی رات بھرکی عبادت میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ اوراحادیث سے یہ ثابت ہے کہ بندہ جب اپنے خداکے حضور پورے عجز وانکساری کیساتھ دست بہ دعاء ہوتاہے تو رحمتِ ایزدی جوش میں آجاتی ہےاوردعاء مستجاب ہوجاتی ہے۔

اب بھی وقت ہے کہ جوکچھ ہوچکااس کی تلافی کرلواور جووقت آنے والاہےاس میں رحمتوں اورسعادتوں کواپنے دامن میں سمیٹ لو، شعبان المعظم کی جتنی مسعود، اقبال مندراتیں تم اپنی غفلت سے چھوڑ چکے ہوان بابرکت راتوں میں آگ کاکھیل یادیگر رسومات کرچکے ہوان کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ آؤخدا کی بارگاہ میں آؤ،اس رات ہی میں خدائے رحیم کے دربارمیں آکرکوئی مغموم نہیں رہتا، احساسِ ندامت ساتھ لاؤ۔ شکستہ دل سے ندامت کے آنسوبکھیردو، تم جلدہی دیکھ لوگے کہ خداتم سے خوش ہوگیاہے اس کی رحمت آگے بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپالے گی۔ اب صرف ضرورت ہے خداکی طرف دل لگانے کی،تم اگرایک قدم آگے خداکے راستہ میں چلوگےتورحمتِ خداوندی دس قدم آگے بڑھے گی۔

لہٰذااس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے لیے اللہ سے دعامانگتے ہیں وہیں تمام اعزاء واقارب، دوست احباب، اولیاءاللہ اورعامۃ المسلمین کے لیےبھی مغفرت کی دعاء کریں اورنئی ارواح کے لیے یعنی اولاد کے لیے بھی دعاء کریں، اوراگرممکن ہوتو قبرستان جاکرزیارتِ قبوروایصالِ ثواب کی سنت اداکریں اور پندرہویں تاریخ کاروزہ رکھیں۔ اوراگریہ کچھ ممکن نہ ہوسکے توکم ازکم اپنے آپ کواوراپنے اہل وعیال کوان گناہوں اور خرافات سے بچانے کی توکوشش کی جائے جواس مقدس رات میں ثواب سمجھ کرکیے جاتے ہیں۔ ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَاراً﴾ (التحریم پارہ ۲۸)۔اے ایمان والو! بچاؤاپنی جان کواوراپنے گھر والوں کواس آگ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند: ص ۷۴۳)

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شبِ قدر کی پوشیدگی کی حکمت

شبِ برأت کوظاہر کرنے اور شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ شبِ قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے اور بخشش عطا ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے چھپا کر رکھا ہے تا کہ لوگ اس رات پر ہی تکیہ و بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

شبِ برأت ظاہر کرنے کی حکمت

شبِ برأت (شعبان کی پندرہویں شب) کواسلئے ظاہر فرمایا کہ یہ رات قضاء اور حکم، قہر اور رضاء قبولیت اور رد، قرب اور بعد، سعادت اور شقاوت، کرامت اور پرہیز گاری کی رات ہے، اس رات میں کوئی نیک بخت بنادیا جاتا ہے اور کوئی مردود قرار پاتا ہے، ایک کو نیک کاموں کی جزادے کر کامران کردیا جاتا ہے اور دوسرے کو بُرے کاموں کے بدلہ میں خوار کردیا جاتا ہے،، ایک کو بزرگی دی جاتی ہے، دوسرے کواس سے محروم کردیا جاتا ہے، ایک کواجر دیا جاتا ہے، دوسرے کودھتکارا جاتا ہے، پس بہت سے لوگ تو بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے کفن تیار ہورہے ہوتے ہیں بعض کی قبریں کھودی جارہی ہوتی ہیں۔ مگر وہ دنیا میں خوشی میں لگے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ غروراور ہنسی وکھیل میں مصروف ہوتے ہیں، حالانکہ وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں

بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک جلد ہی فنا ہوکر خاک میں مل جانے والے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں مگر ان کے لیے عذاب نازل کیا جاتا ہے، بہت سے لوگ خوش خبری کی توقع لگائے ہوتے ہیں حالانکہ انھیں نقصان پہنچتا ہے، بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ نصیب ہوتی ہے،، بہت سے لوگ وصل (ملاقات) کی امید کررہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لیے جدائی مقرر ہوتی ہے، بہت سے لوگ بادشاہت حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ ان کے نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۶۳)

شبِ بیداری کی چودہ راتیں

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال کی ان چودہ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنی چاہیے:۔
(۱) محرم کی پہلی رات (۲) عاشورہ کی رات (۳) رجب کی پہلی رات (۴) رجب کی درمیانی رات (۵) رجب کی ستائیسویں رات (۶) شعبان کی درمیانی رات (۷) عرفہ کی رات (۸) عید الفطر کی رات (۹) عید الاضحیٰ کی رات (۱۰) ماہِ رمضان کی پہلی رات (۱۱ تا ۱۴) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں یعنی اکیسویں تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اُنتیسویں رات۔

اسی طرح اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ ان سترہ دنوں میں عبادت کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے:۔ عرفہ کا دن، عاشورہ (دس محرم) کا دن، شعبان کا درمیانی دن، جمعہ کا دن، دونوں عیدوں کے دن، ذی الحجہ کے دس معلومہ دن، تشریق کے دن (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔ ان سب دنوں میں جمعہ اور رمضان کے سارے مہینہ کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

نوٹ:۔ رجب کی پہلی رات میں جاگے (عبادت کرے) اور دن میں روزہ رکھے، دونوں عیدوں کی راتوں کو قیام کرے یعنی جاگ کو عبادت کرے، مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی درمیانی رات میں جاگے اور دن میں روزہ رکھے اور عاشورہ کی رات میں جاگے اور دن میں (دس محرم کو) روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۴۱)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ رجب کا مہینہ برائیاں ترک کرنے کے لیے اور شعبان کا مہینہ عبادت کرنے کے لیے ہے، نیز رمضان المبارک کی کرامتوں کا منظر دیکھنے کے لیے ہے، پس جو شخص آفات (برائیوں) کو نہیں چھوڑتا اور بندگی و اِطاعت اختیار نہیں کرتا، کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا، وہ بے ہودہ کام کرنے والوں میں سے ہے۔

نیز آپؒ ہی کا ارشاد ہے کہ رجب کا مہینہ کھیتی بونے کے لیے ہے، شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے، رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے اور چونکہ کاٹنے والا وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے بوئی ہو، اس لیے آدمی جو کچھ کرتا ہے اُسی کا اجر دیا جاتا ہے، جو شخص

اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے وہ کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اٹھاتا ہے، اس کا انجام برا ہوتا ہے۔
(غنیۃ الطالبین: ص ۳۳۹)

ہر رات لیلۃ القدر ہے

بلکہ اگر لیلۃ القدر کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو ہر رات لیلۃ القدر اور قابلِ قدر ہے، کیونکہ ہر روز نعمت ہے اور ہر رات دولت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور دنیا ہمارا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا آسمانِ اول دنیا کی چھت ہے اور گھر کی چھت گھر کا جز ہی کہلاتی ہے تو گویا حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہم کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ شہنشاہ ہر روز ہمارے گھر (آسمانِ دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں۔

ایک اور لطفِ کرم دیکھئے کہ اگر ہم کسی دوست کے دروازے پر جائیں خصوصاً مریدین کے دروازہ پر اور وہ گھر والے ہم سے بات نہ کریں تو یقیناً ان سے بیزار ہو جائیں گے، اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر تو ضرور شکایۃ کہیں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں، اور گھر والے سوتے ہونگے تو کہیں گے کہ ایسا بھی کیا کہ ہمارے آنے کا کچھ بھی خیال نہ کیا (غرضیکہ جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی شکایت نامہ زیادہ) اور اگر خط کے ذریعے سے اطلاع کر دی گئی ہو کہ آدھی رات میں حاضر ہونگے تو اس صورت میں ان مریدوں کو سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی

اور اب حق سبحانہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھیے کہ باوجود اس کے کہ ان کے حقوق (اللہ کے) واقعی ہیں، مگر اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لا کر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے کیا ٹھکانا ہے اس رحم کا۔

(خلاصہ مطلب مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی دوست یا مرید کے مکان پر جائیں اور وہ نہ بولے تو ہم کتنے برہم و غصہ ہونگے، اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر (آسمان دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور ہم اس وقت پڑے سوتے رہتے ہیں مگر وہ

ہماری اس حالت کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتے)

اس عنایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم سب کچھ کرتے ، اس لیے کہ آقا کبھی کچھ نہ کہتا ہو تو اس کے سامنے پگھل جانا چاہئے ، گویا ہر شب شبِ قدر اس معنی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہماری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں ۔ (التبلیغ :ص ۳۰ ، جلد ۱۸ از حضرت تھانویؒ) ۔

شبِ برأت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

بعض علماء کے نزدیک اس شب کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قبرستان جانا اور وہاں ارواحِ مسلمین کیلئے دعاء مغفرت کرنا اور کچھ کلام اللہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا مسنون ہے ۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ (پندرھویں شعبان کو) میری باری تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف لائے اور کپڑے اُتارے اور ابھی پوری طرح اُتارے بھی نہ تھے کہ پھر پہن لیے ، مجھ پر وہی سخت رشک سوار ہوا (جو عورتوں کو ہوا کرتا ہے) میں نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور میری کسی سوتن (دوسری بیوی) کے پاس جائیں گے ، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے نکل کھڑی ہوئی ، تلاش کرتے کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد (مقبرہ مسلمین) میں ملے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین اور مؤمنات اور شہداء کیلئے استغفار فرمارہے تھے ۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا ، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کس کام میں ہیں اور میں کس خیال میں ہوں ، پھر وہاں سے (اُلٹے پاؤں) واپس ہوکر اپنے حجرہ میں چلی آئی ، اومیرا سانس پھول رہا تھا ۔ اتنے میں حضور پرنو صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اے عائشہ ! تم اتنا ہانپ کیوں رہی ہو؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا مجھے رشک نے گھیر لیا اور مجھے خیال یہ ہوا کہ آپ اس وقت میری کسی سوتن کے یہاں جائینگے ، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع غرقد میں پایا جہاں آپ استغفار وغیرہ فرمارہے تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے عائشہؓ کیا تم کو یہ خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر ظلم کریں گے ۔ میرے پاس تو اس وقت جبرائیلؑ آئے اور بتایا کہ آج کی رات شعبان کی پندرھویں رات ہے ، اس رات کو حق تعالیٰ بنوکلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کے برابر (اس قبیلہ میں سب سے زیادہ

بکریاں تھیں) مخلوق کو جہنم سے آزاد کرینگے۔ البتہ مشرک اور کینہ وراور قطع رحمی کرنے والے اور ٹخنہ سے نیچے لنگی (وغیرہ) پہننے والے، نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے پر حق تعالیٰ نظرِ عنایت نہ فرمائیں گے۔

اسکے بعد آپ ﷺ نے کپڑے اُتارے اور فرمایا اے عائشہ! کیا تم آج رات عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو (کیونکہ اجازت طلب کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ رات بھر عبادت کرنے کا معمول نہ تھا، بلکہ کچھ وقت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی دل جوئی اور دل جمعی وغیرہ کے لیے بھی مخصوص تھا جو اس رات نہ ہوسکا۔) میں نے عرض کیا ہاں ہاں میرے والدین آپ ﷺ پر قربان، چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوگئے (اور نماز شروع فرمادی) پھر ایک لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں (خدانخواستہ) آپ ﷺ کی روح تو قبض نہیں ہوگئی، میں کھڑی ہوکر ٹٹولنے لگی اور اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے تلوؤں پر رکھا، آپ ﷺ میں یک گونہ حرکت ہوئی جس سے میں مسرور ومطمئن ہوگئی (زندہ ہونیکا یقین ہوا) آپ ﷺ سجدہ میں یہ پڑھ رہے تھے:۔

(اعوذبعفوک من عقابک واعوذبرضاک من سخطک واعوذبک منک جل وجھک لااحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک)

ترجمہ:۔ میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے (یعنی تیرے عذاب وعقاب وقہر سے) تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، تیری ذات بزرگ وبرتر ہے، میں تیرے لائق تیری تعریف نہیں کرسکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا تونے خود اپنے نفس کی تعریف فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان کلماتِ دعائیہ کا حضور اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ انہیں سیکھ لو اور پھر دوسروں کو بھی سکھادو، مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہین اور فرمایا کہ میں انھیں سجدہ میں باربار پڑھا کروں (رواہ البیہقی)

اس تفصیل سے آپ حضرات کو اس مبارک رات کا دستور العمل معلوم ہوا۔ نیز آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہمیں اس رات میں کیا کرنا چاہئے، کس طرح عبادت کرنی چاہئے

اور کس طرح مقبرہ میں جانا اور وہاں جا کر کیا کیا کرنا، اس کے بعد گھر آ کر بھی عبادت میں مشغول رہنا، دعاء کرنا اور اس کا طریقہ، اس کے مسنون الفاظ آپ کو سب کچھ معلوم ہو گئے ہو نگے۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۱۳)

اُم المومنین عائشہؓ کی فراست

حضرت عائشہؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ "یارسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) خدا اور خدا کے رسول نے میرے ساتھ ظلم کا معاملہ نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے تو خیال ہو گیا تھا کہ یا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے اجتہاد سے میرے پاس سے اٹھ کر کسی دوسری کے یہاں چلے گئے ہیں۔

علامہ ابنِ حجرؒ حضرت عائشہؓ کے اس جواب کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "خداونخواستہ اگر حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے جواب میں **نعم** (جی ہاں) فرما دیتیں تو معاملہ اتنا نازک تھا کہ حضرت عائشہؓ کا یہ جواب کفر شمار ہوتا مگر حضرت عائشہؓ اپنی فراست اور ذہانت سے صورتِ حال سمجھ گئیں اس لیے جواب انہوں نے اس پیرایہ سے دیا کہ اپنی پریشانی و حیرانی کا عذر بیان کیا، پھر آنحضرت ﷺ نے پاس سے اٹھ کر عذر بیان کیا کہ شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ جل شانہٗ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیا والوں پر اس کی رحمتِ کاملہ کا فیضان اس بے کراں طور پر ہوتا ہے کہ قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے ریوڑ کے جتنے بال ہیں ان سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، لہٰذا یہ وقت چونکہ برکاتِ ربانی اور تجلیات رحمانی کے اترنے کا تھا اسلئے میں نے چاہا کہ ایسے بابرکت اور مقدس وقت میں اپنی امت کے لوگوں کی بخشش کی دعاء کروں چنانچہ میں جنت البقیع (قبرستان) میں پہنچ کر اپنے پروردگار کی مناجات کرنے اور اس سے دعاء مانگنے میں مشغول ہو گیا۔ (مظاہر حق جدید: ص ۱۹۵، ج ۱)

خدائی نظام کی توہین

مگر خدا سمجھے بداعمالی اور کور باطنی کو جن دنوں میں ضرورت عبادت کی تھی ان ہی

دنوں میں ہم نے بیش ازبیش گناہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے، ہمارے دوستوں نے اسے تو خوب یاد کرلیا کہ شب برأت میں جاگنا چاہیے، مگر اس بات کو بھول گئے کہ کیوں اور کس طرح جاگنا چاہیے، وہ جاگتے ضرور ہیں مگر خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کیلئے نہیں، اپنا نامۂ اعمالِ گناہوں سے دھونے کیلئے نہیں بلکہ خدا کا قہر وغضب حاصل کرنے کیلئے، اپنے گناہوں میں اضافہ کرنے کیلئے، خدا کی رحمتوں سے اعراض اور وگردانی کرنے کیلئے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے کیلئے اور رہی سہی نیکیوں کو بھی مٹانے کے لیے؟ (**الاماشاء الله**)۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو! اور کان کھول کر سن لو! کہ خدا تعالیٰ جہاں رحیم وغفار ہے وہیں جبار وقہار بھی ہے، یہ طرزِ عمل اس کی رحمتوں کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ اور جیسا افضل الاوقات میں اعمالِ صالحہ کا اجر بڑھتا ہے، اسی طرح برائیوں (اعمال سیئہ) کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

سوچو تو سہی اگر کوئی معمولی بادشاہ اپنی فوج کو حکم دے اور اعلان کردے کے آج فلاں میدان میں تمام فوج جمع ہو کر پریڈ کریں، اپنے کمال کے جوہر دکھائیں، شاہ کی جانب سے آج انعامات وکرامات کی بارش کی جائے گی، فوجیوں نے سنا اور تیار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، پریڈ کرنے کے لیے نہیں، سپاہیانہ کمالات، شجاعانہ جذبات، فوجیانہ جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی چھوڑنے کے لیے، تو کیا بادشاہ کو اس حرکت سے غصہ نہ آئے گا، کیا وہ اس فوج پر انعامات واکرامات کے بجائے لعنت وملامت کی بارش نہ کریگا؟ کرے گا، ضرور کریگا۔

اب غور فرمائیے کہ ہم نے جو طرزِ عمل شب برأت میں اختیا کیا ہے اس پر اگر خدا کا قہر وغضب ہمیں ہر طرف سے نہ گھیرے تو اور کیا کرے، کیا ہماری طرف سے صحیح معنی میں اس کی رحمتوں کا استہزاء اور مذاق نہیں اڑایا جارہا ہے، پھر مسلمان اپنی نکبت، اپنی مصیبت اپنی آفت پر کیوں آنسو بہاتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے اب تک کیا ویسا ہی بھرا، تم نے خدا کو چھوڑ دیا، تم خدا کو بھول گئے اور خدا کی عبادت کے بجائے شیطان کی پرستش کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔ خدا نے بھی تمہیں چھوڑ دیا، اپنے اعمال درست کرو، اپنی سرکشیوں سے باز آؤ۔ اپنی حماقتوں

سے توبہ کرو، اور آئندہ اسی خدائے یکتا کے پرستار بن جاؤ جس کے تم آج سے چودہ سو سال پہلے پرستار تھے، تم خدا کے ہو جاؤ، خدا بھی تمہارا ہو جائیگا، اور خدا ہی نہیں بلکہ خدا کی تمام کائنات تمہاری ہو جائیگی۔ (فضائل الایام والشہور: ص ۱۱۵)

رات کے کس حصہ میں جاگیں؟

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں جاگنا افضل ہے؟ اس کا فیصلہ قرآن شریف سے بھی ہوتا ہے اور حدیث شریف سے بھی، کیونکہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر شب میں جاگنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ (المزمل پارہ ۲۹)۔

(البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے (مؤثر ہے نفس کے کچلنے میں) اور سیدھی نکلتی ہے بات)۔

اور ﴿نَاشِئَةَ اللَّيْلِ﴾ سونے کے بعد متحقق ہوتا ہے کیونکہ اسکے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا زیادہ اثر ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا، اور آخر سورت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

یہ تو قرآن شریف سے معلوم ہوا، حدیث شریف سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ آخر شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث آئی ہیں اور قواعد عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے (نیند) کو چھوڑنا مشکل ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہو تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اسلئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر حصہ رات کا افضل ہے، لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو تو وہ اول ہی حصہ (رات) میں کچھ کر لے، کیونکہ اور راتوں میں خدا کا نزول آخر شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزول الٰہی ہو جاتا ہے، اسلئے جن لوگوں کو آخر رات میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کر لیں، جسکا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ عشاء تک ہی عبادت میں مشغول رہیں۔ (التبلیغ: ص ۲۶ ج ۸)

شیطانی دھوکہ

یہ نفس کا ایک کید (چال، دھوکہ) ہے کہ آدمی جہاں ثواب کا قصد کرتا ہے اس کو وہ حیلہ سے روکنا چاہتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر (شب برأت و شب قدر میں) وسوسہ ڈالتا ہے کہ آخر شب میں زیادہ فضیلت ملے گی اسلئے آخر میں ہی جاگنا چاہئے، اول شب میں جاگنے سے کیا فائدہ؟، یہ دیکھئے گا اول شب سے تو یوں محروم رہے (کہ دل نے بہانہ حیلہ کیا) اور جب آخر شب ہوئی تو اٹھا نہ گیا، دونوں طرف سے محرومی ہوئی، پوری کے پیچھے لگ کر ادھوری بھی گئی۔

اور خفی کیدِ نفس کا (نفس کی ہلکی سی چال) بعض کے لیے اس صورت میں یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں نفس کو مزا آتا ہے، اس لیے بعض آدمی یہ چاہتے ہیں کہ اخیر شب میں ہی جاگیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اس امتیاز میں لذت ہو (دکھاوا ہو) یہ غرور ہے اور غرور وتکبر ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ ص ۲۷، ج ۸)

مبارک رات میں گناہ کرنا

اس مبارک رات میں فضیلت ہے اور جسمیں فضیلت ہوگی اسمیں معصیت (گناہ) بہ نسبت دوسرے اوقات کے بہت بڑی ہوگی جیسے مکان کا حکم ہے اسی طرح زمان کا حکم ہے مثلاً ایک تو گناہ معمولی جگہ پر کرنا اور ایک مسجد میں گناہ کرنا زیادہ بُرا ہے (پھر مساجد کے اندر بھی مسجدِ نبوی، مسجد حرام وغیرہ کہ جہاں پر ایک نماز کا ثواب اور جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے) اس جگہ گناہ اتنا ہی شدید عذاب کا موجب بنے گا، اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات مثلاً رمضان شریف میں گناہ کرنا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ برا ہے اور یہ راتیں بھی متبرک ہیں تو اسمیں گناہ کی سزا اور اوقات سے شدید ہوگی۔
(التبلیغ: ج ۸، ص ۷۵)

اس رات کے گناہ

جو گناہ اس رات میں کیے جاتے ہیں دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو برنگِ عبادت

نہیں ہیں اسکا برا ہونا تو بالکل ظاہر ہی ہے جیسے آتشبازی چھوڑی جاتی ہے جسکی وہ ہی مثل ہے گھر پھونک تماشہ دیکھا، اسمیں کبھی ہاتھ جل جاتے ہیں مال اور جان دونوں کا نقصان ہوتا ہے پس علاوہ معصیت و گناہ ہونے کے اسمیں دنیا کا بھی تو نقصان ہے۔

دوسری قسم جو کہ معصیت برنگِ عبادت ہے وہ کیا ہے بدعت، چنانچہ اسی رات میں ایک بدعت یہ بھی عوام جاری ہے، اگرچہ ہمارے یہاں نہیں ہے مگر بعض بوڑھیاں اب بھی جاری کیے ہوئے ہیں، جیسے حلوہ، اور چونکہ بدعت میں مزہ بہت ہے اس لیے تاویلیں کر کے حلوہ جائز کرنا چاہتے ہیں۔

ایک تاویل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا مبارک دانت جب شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل ہے کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی نہ کہ شعبان میں۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۳۲)

اور منع کرنے سے بھی نہیں مانتے، غرض چونکہ اسکے اندر معصیت ہے اور مزہ ہے اور چونکہ بدعت بھی ایک معصیت ہے، اس شب بابرکت میں ان معاصی (گناہوں) کا ارتکاب اور زیادہ برا ہے۔ (التبلیغ: ص۶۷، ج۸)

الفیہ نماز کی حقیقت

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ پندرہویں شب شعبان میں خاص نوافل (نمازِ الفیہ پڑھی جاتی ہے یعنی سو رکعتیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دس دس بار سورۂ ﴿قل ھو اللہ احد﴾ کی قرأت ہو، یہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ کسی صحابیؓ اور تابعیؒ کا کوئی مضبوط ارشاد منقول ہے) پڑھنی چاہئیں، یہ کوئی قید نہیں، جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بغیر قید کے ہی رکھو۔ حدیث شریف میں (مبارک راتوں میں) نوافل کی کوئی قید نہیں آئی ہے بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو، اس میں نوافل بھی آ گئے اور وہ

بھی کسی خاص ہیئت و کیفیت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لئے اس کی خاص حالت کے پیش نظر اس کے لیے تجویز کیا ہوگا، اور اس کے حق میں بھی مصلحت ہوگی، اب اس کو عام کر لینا، یہ بدعت ہے، باقی بزرگوں کو برا نہ کہے۔ غرض حدیث شریف میں کوئی عمل وارد نہیں، چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ اللہ کرو، یا نوافل پڑھو، خواہ وعظ کہو سنو۔ چنانچہ (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، کانپور میں اس شب کے اندر ہم وعظ کہلواتے تھے کیونکہ وعظ کے شغل میں جاگنا ذرا آسان ہوتا ہے، اگرچہ بعض اس میں بھی سو جاتے ہیں۔ (التبلیغ: ص ۴۱، ج ۸)

خوب سمجھ لو کہ اس رات میں کوئی عبادت خاص منقول نہیں، خواہ وعظ سنو، خواہ نوافل پڑھو، خواہ تلاوت کلام اللہ کرو، اختیار ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ: (صوموا نهارها) تو یہ امر بھی استحبابی ہے یعنی روزہ پندرہویں کا مستحب ہے فرض و واجب نہیں۔ غرض (قوموا ليلها) سے اس رات کی فضیلت معلوم ہوگی، اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں (هل من داع فاستجيب له هل من مستغفر له) یعنی ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ ہم قبول کرلیں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت ہو جائے؟ صبح تک اسی کیفیت سے اعلان ہوتا رہتا ہے۔

(التبلیغ: ص ۸۴، ج ۸، الترغیب: ص ۱۰۴، ج ۲)

بخشش کی رات میں بھی محرومی

(وعن ابی موسى الاشعریؓ عن رسول اللہ ﷺ قال ان الله تعالیٰ ليطلع فی ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه الا لمشرک او مشاحن)

(رواه ابن ماجة وروا ه احمد عن عبدالله بن عمرو بن العاصؓ)

ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ سرتاج دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ جل شانہٗ نصف شعبان کی رات کو یعنی شب برأت میں دنیا والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرمایا ہے“ اور یہ بھی

الفاظ ہیں کہ کینہ رکھنے والے اور ناحق کسی کی زندگی ختم کردینے والے کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس شب میں اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے)۔

تشریح:۔حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بابرکت اور مقدس رات میں اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ دنیاوالوں پر متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دریائے رحمت اتنے جوش میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کو بھی معاف کردیتا ہے اور اپنی بندگی وعبادات اور اطاعت کے معاملہ میں اتنی مہلت دیتا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی توبہ قبول کی جائیگی اور اگر توبہ نہ کریں اور اپنی بداعتقادی اور بدعملی سے باز نہ آئیں تو انھیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

کینہ توز (کپٹ رکھنے والے) سے مراد وہ شخص ہے جو شرعی جہت سے نہیں بلکہ نفس امارہ کی فریب کاریوں میں مبتلا ہوکر خواہ مخواہ دوسروں کیلئے اپنے سینہ میں بغض وحسد کی آگ جلائے رکھتا ہے، ایسا بدباطن شخص بھی اس بابرکت رات میں پروردگار کی عام بخشش سے کوئی حصہ نہیں پاتا، شبِ برائت میں جو بدبخت رحمتِ الٰہی کے سایہ میں نہیں ہوتے یا اس طور کہ ان کی بخشش نہیں ہوتی، ان کی تفصیل مختلف روایتوں میں مذکور ہے یہاں تو کفر کرنے والے، کینہ توز اور ناحق کسی کی جان لینے والے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں اتنا اور منقول ہے کہ ناتا کاٹنے والے (یعنی رشتہ داری اور بھائی بندی کو منقطع کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔اسی طرح بعض روایتوں میں ازار لٹکانے والوں یعنی ٹخنوں سے نیچے پاجامہ، لنگی لٹکانے والوں، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں، ہمیشہ شراب پینے والوں اور بعض روایتوں میں زنا کرنے والوں اور ظلم کے ساتھ محصول لینے والوں، جادو کرنے والوں، کاہن غیب کی باتیں بتانے والوں اور باجا بجانے والوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ وہ بدبخت لوگ ہیں جو اس مقدس رات میں بھی پروردگارِ عالم کی رحمت سے محروم ہیں۔ (مظاہر حق جدید:ص ۲۰۲، ج ۲)

محرومین کی فہرست

روایات میں پندرہویں شبِ شعبان کی فضیلت واضح طور پر ہورہی ہے کہ یہ شب اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت مبارک اور قیمتی ہے۔ اللہ رب العزت اپنے بندوں کی

عام مغفرت فرماتے ہیں اور خاص توجہ فرماتے ہیں، مگر یہ توجہ انھیں حضرات پر ہوتی ہے جو کہ خود بھی اس کی طرف انابت (رجوع اور متوجہ ہوں) کریں اور طالبِ مغفرت ہوں، اپنی اپنی حاجاتِ اُخروی اور دنیوی کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کریں اور ان کو پورا کرئیں۔

مگر چند نوع گناہوں کی اس قدر شدید ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھوڑ دیں اور ان سے مکمل توبہ نہ کریں اس وقت تک اس شخص کی مغفرت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (۱) مشرک (۲) کینہ رکھنے والا (۳) والدین کا نافرمان (۴) زنا کرنے والا (۵) شراب نوشی کرنے والا (۶) کاہن (۷) قطع رحمی کرنے والا (۸) کپڑا یعنی تہبند و پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

یہاں ہر ایک کی الگ الگ کچھ تشریح پیش کی جاتی ہے:۔

مشرک

خدا کی ذات وصفات میں غیر خدا کی شریک کرنے والا اور اس کے ساتھ معبود کی طرح معاملہ کرنے والا، اس کی پرستش کرنے والا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (پارہ نمبر ۵، سورہ النساء)۔

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخش دیتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

دوسری آیت: ﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾

اور جب کہ کہا لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے سے، جب اس کو سمجھانے لگا، اے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ (اللہ کے ساتھ) بے شک شریک بنانا بڑا ظلم ہے (سورۂ لقمان، پارہ ۲۱)

شریک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک جرم عظیم اور بغاوت ہے اور یہ جرم نا قابل معافی ہے۔ اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں جو کہ سبب دائمی ہلاکت اور بربادی کا ہے۔ اللہ رب العزت جو کہ خالق و مالکِ ارض وسماء یعنی زمین و آسمان کا مالک ہے اور اس کی

ذات تن تنہا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہے۔﴿ قل ھو اللہ احد ﴾الخ۔ خداوندِ قدوس جوکہ رحیم وکریم ذات ہے مگر غیرتِ خداوندِ عالم اس کی معافی کو گوارہ نہیں فرماتی جس طرح خدا کی ذات میں شرک جرم عظیم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ میں بھی شرکت گناہِ عظیم ہے۔ (حقیقتِ شبِ برأت: ص۱۹)

کینہ کیا ہے؟

آپس میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے کینہ رکھے تو یہ بالکل حرام اور خدا کی رحمت سے محروم کرادینے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْن﴾ (پارہ نمبر۹، سورہ الاعراف)

''اختیار کرو معاف کردینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ جاہلوں سے''۔

غلطی کا امکان لازمی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو معاف کردینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے، اسی وجہ ارشاد فرمایا معافی اختیار کرو، اور جہلاء اگر کوئی بات نامناسب کہیں تو ان سے اعراض کرلو اس طرف دھیان مت کرو۔

حدیث شریف میں ہے: (قال قال رسول اللہ ﷺ لاتباغضوا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں بُغض نہ رکھو۔

کینہ :۔ جس کو عربی میں حقد کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب کسی آدمی کو غصہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اسکے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل میں ایک قسم کی گرانی ہوجاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں، بس اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کا قصور معاف کرکے اس سے میل جول وتعلقات شروع کرے گو بتکلیف سہی، چندروز میں کینہ دل سے نکل جائیگا (تعلیم الدین از مولانا تھانویؒ: ص۵۸)

حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر پیرو جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے جوکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ بالکل شریک

نہیں ٹھہراتا (خالص مؤمن ہے) مگروہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ اسکے اور اسکے مسلمان بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ (مشکوٰۃ: ص ۴۲۷)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو تمام انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ہر مؤمن کی مغفرت کر دی جاتی ہے، مگر جن مسلمانوں کے درمیان میں کینہ ہو (ان کی مغفرت نہیں ہوتی) ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ یہ حضرات اس کو ترک کر دیں اور آپس میں ملاقات کرلیں۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۴۲۸)

(ان روایات میں کینہ جیسی بری عادت کی مذمت اور خرابی بیان کی گئی ہے جو دنیا اور آخرت ہر اعتبار سے مہلک اور نقصان دہ ہے، آپسی تعلقات خداوندِ قدوس کو محبوب ہیں، اگر آپس میں رنجش ہو جائے تو زائد وقت تک اس کو باقی نہ رکھا جائے، بلکہ بہت جلد ہی اس کو دور کیا جائے اور اس کی بہترین صورت ابتداءً سلام کرنا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن رات سے زائد ترکِ تعلق کر دے کہ وہ اس سے منہ موڑ کر چلے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

قطع رحمی کیا ہے؟

جو عزیز واقارب (رشتہ داروں) کے حقوق ہم پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنا، تعلقات کو ختم کرنا، اس کو قطع رحمی کہتے ہیں۔ احادیث میں اس کی نہایت مذمت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کو نہایت مذموم فرمایا گیا ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ (دو گناہ) اس قدر سخت ہیں کہ ان کے کرنے والے کو بہت جلدی دنیا میں (بھی) عذاب (سزا) فرماتے ہیں (اور آخرت میں) اس کے علاوہ ہوگا۔ بغاوت (ظلم) قعع رحمی (تعلقات ختم کرنا)۔ (مشکوٰۃ شریف)

بہت سی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن سے نکالا گیا ہے جو اس کو ملائے گا رحمٰن اسکو ملائے گا، اور جو اس کو قطع (توڑنا) کرے گا رحمٰن اسکو قطع کریگا۔ (فضائل صدقات: ص ۲۱۹، ج اول)

فقیہ ابو اللیثؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ یہ شخص پاس بیٹھنے والوں کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اس لیے ہر ایمان والے کو چاہئے کہ بہت جلد اس مہلک مرض سے توبہ کر لے، اگر اس میں مبتلا ہے تو عملاً ختم کر دے اور صلہ رحمی پر یعنی تعلقات قائم کرنے پر کاربند ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں، اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایک دعاء کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے گا کس قدر اظہارِ ناراضگی ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد قرآن و احادیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے، دعاء کی قبولیت میں قطع رحمی سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔

اجتماعاً اگر دعاء کرنا ہے تو اس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ یہ مجمع اس گناہ سے پاک وصاف ہو تاکہ رحمت خداوندی دعاء کرنے والوں پر متوجہ ہو، اور جبکہ دوسرے قطع رحمی کرنے والے کی وجہ سے محروم رہ سکتے ہیں تو پھر یہ خود کس قدر محروم ہوگا۔ نیز جب کہ اس کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوتی، تاوقتیکہ اس بدترین فعل سے بچ نہ جائے۔

(حقیقتِ شبِ برأت: ص۲۴)

آپس میں دشمنی رکھنے والا، نفسانیت کی وجہ سے انسان اکثر حق و ناحق کے فرق سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرے کا جو حق اپنے ذمہ آتا ہے اسے نظر انداز کر دیتا ہے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی بات پر دو بھائیوں کو آپس میں کچھ ناچاقی ہو جائے تو ایماندارانہ طریقے پر ہر شخص اپنی حالت پر غور کرے اور جو غلطی پر ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کر کے اسے دور کرے اور خود آگے بڑھ کر صلح کر لے، اور ایمانی تقاضے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو پہلے بڑھ کر صلح صفائی کی پیش کش کر دے چاہے غلطی دوسرے ہی کی ہو۔

خدا نے انسان کو جو جسم و جان دیئے ہیں، یہ امانت ہے، انسان ان کی مدد سے نیکی کی راہ میں جدوجہد تو کر سکتا ہے ان کو ضائع نہیں کر سکتا، اور جو شخص یہ بددیانتی اور خیانت

کرتا ہے خدا کی نظر میں وہ بڑا باغی اور مجرم ہے اس رات کی خاص رحمت و مغفرت سے محروم رہے گا اور دوسری بہت سی سزاؤں کا بھی مستحق ہوگا۔ (الترغیب: ص ۳۶۰، ج ۳)

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی (وغیرہ) پہننا یا بہت لمبی آستین بنانا یا بہت لمبا شملہ (صافہ میں جو پیچھے کمر کی جانب چھوڑا جاتا ہے) چھوڑنا، حدیث شریف بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”نظر رحمت نہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف جو اپنی ازار (پاجامہ لنگی وغیرہ) کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکائے“۔

(۲) دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو ازار ٹخنوں سے نیچا ہو وہ دوزخ میں ہے، (روایت کیا اس کو بخاریؒ نے)۔

(۳) تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اس کا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی اور عمامہ میں بھی جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہ کریں گے قیامت کے دن۔ (روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابنِ ماجہ نے)۔

اور اس کی تائید کرنے والی ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ ”جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے روز نظرِ رحمت نہ فرمائیں گے، روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے۔ اس میں مطلقاً کپڑے کو فرمایا، جس میں تمام کپڑے آ گئے، جس میں ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آ گئی ہے اور دوسرے لباسوں اور کپڑوں کے متعلق علماء محققین نے فرمایا کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھانا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا، یہ سب اسبالِ ممنوع ہے۔

بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے جو براہِ تکبر ہو، ہم تو تکبر نہیں کرتے، اس لیے ہمارے لیے جائز ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر نہیں کرتے، اچھا پھر ایسا

کیوں کرتے ہو، وضع مسنون کیوں اختیار نہیں کرتے ہو، اس کے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے، اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو، اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضروری ہے کہ قید احترازی ہو، ممکن ہے کہ قید واقعی ہو، چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں، اس لیے آپ ﷺ نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جس میں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے، اس میں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں، مطلقاً ارشاد ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوا ہے خواہ تکبر ہو یا نہ ہو، ہر حال میں ممنوع ہے، ہاں تکبر میں ایک گناہ کا اور مل کر معصیت شدید ہو جائیگی، یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہیگی، مگر رہے گی تو سہی، بچاؤ اور جواز کی تو صورت نہ نکلی، اگر کوئی کہے کہ اس مطلق کو بھی ہم اسی پر محمول کرلیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں۔

بعض لوگ تقویٰ جتلانے کو نماز میں (پانجامہ پینٹ وغیرہ کو) اوپر کو کرلیتے ہیں حالانکہ نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے بعض لوگ تو لمبے بناتے ہیں مگر بٹن ٹخنوں سے اونچے لگالیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پڑی رہتی ہیں۔ یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑے کا برباد کرنا ہے، خواہ ٹخنے ڈھکنے رہیں یا کھلے رہیں اس کیا بچاؤ ہوا، اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسے کپڑے سینا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے، صاف انکار کر دینا چاہیے، کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔

(اصلاح الرسوم: ص ۲۸)

کتے کا شرعی حکم

منجملہ رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو" (بخاری و مسلم)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر

بنانے والے کو ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بجز تین غرض کے کتا پالے۔ (۱) مویشی کی حفاظت (۲) شکار (۳) گھر یا کھیت کی حفاظت ۔ اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط (حدیث میں قیراط کی مقدار احد پہاڑ کے برابر آئی ہے) کم ہوتا رہے گا روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، بلا ضرورت کتا پالنا، سب کا حرام ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہو گئے، تصویر مکان کا جز اور کتا اہل وعیال (گھر والوں) میں داخل سمجھا جاتا ہے، ذرا بھی دل کو انقباض (رکاوٹ) اور روک ٹوک نہیں، بے دھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عقلوں پر اس قدر سستی کا غلبہ ہے کہ کتے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے ممانعت کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ گویا در پردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبث (بے کار) اور لغو ہونے کے مدعی ہیں، اگر سچ مچ ان کے دلوں میں ایسا خیال ہے تو تجدید ایمان ضروری ہے۔ مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی علت ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ احکام مجازی (دنیاوی احکام) کے بہت سے قوانین و احکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون و چرا ان کو مانتے ہیں، تو حاکم حقیقی (اللہ تبارک وتعالیٰ) کے احکام میں کیوں چون و چرا کی جائے؟ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کے موافق ضرور ہے مگر عمل کی رسائی (پہنچ) تو وہاں تک ضروری نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں حس بصر سے دریافت کرنے کے قابل ہیں مگر اندھوں کو اِدراک (محسوس) نہیں ہوسکتا، یہ عقل والے کا کام ہے کہ احکام کی علت کو سمجھ لے، یہ عقل انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء کاملین اور علماء راسخین (پکے علماء رحمت اللہ علیہا) کو عطا ہوتی ہے، عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں۔ اور کوئی ڈگری، یا پاس کر لینے سے زمرۂ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

اور یہ کہ مراد اس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں یعنی جو قرآن شریف اور حدیث شریف کو بھی نہ مانتا ہو، اس کو توحید و رسالت کی تعلیم دلیل عقل سے ممکن ہے، رہ گئے فروغ، مثلاً یہ چیز حرام کیوں ہے، فلاں چیز حلال کیوں ہے، اس کا عقلی ہونا بایں معنی ضروری نہیں، بلکہ اس کو دلیل شرعی سے مان لینا چاہئے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے

کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لیے جتنی دلیلیں چاہئیں کر لی جائیں، جب حاکم ہونا تسلیم کرلیا، پھر اس کے ہر ہر حکم میں حجتیں (دلیلیں) تلاش کرنا صریح بغاوت ہے، یعنی جب اللہ کو تسلیم کرلیا ایمان لے آئے تو پھر اس کے ہر حکم کو مانا جائے، وجہ اور علت نہ تلاش کی جائے کیونکہ دنیاوی قوانین کی علت، وجہ، لم، ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے پھر بھی مانتے ہیں۔

غرض حکمِ شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے، ہاں ماننے کے بعد تحقیق حکمت کے لیے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جائے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے مکان کی حفاظت کے لیے کتا پال رکھا ہے، لیکن یاد رکھیئے گا اللہ تعالیٰ تو ارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں، اگر خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو اجازت نہیں ہوسکتی ہے، صرف کتے سے تو حفاظت وہ کرے جس کے پاس نوکر (ملازم) دربان، پہرے دار نہ ہوں، جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کیلئے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے؟ اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق ہے تو پھر کتے کیوں پالتے ہیں؟

(اصلاح الرسوم: ص ۱۳۰ از مولانا حضرت اشرف علی تھانویؒ)

تصویر کا شرعی حکم

بعض لوگ تصویر کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے، بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے، اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہو جائے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہو جانے سے حرمت اس لیے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے، جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے۔

بعض لوگ اعتراضاً کہتے ہیں کہ روپیہ رکھنے کی کیوں ضرورت ہے جب کہ اس پر بھی تصویر ہوتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت و آرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں، تو کہاں یہ، اور کہاں وہ۔

(اصلاح الرسوم: ص ۳۱)

مسئلہ: ۔جس گھر میں کتا، سُور (خنزیر)، شراب، زانی یا زانیہ یا تصویر ہو اس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۸۰)

علم نجوم

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشادِ مبارک نقل فرماتے ہیں کہ ''جس نے علم نجوم کے حصوں میں سے کچھ حصہ (جو کہ شریعت کے خلاف ہو) حاصل کیا تو (گویا) اس نے جادو کو حاصل کیا، نجومی کاہن ہے اور کاہن جادو گر ہے اور جادو گر کافر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۳۹۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ومن سحر فقد اشرک) (نسائی شریف: ص ۱۷۱، ج ۲)

جادو وغیرہ یہ تمام شرک و کفر کی ہی شاخیں ہیں جو بالکل حرام ہیں جس طرح جادو کرنا حرام ہے، ایسے ہی جادو کرانا بھی حرام ہے، اور آج کل عوام تو کیا بعض خواص بھی اس مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جہاں کسی سے کوئی دشمنی ہوئی یا اور کوئی بات ہوئی تو اس کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی دِلی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتیں بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ذرا سا کوئی خلافِ منشاء کام ہوا تو اسکی طرف دوڑتی ہیں جبکہ یہ وعیدیں سامنے ہیں، اور اس قسم کے تعویذات وغیرہ جن میں کسی مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو تکلیف ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

ان تمام چیزوں سے بچنا چاہئے اور جو اس قسم کے کام کرتے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں اور اس پر اُجرت لینا اور دینا دونوں ہی حرام ہیں۔ (حقیقتِ شبِ برأت: ص ۱۵)

شراب نوشی کا حکم

اسلام میں شراب اور ہر نشہ والی چیز کا استعمال حرام کیا گیا ہے۔ قرآن واحادیث میں اس کی حرمت مفصل طور پر بیان کی گئی ہے:

﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ﴾ الخ (پارہ نمبر ۷، رکوع ۲)

ترجمہ: بے شک شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے سب گندے کام ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف:ص ۳۸۶، ج) میں حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (کل مسکرٍ حرام) (یعنی تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے رایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "احسان جتلانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف:ص ۴۲۰)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "تین آدمیوں پر جنت حرام ہے (منجملہ ان کے) ایک شراب پینے والا بھی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف:ص ۳۱۸)

غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم

درحقیقت علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اُس کے سوا کسی کو علم غیب اپنی اصطلاحی حقیقت کے ساتھ نہیں۔ اس لئے غیب کی خبر بتلانا اور دریافت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا ہے، شریعت نے ان کو بالکل حرام فرمایا ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے کہ

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ﴾ (پارہ ۲۱ سورۂ لقمان)

احادیث میں اس پر سخت ترین وعید فرمائی گئی ہے کہ جو شخص علم غیب پوچھے اور بتلائے، حضرت حفصہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جو شخص عراف یعنی غیب کی بات بتلانے والے کے پاس آیا اور پھر اس نے اس سے کسی چیز کی بابت دریافت کیا تو اس شخص کی نماز چالیس رات تک قبول نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف:ص ۳۹۳)

والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم

انسان کی تربیت میں چونکہ والدین کا درجہ سب مخلوق سے اول ہے اس لیے ہر قسم کی نیکی اور حسن سلوک ماں باپ کیساتھ کیا جائے، خصوصاً جبکہ والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوگئے ہوں تو ایسی حالت میں ان سے نہایت نرمی، شیرینی اور خوش خلقی کی گفتگو کی جائے، زبان یا ہاتھ پاؤں سے انکی شان میں کوئی بدتہذیبی اور سختی کا مظاہرہ نہ کیا

جائے بلکہ انکے سابقہ حقوق کو یاد کر کے ان کیلئے دعاء رحمت ومغفرت کی جائے۔

والدین اپنی اولاد کو انتہائی مہربانی وشفقت سے پرورش کرتے ہیں، اس کا تقاضہ ہے کہ ان پر شفقت ومہربانی کی جائے، اور ہر طرح کی ان کی دست گیری اور امداد کی جائے اور فقط اس شفقت وخبر گیری پر اکتفادہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء رحمت بھی کی جائے۔ والدین سے نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں، ان میں سے چند نقل کی جارہی ہیں:۔

امام احمدؒ ومسلمؒ نے بروایت ابو ہریرہؓ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ذلیل ہووہ شخص جس نے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کو پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا'' (یعنی ان کی خدمت وفرمانبرداری نہ کی)

ایک صحابیؓ نے خدمت گرامی (ﷺ) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے حضور کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ صحابیؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسکی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے۔ جنت اسکے قدموں کے پاس ہے۔ پھر متفرق مجالس میں حضور ﷺ نے دوبارہ سہ بارہ یہی ارشاد فرمایا۔ (رواہ النسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''رضائے الٰہی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والدین کی ناخوشی میں ہے۔ (ترمذی، تفسیر بیان السبحان: ص ۳۹۵، ج ۲)

شعبان کے روزے کا ثبوت

(وعن علی رضی اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذاکانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا بغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا حتیٰ یطلع الفجر) (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب نصف شعبان کی رات ہو (یعنی شب برأت) تو اس رات میں نماز پڑھو اور اس کے دن میں

(پندرہویں شعبان کو) روزہ رکھو، کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس شب میں آفتاب چھپنے کے وقت سے آسمان دنیا (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے۔ (یعنی اپنی خاص رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے) اور (دنیا والوں سے) فرماتا ہے کہ آگاہ! ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخشوں؟۔ آگاہ! ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اسے رزق دوں؟ آگاہ! ہے کوئی گرفتارِ مصیبت کہ میں اسے عافیت دوں؟ آگاہ! ہے کوئی ایسا ویسا (یعنی اللہ تعالیٰ ہر تکلیف کا نام لے کر اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے مثلاً فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں عطا کردوں؟ ہے کوئی غمگین کہ میں اسے خوشی اور مسرت کے خزانے بخشوں وغیرہ وغیرہ) یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔ شبِ برأت کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدس رات ہے جب کہ پروردگار عالم اپنی رحمت کاملہ اور رحمت عامہ کیساتھ اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیا والوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور عطا کے خزانے بھرتا ہے

بشارت ہو ان نفوسِ قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدس رات میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈھتے ہیں، عبادت و بندگی کرتے ہیں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ میں قبول فرماتا ہے۔

افسوس ہے ان بدنصیبوں پر، جو اس بابرکت و باعظمت شب کی تقدیس کا استقبال لہو ولعب یعنی کھیل کود سے کرتے ہیں، آتش بازی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہو کر اپنی نیک بختی و سعادت کو بھسم کرتے ہیں، کھیل کود اور حلوے مانڈے کے چکر میں پڑ کر رحمت خداوندی سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم شب برأت کی عظمت وفضیلت کا احساس کریں، اس رات کی تقدیس کا احترام کریں اور عبادت و بندگی کا مخلصانہ نذرانہ پروردگار کی بارگاہ میں پیش کر کے اس کی رحمت عامہ سے اپنی دین ودنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کریں۔ (مظاہر حق جدید: ص ۲۰۱، ج ۲)

شبِ برأت کا روزہ رکھنے کی وجہ

(عن اسامه بن زيدرضی الله عنه قال قلت يارسول الله ﷺ لم ارک تصوم عن شهرمن الشهور ماتصوم من شعبان قال ذاک شهريغفل الناس عنه بين رجب ورمضان، وهو شهرترفع فيه الاعمال الى رب العالمين واجب ان يرفع عملی وانا صائم) (رواہ النسائی)

ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ، رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں اور اسی مہینے میں بارگاہ رب العالمین میں اعمال لے جائے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال لے جائیں تو میں روزے سے ہوں''۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا فیصلہ لکھدیا جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب میری اجل (موت) کا فیصلہ لکھا جائے تو روزے سے ہوں۔

تشریح:۔ رمضان کا مہینہ تو افضل ترین مہینہ ہے ہی، ماہ رجب بھی اشہرحرم (باعظمت چار مہینوں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے ایک ہے اور جس کی اسلام سے قبل بہت تعظیم کی جاتی تھی، اور شعبان ان دو مبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے اور خود شعبان کے بھی متعدد فضائل ہیں۔ یہاں تک کہ ترمذی اور بیہقی (حدیث کی کتابوں کے نام ہیں) میں حضرت انس ؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے روزے ہیں جو رمضان کے احترام (اور اس کی تیاری) میں رکھے جائیں۔

اسلیے حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ یہ مہینہ لوگ غفلت میں نہ گزاردیں، پھر جس طرح فرض نماز سے پہلے کی سنتیں، نماز سے انسان کے دل کو مانوس کرنے میں اور عالم روحانی سے

اسے قرب کرنے میں ایک خاص اثر رکھتی ہیں وہی نسبت شعبان کے روزوں کی فرض روزوں سے ہے۔

شعبان میں رسول اللہ ﷺ کے متواتر روزے رکھنے کی ایک خاص وجہ علاوہ شعبان کی فضلیات کے یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کا معمول ہر مہینے تین روزے رکھنے کا تھا تو کبھی وہ روزے رہ بھی جاتے تھے تو آپ ﷺ ان سب کو جمع کر کے شعبان میں پورا فرما لیتے تھے۔

اور ماہِ شعبان میں آپ ﷺ کے روزوں کے متعلق روایات مختلف ہیں، یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے سوائے رمضان کے اور کسی مہینے میں تمام مہینے کے روزے نہیں رکھے، اس لیے علماءؒ نے اس روایت میں تمام ماہ سے اکثر ایام مراد لیتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سال پورے شعبان کے روزے رکھے رہوں اور کسی سال کچھ ناغہ بھی کر دیئے ہوں۔ (الترغیب والترہیب: ص ۳۵۶، جلد۲)

عورت کیلئے نفل روزہ کا حکم

(عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لایحل لامراۃ ان تصوم وزوجھا شاھد الاباذنہ) ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے

اور ایک روایت میں ہے کہ ”علاوہ رمضان کے کوئی روزہ نہ رکھے“۔

تشریح:۔ اجازت (نفلی روزہ کیلئے) یا تو زبانی لے لی جائے اور یہی بہتر ہے اور اگر عورت کو یہ یقین ہے کہ میں روزہ رکھ لونگی تو انہیں یعنی شوہر کو ناگوار نہ ہوگا یا یہ کہ شوہر کی طرف سے پہلے سے اجازت ہے تو بغیر نئی اجازت کے بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔

(اور نفلی روزہ کی) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم کس وقت ایسا اتفاق پیش آجائے جس میں روزہ رکاوٹ ہو۔ البتہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (الترغیب والترہیب: ص ۳۸۳، ج ۲)

عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟

نیند یکسوئی سے آتی ہے کھیل تماشے میں یکسوئی نہیں ہوتی، ہر جز میں جُد اجُد الذت ہوتی ہے جس پر توجہ منتقل کی جاتی ہے۔ اس سے توجہ تقسیم ہو جاتی ہے اسلئے نیند نہیں آتی بخلاف نماز کے، جب اسکو شروع کر دیا چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے گھڑی میں چابی بھر دیتے ہیں تو خود بخود چلتی ہے، اسلئے بالکلیہ نماز میں توجہ بانٹنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی اس میں یکسوئی ہوگئی اور نیند آنے لگی اور کھیل آجاتی ہے اسی طرح وعظ کہ جہاں شروع ہوگیا اور اس طرف کان لگ گئے بس یکسوئی ہوگئی اور نیند آنے لگی اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے یکسوئی نہیں رہتی، اس لیے نیند بھی نہیں آتی مطلب یہ ہے کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (التبلیغ: ص ۱۶۵، ج ۸)

عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب

اور عبادت میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال کر لیے جائیں تاکہ توجہ منقسم رہے، کچھ نوافل پڑھ لے، تلاوت کرنے لگے، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کر دیا جائے یا سننے لگے۔ بہتر یہی ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں، اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے، تو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی، پس سستی نہ کرے اور نیند نہ آنے کی تدبیر بھی کرے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے میں قدرے کمی کرے، پھر اگر ضرورت ہو تو کالی مرچ چبائے اس سے بھی نیند بھاگتی ہے۔ اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں سب کرے، اور اگر باوجود تدبیر کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند معتبر ہے، یعنی پھر سو جائے، لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سو گئے، غلبہ نیند کی صورت میں اس طرح سمجھو، ایک صاحب کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ ''کریما بہ بخشائے بر حال ما''۔ اور نیند میں نکل رہا تھا ''اری ماں''۔ (التبلیغ: ص ۱۶۷، جلد ۸)

(مطلب یہ کہ ذرا سی اونگ سی آنے لگے اس کا اعتبار نہیں بلکہ نیند غالب ہو جائے اور نیند کی وجہ سے ذکر کرتے وقت یا پڑھتے وقت الفاظ کچھ کے کچھ نکل رہے ہوں جس کی وجہ

سے معنی بھی بدل جائیں۔ اگر یہ حالت ہوتو سو جائے، نیت پر دارومدار ہے، یہ مکلّف نہیں اورامید ہے کہ اس کو پورا ثواب ملے۔ اور شروع شب میں ہی عبادت وغیرہ کرلے کیونکہ آخر رات میں عبادت کرنا افضل انہیں کے لیے ہے جن کو اٹھنا آسان ہو یا اٹھنے کی امید ہو، محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جاگنے کا طریقہ

نیند نہ آنے کیلئے متفرق عبادتوں میں مشغول ہوں کسی سے کوئی مباح بات بھی کرلی (جائز بات، غیبت وغیرہ نہ ہو جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مُربہ، اچار و چٹنی کا بھی ذائقہ لے لیتے ہیں) اتنی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں میں ہی گزار دیں کیونکہ صرف خالی جاگنا ہی مقصود نہیں (عبادت کرنا بھی ہے) جیسے میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ محض جاگنے کیلئے افیون کھایا کرتے تھے جو خلافِ شرع حرکت تھی۔ تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، جاگنا تو عبادت کیلئے ہو مگر تجدیدِ نشاط کیلئے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کرلی تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے حضور ﷺ حضرت عائشہؓ سے باتیں کرلیتے تھے، باتیں مقصود نہیں تھیں، بلکہ طبیعت کی تازگی کیلئے ایسا فرماتے۔ اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (التبلیغ: ص ۴۳، ج ۸

(بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ پوری رات جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر رات کے اکثر حصہ میں جاگ کر عبادت کرلی تو یہ فضیلت حاصل ہو جائیگی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل کام ہے، انسان ڈیوٹی یعنی ملازمت، کاروبار اور دنیاوی دھندوں میں کئی کئی رات مسلسل جاگتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ مجھے اتنی رات جاگتے ہوئے ہوگئی ہیں۔ ذرا دیکھئے گا گذشتہ مبارک شب میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ ان کے لیے آخری مبارک شب تھی، ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ ہم میں سے کس کس کا بلاوا آجائے اور اس نعمت سے محروم ہونا پڑے۔ ہر عقلمند انسان جانتا ہے کہ آئندہ ہر ضرورت کا انتظام اس کے پیش آنے سے پیشتر ہی کیا جاتا ہے۔ سردی کے گرم کپڑے سردی شروع ہونے سے پہلے ہی تیار کیے

جاتے ہیں، شادی وغیرہ کا انتظام پہلے ہی سے کیا جاتا ہے، تو کیا موت کی تیاری موت کے بعد ہوگی؟ اگر ایسا نہیں تو بتائیے کہ اس وقت جبکہ آپ یہ مضمون پڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ کون سی تاریخ اور کونسا دن آپ کا پانا یقینی ہے؟ زندگی کے یہ صبح وشام ہی عمل کرنے کا موقع اور وقت ہیں ہر دن موت کو کھینچ کر ہمارے پاس لیے چلا آرہا ہے۔ بس اب ہماری کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ خود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ہم جیسا چاہیں فیصلہ کرلیں، کیونکہ خدا کا دیا ہوا وقت موجود ہے، یہ دنیا دار العمل بھی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

شریعت کا مقصود

اگر تکان ایسا ہو جائے کہ نیند سے بے قابو ہو جائے تو جاگے نہیں بلکہ سو جائے کیونکہ ارشاد ہے:

(فلیر قد) (پس وہ سو جائے)۔ ایسی حالت میں سونے میں ہی فضیلت ہے۔

بہرحال عبدیت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کردے جیسا کہ حکم ہو ویسا ہی کرے، غرض اتباعِ نفس کے لیے کچھ نہ ہو محبوب کا جو حکم ہو وہ کرو، یہی دراصل عبدیت ہے اور باقی کوئی شئے بالذات مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (التبلیغ: ص ۴۴)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال:۔ نصف شعبان وعیدین اور رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ وغیرہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر وتلاوت وغیرہ کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ان مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:۔

(۱) مسجد میں آکر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوتِ قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، یہ بدعت ہے اس لیے کہ نوافل کے لیے

مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں اسکی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

(۳) خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی بھی ہے نفلی عبادت کے لیے ہیئتِ اجتماعیہ پیدا کرلی جو شرعاً ممنوع ہے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے بچے روتے ہیں جس کی وجہ سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا۔ یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کرلی تو خشوع وخضوع بھی حاصل ہے، اگر خلافِ سنت لاکھ آہ و بکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں، شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کیئے اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھے اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرۂ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہؓ سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لیتیں۔ اور جب حضور ﷺ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہؓ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں

رات اندھیری، چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کرسکے، اور مسجدِ نبوی ﷺ اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ہے، جس کا فضل ظاہر ہے اس کے باوجود محسنِ اعظم ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آجاتی ہے، اور اگر مسجد میں ہیئت اجتماعیہ کی شکل میں ذکر ونوافل میں لگ جائیں، اور کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہوجاتی ہے اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہوجاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ بھی نہ کرپاتے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ تکثیرِ عبادت یا اس کی کمیت مقصود ہی نہیں بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دارومدار ہے۔ اگر تھوڑی دیر عبادت کرلی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اُکتا جائے تو آرام کرلے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۳۷۳، جلد اول)

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے

باوجودیکہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے لیکن نفل نمازوں کو گھروں میں پڑھنا مسجدِ نبوی ﷺ میں نفل نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گھروں میں پڑھی گئی نماز ریاء اور نمائش کے جذبہ سے بالکل پاک وصاف ہوتی ہے۔ (مظاہر حق جدید: ص ۱۹۶، ج ۲)۔

مسئلہ: ۔نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف (گہن) واستسقاء (بارش کے لیے) اگر چار مقتدی ہوں تو حنیفہؒ کے نزدیک تحریمی ہے خواہ جمع ہوں یا بطلب آویں، اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۹۹)

مسئلہ: ۔اور اگر مقتدی جماعتِ نوافل میں چار تک ہوجائیں تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

(طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ص ۲۱۱ وشامی: ص ۵۲۴، ج اول)

مسئلہ: ۔اگر امام صاحب (جو نمازِ نوافل کی جماعت کررہے ہیں) کی صراحۃً یا کنایۃً یا ارشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہوگئے تو کراہت کے وہ شریک ہونے والے ذمہ دار ہیں، لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہونگے۔ شامی میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی ایک

دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں (فتاویٰ رحیمیہ :ص ۳۲۵، ج ۴۔ بحوالہ شامی :ص ۶۶۴، ج ۱)

مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا

شب برأت (شعبان کی پندرھویں شب) اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو مزین کرنا یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد چراغ جلانا (زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا) جائز نہیں، اور بہت سے مفاسد اور بدعت پر مشتمل ہے

اول یہ کہ ساری خرابیوں سے قطع نظر کرلی جائے اور ان مصالح کو بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے جو زیادہ چراغ جلانے میں پیش کیے جاتے ہیں بلکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ مساجد کی ایسی تزئین (یعنی سجاوٹ) فی نفسہ مستحب و اولیٰ بھی ہو تب بھی خاص راتوں شب قدر و شب برأت وغیرہ میں اس کا اہتمام کرنا بدعت ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عہد میمون سے لے کر تمام قرون مشہود لہا بالخیر (یعنی وہ زمانہ جس میں نیکی کرنے کی تڑپ تھی) اور پھر تمام ائمہ علماء دین وصلحاء کے زمانہ خیر میں اس کی کوئی نظیر ملتی، اگر یہ کوئی ثواب کی چیز تھی تو نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ عملاً وقولاً اس کی دعوت دیتے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے زیادہ اس کے اہل تھے کہ اس کو قبول کرتے۔

اور ضرورتیں زیادہ چراغ جلانے میں اس وقت بتلائی جاتی ہیں کہ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں تو جمع قرآن شریف کی کتاب کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ عام ہوگئی تھی، جب ان حضرات نے اس ضرورت کو ضرورت نہ سمجھا بلکہ نفس اجتماع مساجد ہی سے احتراز کیا تو اب کسی کو یہ حق نہیں چلتا کہ اس بدعت کا سنت بنائے یا کار خیر اور باعث ثواب ہونا ثابت کرے۔ ورنہ بقول امام مالکؒ گویا اس کا دعویٰ کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ نے زمانہ رسالت میں خیانت کی اور جو چیزیں ثواب کی تھیں وہ امت کو نہ پہنچائیں۔ نیز یہ دعویٰ لازم آئے گا کہ ہم اس طریقہ سے اچھا طریقہ رکھتے ہیں جو صحابہ کرامؓ وتابعینؒ اور سلف صالحینؒ کا تھا۔

الغرض اگر اس طرح زیادہ چراغ جلانا فی نفسہ بالکل جائز بلکہ مستحب بھی ہوتا جب

بھی خاص راتوں کی اپنی طرف سے تخصیص کرنا اوران میں زیادہ زینت چراغاں کرنا بدعت وگمراہی ہوتا اوراس کا چھوڑنا ضروری ہوجاتا، جیسا کہ سلفِ صالحینؒ کے اعمال واقوال اس پر شاہد ہیں۔

کتاب الاعتصام جلد ثانی میں علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے ایک تعدادِ کثیر آثارِ سلف کی اس پر پیش کی ہے کہ اگر کسی حکم میں پہلے سے سنت مستحب ہونیکا بھی یقین ہولیکن اس پر عمل کرنے سے لوگوں کے غلواور تعدی عن الحدود (حد سے زیادہ تجاوز) کا خطرہ ہوتو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

ابتداء شوال کے چھ روزے (شش عید کے) جن کی فضیلت حدیث میں منقول ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کا التزام مکروہ ہے، وجہ یہ ہے کہ اس کے التزام واہتمام سے (عوام الناس کو) جزوِ رمضان ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے۔

(الاعتصام: ص ۱۷۰)۔

دوسرے یہ کہ شب برأت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کے اندر اجتماع کا اہتمام والتزام، یہ خود ایک مستقل بدعت ہے جس کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اجتماع کوئی پسندیدہ چیز ہے بلکہ مسنون اور مستحب صرف وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس مبارک رات میں بیدار رہ کر اپنی اپنی نوافل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں، اس طرح زیادہ روشنی کرنا علاوہ بدعت وضلالت ہونے کے اور بھی بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے مثلاً (۱) فضول خرچی مال کا ضائع کرنا، اور جو ضرورت سوال میں بیان کی گئی ہے کہ لوگ جمع ہوکر قرآن مجید پڑھتے ہیں وہ خود ایک مستقل بدعت ہے کہ اس کو کیسے اسلامی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے اور بجلی کی روشنی کا بھی یہی حکم ہے کہ ضرورت سے زیادہ پاور کی بتی (لائٹ) استعمال کرنا یا زیادہ ضرورت سے بتیاں جلانا اضاعتِ مال اور اسراف میں داخل ہے۔

(۲) اس کثرت سے قنادیل روشن کرنا اور چراغاں کرنا ہندوؤں (غیر مسلموں) کی دیوالی کے مشابہ ہے اس لیے بھی ممنوع ہونا چاہئے، اور مسجد میں چراغ جلانے کی جو فضیلت

آئی ہے وہ صرف چراغ جلانے کے متعلق ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

نیز جو ''سیرتِ حلبیہ'' وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے زیادہ قندیلیں تراویح کے لیے روشن کرادی تھیں اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے جیسا کہ تم نے ہماری مساجد کو روشن کیا''۔ یہ غلط ہے، واقعہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی مراد ظاہری قندیلوں کا اضافہ کرنا نہیں تھا، بلکہ نورِ قرآن سے مساجد کو روشن کرنا مراد تھا۔ اس غلط روایت پر ایک بدعت کی بنیاد رکھنا سراسر بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

(حضرت علیؓ کی مراد یہ تھی کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اپنے زمانہ میں نمازِ تراویح کا باقاعدہ انتظام واہتمام فرما کر مساجد کو قرآن شریف و تراویح سے روشن ومنور کردیا تھا اسی طرف آپؓ کا اشارہ تھا کہ ''اللہ تعالیٰ فاروقِ اعظمؓ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا، رفعت قاسمی غفرلہٗ)

تنبیہ:۔ اس بیان میں سوالات کے ہر ہر نمبر کا جواب مفصل آگیا ہے غور کرلینا چاہئے، خلاصہ یہ کہ شب برأت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا ایک بدعت ہے اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا دوسری بدعت۔ اور لوگوں کا اہتمام والتزام کرکے جمع ہونا تیسری بدعت۔

البتہ اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ مسجد میں چلے جائیں اور بغیر تداعی کے جمع ہوجائیں (یعنی بغیر بلائے) تو اس حد تک مضائقہ نہیں، جہاں تک اس اجتماع کے سنت سمجھے جانے کا خطرہ نہ ہو۔ ان بدعات کے علاوہ چراغاں کرنے میں اسراف بھی ہے اور تشبہ بالہنود (غیر مسلموں سے مشابہت) بھی۔ اس لیے اتنے مفاسد کے ہوتے ہوئے کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا کہ ان منکرات کو حسنات عبادات سمجھ کر مساجد میں کیا جائے اور بالخصوص اس مبارک رات میں۔ کیونکہ مبارک مکانات اور مبارک اوقات میں جس طرح عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح بدعت ومعصیت کا گناہ بھی زیادہ ہونا چاہئے، جیسا کہ علامہ محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں حرمین کے اندر زیادتی گناہ کی تصریح فرمائی ہے اور تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی نیک کام اور نفلی عبادت جب بدعت کے ساتھ مل جائے

تو اس کا بالکل چھوڑ دینا، کرنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ شامی کے حوالہ سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم واحکم) (امداد المفتیین: ص ۲۱۱، جلد ثانی)

آتش بازی کی تاریخ

اچھی طرح سمجھ لو کہ آتشبازی اور چراغاں کرنے کی رسم جو آج ہندوستان میں رائج ہے، یہ اسلامی شعار نہیں بلکہ ہندوانہ شعار ہے۔ یہ ہندوؤں کے ایک مشہور تہوار دیوالی کی نقل ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ خلط ملط میل جول کے ساتھ جہاں بہت سی باتیں انہوں نے ہم سے سیکھیں وہیں ہم نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھ لیا، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہم سے ہماری اچھی باتیں سیکھیں اور ہم نے ان سے ان کی بری باتیں۔ آتش بازی خاص ہندوانہ رسم ہے جو اسلام میں داخل ہوگئی۔ اس قول کی سب سے بڑی دلیل، سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ اس رسم کا وجود آج تک بھی ممالکِ اسلامیہ میں سے کسی ملک میں نہیں، دنیا کے کسی بھی خطہ میں جہاں دو چار مسلمان بھی آباد ہیں۔ ہاں اگر ہے تو فقط برصغیر میں یا سرزمین فارس میں، جو کسی وقت آتش پرستوں کا مرکز رہ چکا ہے۔ (فضائل الایام والشھور: ص ۱۱۴)۔

شب برأت میں چراغاں اور آتش بازی ولہو ولعب کے لیے جمع ہوتے ہیں یعنی کرتے ہیں، یہ سب نہایت قبیح بدعت ہے کہ اسکی اصل نہ کسی معتبر کتاب میں ہے نہ غیر معتبر کتاب میں کوئی ضعیف (کمزور) یا موضوع حدیث بھی اس بارہ میں مروی نہیں ہے اور بلادِ ہند کے سوا نہ حرمین شریفین میں اس کا رواج ہے، نہ دوسرے ممالک کے کسی شہر میں۔ اسکو ہندوؤں کی دیوالی سے لیا ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے ہند کی کافرہ عورتوں سے شادیاں کیں اور باندیاں بنایا، یہ رسم ان کی مسلمانوں میں رائج اور شائع ہوگئی۔

(الجواہر الزواہر: ص ۲۵۳)

برامکہ ایک قوم آتش پرست گذری ہے جو کہ مسلمان ہوگئی تھی، مگر آتش پرستی کے اثرات پھر بھی ان کی زندگی میں نمایاں تھے، اس وجہ سے اس موقع پر وہ لوگ خاص طور پر روشنی کا اہتمام کافی حد تک کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید عباسی اور اس کے بیٹے مامون الرشید عباسی کے دورِ خلافت میں برامکہ کو عروج حاصل تھا۔ اس قوم برامکہ میں یحیٰ برمکی،

محمد خالد برمکی، جعفر برمکی کو خاص عہدے خلفائے بنوعباس نے عطا کیے تھے جس کہ وجہ سے ان کوشب (شب برأت) میں اسکے منکرات کا اہل اسلام میں رواج دینے کا موقع ملا جسمیں وہ کافی حدتک کامیاب ہوئے۔

چنانچہ علمائے اسلام نے برابراس منکر کی روک تھام کی اسکوخلافِ شرع قرار دیا مسلمانوں کالاکھوں روپیہ ہرسال بے محل ہی نہیں بلکہ ایک ناجائزاورحرام کام میں صرف ہوتا ہے۔(حقیقتِ شب برأت: ص ٤٦)

آتش بازی کا حکم

منجملہ ان رسومات کے آتش بازی ہے، اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں:۔

(١) مال کا ضائع کرنا، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

(٢) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس کوخطرہ میں ڈالنا، کافی واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں آتش بازی کرنے والوں کا ہاتھ اڑگیا، منہ جل گیا کسی کے چھپر (گھروغیرہ) میں آگ لگ گئی، جس کی حرمت (حرام ہونا) قرآن شریف میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (پارہ سیقول سورہ بقرہ)۔یعنی ”مت ڈالواپنی جانوں کو ہلاکت میں“۔

اسی لیے حدیث شریف میں بلاضرورت آگ سے تلبس (خلط ملط) قرب سے ممانعت آئی ہے، چنانچہ کھلی آگ اور جلتا ہوا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے۔

(٣) بعض آتش بازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلاتِ علم سے ہے اور آلاتِ علم کی (جو چیز علم کے لیے استعمال ہو) بے ادبی خود امر قبیح (برا کام) ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ ہی لکھا ہو (کیونکہ آتش بازی بنانے والے اکثر جاہل اور غیر مسلم بھی ہوتے ہیں) قرآن یا حدیث لکھے ہوں۔

چنانچہ مجھ سے (حضرت تھانویؒ) ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں۔

(٤) بچوں کو ابتداء ہی سے تعلیم معصیت (گناہ) کی ہوتی ہے، جن کے واسطے حکم ہے

کہ انکو علم وعمل سکھاؤ۔ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برأت میں یہ خرافات کرنا، جو کہ نہایت متبرک شب ہے۔ یہ بات مقرر ہے کہ متبرک اوقات میں جس طرح طاعت (عبادت) کرنے سے اجر بڑھتا ہے، اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص ۱۹)

یأجوج ومأجوج کی مشابہت

بعض آلات آتش بازی کے اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل اور اُڑن انار وغیرہ اول تو یہ بعضوں کے سر پر آ کر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے، علاوہ اس کے آتش بازی میں یأجوج کی مشابہت ہے، جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے، اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔

بعض حضرات (اس کے جواز کے لیے) فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں ایام حج میں توپیں چھوڑی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ آتش بازی درست ہے ورنہ وہاں ایسا کیوں ہوتا؟۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تو عوام لشکریوں کا فعل، شرع میں حجت نہیں، البتہ عالمِ محقق دین دار کا فتویٰ جو مطابق قواعدِ شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ توپیں چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتویٰ۔ دوسرے اسمیں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں، اظہار شوکتِ اسلام و تعظیم شعائر حج واعلان ارکان وغیرہ۔ اور آتش بازی میں کون سی شوکت ہے؟

البتہ اگر کسی مقام پر ضروری امر کے اعلان کی اصطلاح ٹھہرالی جائے تو بقدرِ ضرورت جائز ہوگی جیسے وقتِ افطار وسحر کے اعلان کے لیے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اس کی ضرورت سے زائد ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہوگا۔

(اصلاح لرسوم: ص ۲۰)



آتش بازی کے نقصانات

لوگوں نے اس شب میں برکات کو چھوڑ کر بے ہودہ حرکات اختیار کر رکھی ہیں چنانچہ آتش بازی ایسی بری حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے نام بھی ایسا تجویز کیا گیا کہ جس میں آتش بھی ہے اور بازی بھی ہے، نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی چیز ہے اور لہو ولعب ہے۔ ذرا دیکھئے تو آگ سے تلبس (کھیلنا) کوئی اچھی بات ہے؟

حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا گیا کہ سوتے وقت چراغ کو گل کر دو (بجھا دو) جو عادۃً دور ہی رکھا جاتا ہے مگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ خطرہ سے خالی نہیں (آگ لگ سکتی ہے) اور اس کے متعلق واقعات ہو بھی گئے ہیں، پھر آگ سے اپنے کو قریب کرنے کی ممانعت کیوں نہ ہوگی، واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے۔ آتش بازی کی بدولت ہر سال بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہو گیا۔ اور اگر فرض کرلو کہ کچھ بھی نہ ہو تو مال کا نقصان اور ضائع کرنا تو ہے۔

اور زیادہ تعجب تو ان بڑے بوڑھوں بے عقلوں پر ہے جن کے دلوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے۔ اگر بچے ضد ہی کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابلِ قبول نہیں، دیکھو! اگر تمہاری! بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولہ باری کرنے لگے تا کیا تم اس کو نہیں روکو گے؟ اگر نہ مانے گا تو جبراً روکو گے اسی طرح یہاں کیوں نہیں کرتے؟ بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں (یا اور کوئی مضر چیز) تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر نقصان دہ بتایا ہے، کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں (نعوذ باللہ) حالانکہ یہ مال و دولت تمہارا کہاں ہے، سب خدا ہی کی ملکیت ہے، تم محض خزانچی ہو، تمہارے ہاتھ میں تو تحویل ہے، تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہیں ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے

خزانوں کا مالک ہے۔

ہم کو یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں، خدا کا مال ہے اس کی بابت قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، لہٰذا بچوں کو آتش بازی (برے یا غلط کے کاموں) کے لیے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، تو تم دینے والے کون ہے؟ ہرگز مت دو، اور ضد کرنے پر سزا دو، اور کھیل تماشہ اور غلط جگہ میں بھی ان کو مت کھڑا ہونے دو۔

(التبلیغ: ص۴۸، جلد۸)

شبِ برأت میں قبرستان جانے کا ثبوت

اس شب مبارک میں ایک عمل یہ مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ قبرستان (بقیع) میں تشریف لے گئے اور ان اصحاب قبور کے لیے دعاء فرمائی جس سے اس عمل کا مسنون ہونا معلوم ہوا، اور حضرات علماء کرام نے اس کو مسنون فرمایا اور جو اس سے زائد امور داخل کیے گئے وہ تمام بدعات و مکروہات ہیں، مثلاً اجتماعاً قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کسی قسم کا اہتمام مثلاً روشنی کا اہتمام کرنا جس سے تمام قبرستان کو روشن کیا جائے، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا بلکہ صرف کسی بھی قبرستان میں جا کر بلا کسی قسم کے اہتمام وفضولیات کے انفرادی طور پر جا کر دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کر کے جلد واپس آجائے اور دوسری عبادات میں مشغول ہو جائے، بس اس قدر کام سنت کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے مطابق سنت عمل، پھر کیوں بلاوجہ زائد امور کو شامل کر کے خلاف سنت رواج دیا جائے۔

(حقیقت شب برأت: ص۵۲)

کیا عورت زیارتِ قبور کر سکتی ہے؟

قبروں کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اگرچہ عورت زیارت کرے، اس حدیث کو وجہ سے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب سن لو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو"۔

شارحؒ نے کہا ہے کہ عورتوں کو زیارت قبور کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔ تفصیل یہ کی ہے کہ اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں گے کہ غم تازہ ہو اور قبروں پر رونا پیٹنا کریں تو اس صورت میں زیارت قبور ہرگز جائز نہیں۔ اور جس حدیث شریف میں زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اس سے اسی طرح کی عورتیں مراد ہیں اور اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ عبرت حاصل کریں اور صلحاء کی قبروں پر بطور تبرک جائیں اور عورتیں بوڑھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر جوان ہوں تو ان کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے، البتہ مردوں کے واسطے زیارت قبر مستحب ہے۔

(درمختار: ص ۸۷۰، ج ۱)

مسئلہ:۔ عورتوں کیلئے (خواہ جوان ہوں) صرف نبی ﷺ کے روضہ مطرہ کی زیارت تو جائز ہے لیکن اسکے علاوہ دوسری قبروں پر جانا درست نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید: ص ۴۷۶، جلد ۲)

عورتوں کے قبرستان جانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبرستان جا کر کلمات ناشائستہ کہتی ہیں، تو زیارت قبر سے جوان کو بہتری ہوئی وہ بدی سے کمتر ہے۔ علاوہ ازیں اثنائے راہ میں پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیروں پر ظاہر کرنا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونوں بڑے گناہ ہیں اور زیارت صرف مسنون ہے تو ادائے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا؟ ہاں اگر عورت پرانے کپڑے پہن کر یعنی بغیر زیب و زینت کے جائے کہ کوئی مرد اس کی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پر جا کر صرف دعاء مغفرت وایصال ثواب کرے اور کوئی بات (غیر شرعی) نہ کرے تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(احیاء العلوم: ص ۷۹۱، ج ۴)

مسئلہ:۔ بعض فقہاء نے عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ رونا پیٹنا نہ ہو، لیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۳۲، ج ۵)

کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟

سوال: میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟

جواب:۔ خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان

میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز پر ہیں، خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے، اجسامِ ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے، عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۶۰، ج ۵)

مسئلہ:۔ روح مکان پر نہیں آتی، اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۳۹، ج ۵)

مسئلہ:۔ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں کہ جمعرات کو روح اپنے اقرباء کے گھر آتی ہے اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتی ہے، یہ کچھ تحقیقی بات نہیں ہے۔ (یعنی ایسا نہیں ہوتا ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۴۶۹، ج ۵)

مسئلہ:۔ اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں، جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۱۸۲، ج ۱)

مسئلہ:۔ ارواح مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، یہ روایات واہیہ (غلط) ہیں۔ اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۹)

قبرستان جانے کے آداب واحکام

آنحضرت ﷺ نے ابتداء اسلام میں قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ زمانۂ جاہلیت قریب تھا، اس لیے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ قبروں پر جاکر کفر وشرک کی باتیں نہ کرنے لگیں، جب آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اسلام نے دلوں میں رسوخ حاصل کرلیا ہے تو آپ ﷺ نے زیارتِ قبور کی اجازت مرحمت فرمادی، لہٰذا تمام علماء کے نزدیک قبروں کی زیارت مستحب ہے کیونکہ قبروں پر جانے سے دل میں نرمی آتی ہے، موت یاد آتی ہے اور دل ودماغ اس عقیدہ پر پختہ ہوتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس عالم کے علاوہ ایک عالم ہے جہاں جانا ہے اور وہاں جاکر اس عالم کے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے، اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، پھر سب سے بہتر فائدہ یہ بھی ہے کہ قبروں پر جانے سے مردوں کے لیے رحمت ومغفرت کی دعاء کا موقع ملتا ہے جو سنت ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ جنت

البقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور ہاں کے مردوں پر سلام پیش فرماتے، نیز ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔

قبروں پر جانے کے کچھ آداب واحکام ہیں جو شریعت نے بتائے ہیں مثلاً:۔

(۱) جب کوئی شخص دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کی خاطر قبر پر جائے تو وہاں صاحب قبر کے منہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ منہ تو قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو

(۲) قبر پر پہنچ کر صاحب قبر کو سلام پیش کرے۔

(۳) قبر کو ہاتھ (تعظیماً) نہ لگائے۔

(۴) قبر کو چومے نہیں۔

(۵) قبر کے سامنے تعظیماً نہ جھکے اور نہ قبر کو سجدہ کرے۔

(۶) قبر کی مٹی منہ پر نہ ملے، کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

ان احکام وآداب کے علاوہ ایسی چیزیں اختیار کرنا جن کا شریعت میں کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ انتہائی گمراہی اور ضلالت کی بات ہے۔

قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت مکروہ نہیں ہے، اور دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے، نیز منقول ہے کہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز میت کو زیادہ ادراک دیا جاتا ہے اور جمعہ کے روز اپنی قبر پر آنے والوں کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ پہنچانتا ہے (مظاہر حق جدید: ص ۴۷۶، ج ۲

حضرت عقبہ بن عامرؓ کا ارشاد منقول ہے کہ:۔

''اگر میں آگ پر چلوں یا تلوار کی تیز دھار پر اپنا پیر رکھ دوں جس کے نتیجے میں پیر (جل) کٹ جائے تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس چیز کے کہ میں کسی شخص کی قبر پر چلوں، اور میرے نزدیک قبروں پر پیشاب کرنے اور بھرے بازار میں لوگوں کی نظروں کے سامنے پیشاب کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے'' (مظاہر حق جدید: ص ۴۸۲، ج ۲)

قبرستان میں جانے کا مسنون طریقہ

(عن ابن عباسؓ قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال

السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لناو لکم انتم سلفناو نحن بالاثر)
(ترمذی شریف)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گذرے تو آپ ﷺ قبروں کی طرف روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا: (السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لناو لکم انتم سلفناو نحن بالاثر)(اے قبر والو! تمہاری خدمت میں سلام پیش ہے، اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم میں سے پہلے پہنچے ہوئے ہو، اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

تشریح:۔ حدیث شریف کے الفاظ ''آپ ﷺ قبروں کی طرف اپنا روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے''۔ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی مسلمان اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعائے مغفرت وغیرہ کے لیے قبر کے پاس کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے۔ چنانچہ علماء و مجتہدینؒ کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

مرزا مظہرؒ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے، لہٰذا جس طرح کس شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کی منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے سامنے رکھا جائے، پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ وآداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں اُٹھنے بیٹھنے کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات وفضائل کی بناء پر عظیم المرتبت ورفیع القدر تھا، ادب واحترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو بس اب بھی اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے۔ اور اگر اس کی زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا تو جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے''۔

جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۂ فاتحہ الحمد شریف اور سورۂ قل ھُوَ

اللّٰــہ اَحَد (کم از کم) تین مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا کر اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف: ص ۴۸۰، ج ۲)

کیا مُردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں؟

اس بات پر سب اَسلاف کا اتفاق ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے کے سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہاں سے اُٹھ کر نہ جائے۔

(کتاب الروح: ص ۳۷ بحوالہ ابن ابی الدنیا در کتاب القبور)

(اس قسم کی بہت سی احادیث آئی ہیں اور اس پر آج کل کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے کہ قبر میں سے کیسے دیکھ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو عالم بالا کا معاملہ ہے جب کہ اس عالم میں ایسے ایسے آلات موجود ہیں کہ زمین پر رکھنے سے ہزاروں فٹ کی گہرائی کی معدنیات وخزائن تیل، پٹرول، سونا، چاندی وغیرہ معلوم ہو جاتے ہیں اور ایکسرے مشین تو عام ہو چکی ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (احقر محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیو بند)

ایصالِ ثواب کے چند ضروری مسائل

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو وہاں سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) ومعوذتین ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَق﴾ اور ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد﴾ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ جو انھیں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ’’جو شخص قبرستان جائے اور وہاں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد﴾ گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے تو اسے قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر ثواب ملتا ہے‘‘۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ’’جو شخص قبرستان

جائے اور وہاں (بغرض ایصال ثواب) سورۂ یٰسین تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان کے عذاب میں کمی کرتا ہے اور اس شخص کو قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں دی جاتی ہیں (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف: ص۴۴۹، ج۲)

اگر مندرجۂ بالا سورتیں یاد نہ ہوں تو جو بھی سورتیں یاد ہوں اور جتنا بھی پڑھ سکے ثواب پہنچادے، اگر بالکل ہی جاہل ہے تو زبان سے ان کے درجات اور مغفرت کی دعاء کرے، یا صدقہ وخیرات کرکے ان کے لیے ایصال ثواب کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد خواہ کے ہے، دعاء کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے، اور جب دعاء اس کی جانب سے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مردوں کے لیے دعاء اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ (احیاء العلوم: ص۴۹۷، ج۴ محمد رفعت قاسمی غفرلہ مدرس دار العلوم دیوبند)

مسئلہ: رات کے وقت قبروں کی زیارت کرنا یعنی مردوں کے لیے کچھ (قرآن مجید کی کوئی سورت) پڑھ کر بخشنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۴۵۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص۱۵۴، ج۱)

مسئلہ: مردہ سے کہا جاتا ہے یہ ثواب فلاں کی طرف سے ہے۔ (اگر قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ سے ایصال ثواب کیا جائے) اور کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص۴۲۶، ج۵)

مسئلہ: مردوں کو ثواب صدقات وقرآن شریف کا پہنچنا اور مردوں کو زندہ لوگوں کی دعاء واستغفار سے نفع پہنچنا نصوصِ قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے، انکار اس کا جہل اور معصیت اور خرق اجماع ہے، البتہ ایصالِ ثواب کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے لہٰذا چہلم و برسی اور عرس وفاتحہ خوانی مرجہ یہ سب رسوم خلافِ شریعت ہیں اور قبروں سے استمداد (مدد چاہنا) اور منت اور طلب مراد سب ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص۴۴۷، ج۵)

مسئلہ: مشروع یہ ہے کہ زیارت قبور کے وقت سنت کے مطابق سلام کرے اور اہل قبور کے لیے دعاء مغفرت کرے، اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا

ہے اور اگر اپنے لیے کچھ دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے کہ مثلاً اس طرح سے کہ یا اللہ انکی برکت سے میری حاجت پوری فرما ان بزرگوں (اہل قبور) سے یہ نہ کہے کہ تم دعاء کرو۔ آیاتِ قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس طرح ان سے خطاب کر کے نہ کہے کہ تم دعاء کرو، بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بھی دعاء مغفرت اور بلند درجات کی دعاء کرے، اور اگر ان کے وسیلہ سے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لیے بھی دعاء کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حصن حصین میں مذکور ہے کہ صالحین کے وسیلہ سے دعاء کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعاء قبول فرمائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۴۲، ج ۵ بحوالہ حصن حصین: ص ۱۸)

مسئلہ: ۔مردہ کو ثواب پہنچانے کے وقت اگرچہ نیت کا ہونا کافی ہے لیکن اگر زبان سے کہا جائے تو اس طرح سے کہا جائے کہ یا اللہ اس عمل کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۵۱، ج ۵ بحوالہ ردالمختار: ص ۸۴۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔ایصالِ ثواب کرنے میں فلاں ابن فلاں کہنا مناسب ہے لیکن اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی کا نام لینا کافی ہے، نیت میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۲۱، ج ۵)

مسئلہ: ۔ایک وقت میں اگر چند اموات کو ثواب پہنچا دے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اول وہ ثواب ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت اسی صدقہ وکلام مجید کا ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۱۹، ج ۵ بحوالہ ردالمختار: ص ۸۴۴، ج ۱)

مسئلہ: ۔اگر قرآن شریف کا ثواب چند کو کیا، تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو پورا پورا پہنچے گا؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ ہر ایک میت کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ اور اس دوسرے قول کے موافق قیاس کے لکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۴۹، ج ۵)

(اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید یہی ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچا دے۔ اس

کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آتی، یہ تو صرف بندہ کی نیت پر دار و مدار ہے کہ اللہ سے جیسا گمان رکھے گا ایسا ہی پائے گا، انشاء اللہ، محمد رفعت قاسمی غفا اللہ عنہ)

مسئلہ: ۔قرآن شریف کا ثواب میت کو تو ملے گا ہی، باقی اس وجہ سے کہ پڑھنے والے نے ایک نیک کام کیا اس کا بدلہ دس گنا اس سے بھی زیادہ اسکو مل سکتا ہے، اخلاص شرط ہے، بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ ﴿اَلا لِلّٰہِ دِیۡنُ الۡخَالِص﴾ (پارہ ۲۳ سورۂ الزمر)

﴿مَن جَاء بِالۡحَسَنَةِ فَلَهُ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا﴾ (پارہ ۸ سورۃ الانعام)

(فتاویٰ دارالعلوم: ص ۴۴۱، ج ۵)

مسئلہ: ۔قبرستان میں قرآن شریف کا زور سے یعنی بلند آواز سے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۶)

مسئلہ: ۔ثواب پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنی ہو تو قبروں کی طرف پشت کر لینی چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل: ص ۲۶۷)

(کیونکہ عوام کو دھوکہ ہو سکتا ہے کہ اہل قبور سے مانگ رہے ہیں، صاحب قبر کے وسیلہ سے دعاء تو مانگنا جائز ہے لیکن جو مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگنا چاہئے۔

(احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)۔

شب برأت کی رسومات

منجملہ رسومات کے شب برأت کا حلوہ، اور عید کی سویّاں، عاشورہ محرم (دس محرم) کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔

شب برأت میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت البقیع (قبرستان) میں تشریف لے گئے اور مردوں کے لیے دعاء مغفرت فرمائی، اس سے آگے سب لوگوں کی ایجاد ہے، جس میں مفاسدِ کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک (یعنی دانت) جب شہید ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل من گھڑت اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ یہ واقعہ ماہِ شوال میں ہوا تھا نہ کہ ماہِ شعبان میں

(۲) بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں (شب برأت کا حلوہ جائز کرنے کیلئے) کہ حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ انکی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے اول تو تعیین تاریخ کی ضرورت نہیں دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت بھی شوال ہی میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کس نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں، ظاہر ہے یہ بات بھی بغیر نقلی دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتی، اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

(کسی بھی مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن واحادیث سے معلوم کرنا لازمی ہے تو قرآن شریف اور احادیث میں اس قسم کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ مرنے کے بعد روح اس دنیا میں آکر دیکھتی ہے۔ البتہ نہ آنے پر دلائل کافی موجود ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۲۵، ج ۱)۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

(۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برأت سے پہلے کوئی مرجائے تو جب تک کہ اس کے لیے شب برأت میں فاتحہ نہ کی جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ محض بے اصل بات ہے، خودساختہ اور بالکل لغو ہے، بلکہ یہ بھی رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجائے تو کنبہ بھر (مرحوم کے خاندان یا متعلقین) میں پہلا تہوار نہیں ہوتا، یعنی نہیں مناتے۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔

(۵) بعض لوگ شب برأت کو حلوے کی ایسی پابندی کرتے ہیں کہ بغیر اسکے سمجھتے ہیں ہوئی ہی نہیں۔ اس پابندی میں اکثر فسادِ عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فسادِ عمل بھی ہوجاتا ہے، فرائض وواجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں، ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک بات ثابت ہوتی ہے، وہ یہ نیت بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ ثواب وغیرہ مقصود نہیں رہتا ہے، خیال ہوجاتا ہے کہ اب کی مرتبہ نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اس مرتبہ خست اور ناداری نے گھیر لیا ہے، اس الزام کے دور کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا

ہے ضرور کرتا ہے، ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف اور تفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے سُودی قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ الگ گناہ ہے۔

(۶) جو لوگ اعانت و مدد کے مستحق ہیں انکو کوئی بھی نہیں دیتا یا کم درجہ کا کھانا پکا کر انکو دیا جاتا ہے، اکثر مال داروں اور برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اسمیں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے گھر بھیجا ہے، اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔ غرض کہ اس میں بھی وہی ریا (دکھلاوا) تفاخر ہو جاتا ہے۔

(۷) بعض لوگ اس تاریخ (شعبان کی پندرہویں) میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی، لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ اس کو ضروری سمجھنا بلاشک معصیت (گناہ) ہے، یہ تو کھانا پکانے میں ایجاد کرتے ہیں۔

(۸) ایک زیادتی اس رات میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ ہر چند کہ اجتماع سے رات میں جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا، یہ خود خلافِ شریعت ہے، البتہ اتفاقاً اگر کچھ لوگ جمع ہو گئے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

(۹) بعض لوگوں نے اس (شعبان کی پندرہویں تاریخ) میں برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لیپنا (کلی چونا، رنگ و روغن وغیرہ) اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا وغیرہ بدعت کر لی ہے یہ بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔

(اصلاح الرسوم: ص ۱۳۴، از حضرت تھانویؒ)

(ہندوستان میں غیر مسلم اپنے تہوار دیوالی پر نئے برتن خریدتے ہیں اور چراغاں بھی کرتے ہیں، ان کے اعتقاد کے مطابق ایسا کرنے سے ان کی دیوی خوش ہوتی ہے ان کی یہ مذہبی رسم بعض مسلمانوں نے بھی اپنالی ہے، جو کہ غلط اور حرام ہے اس کو بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ اللھم احفظنا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ:۔ اسی طرح یہ مشہور ہے کہ شب برأت کے حلوہ سے اگر پہلا روزہ افطار کیا جائے تو بہت ثواب ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ (اغلاط العوام مکمل: ص ۱۲۴)

شبِ برأت میں حلوہ پکانا و کھانا

سوال:۔ شب برأت میں عید (خوشی) منانا اور حلوہ پکانا کیسا ہے؟ اگر ثواب کی نیت کے بغیر یوں ہی پکایا جائے تو کیا اس میں بھی حرج ہے۔ نیز کہیں سے آیا ہوا حلوہ کھانے میں حرج تو نہیں؟

جواب:۔ شبِ برأت میں عید (خوشی) منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ اُمور ناجائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید وترویج ہوتی ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے، اسی بناء پر حلوہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہئے، معہٰذا یہ حرام نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۳۸۵، ج ۱)

مسئلہ:۔ کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب (شب برأت) میں خاص طور پر کوئی روایت میرے نظر نے نہیں گزری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارِد ہوتی ہے وہ غروب شمس سے طلوع فجر تک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۵۷، جلد ۱۰)

شب برأت کے اعمالِ مسنونہ

شب برأت کی خصوصیات معلوم ہوچکیں ہمیں اس مبارک رات میں کیا کرنا چاہئے اور خدا کی بے حد وحساب نعمتیں لوٹنے کے لیے کس طرح یہ رات گذارنی چاہئے۔

احادیث کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس رات میں صرف تین امور ثابت ہیں، ان تینوں کو سنت کے طور پر ادا کرنا خیر وبرکت اور ثواب کا باعث ہے:۔

(۱) پندرہویں شب میں قبرستان جائے اور کسی اہتمام والتزام کے بغیر جائے اور وہاں پہنچ کر مردوں کے لیے دعاء واستغفار کرے۔ اگر صدقہ وخیرات دے کر اس کا ثواب بخش دیا جائے تو اس سے بھی مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ مگر اس میں آج کی مروجہ رسموں کا پابند نہ ہو، اور حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

(۲) اس شب میں بیدار رہ کر خدا کی عبادت کرے، نفل نمازیں پڑھے مگر بلا جماعت اور جس قدر ہو سکے بلا تعین تعداد پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے یا سنے، رسول اللہ ﷺ

پر کثرت سے درود شریف پڑھے، اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خوب دعاء کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کرے، خصوصاً ان گناہوں سے جن کے ہوتے ہوئے آج کی خیر و برکت والی رات میں بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص طویل نماز پڑھنا چاہے وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے۔ خدا کے خوف سے روئے اور والدین اور اولاد کے حق میں دعائے خیر کرے اور تمام اہم امور سے متلعق دعاء کرے۔

(۳) شب برأت کے بعد والے دن میں یعنی شعبان کی پندرہویں تاریخ کو نفل روزہ رکھے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:۔ (قوموا لیلھا وصوموا نھارھا) یعنی پندرہویں کی رات میں شب بیداری کرو اور اس کے بعد والے دن میں یعنی پندرہویں کے دن میں روزہ رکھو، یہ تینوں باتیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، ان کا مسنون طریقہ سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (شب برأت: ص ۲۲)۔

تنبیہ:۔ بعض مقامات پر شب برأت میں شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ لوگوں کو جمع کرنے اور بلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اجتماع سے شب بیداری اگر چہ سہل ہو جاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا درست نہیں ہے۔ نیز مساجد میں اکٹھے ہو کر جاگنا جیسا آج کل رواج ہے، اکثر علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں اور شب برأت میں اور رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی (دس) راتوں میں اور ذی الحجہ کی اول دس راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا تنہا تنہا مستحب ہے۔ (الجواہر الزواہر: ص ۲۵۰)

حدیث شریف سے اس زمانہ میں صرف تین کام ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکات ہے۔

اول:۔ پندرہویں شب کو قبرستان میں جا کر اموات کیلئے دعاء و استغفار کرنا، اگر کچھ صدقہ و خیرات دے کر مردوں کو اسکا ثواب بخش دیا جائے تو وہی استغفار اس کیلئے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے، مگر اسمیں کسی بات کا پابند نہ ہو، اگر وقت پر میسر ہو تو خفیہ (خاموشی سے) کچھ دے دلا دے، باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

دوم:۔اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ تنہا ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع ہونے کے لیے اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

سوم:۔ پندرہویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے۔(اصلاح الرسوم:ص ۱۳۴)

شب برأت کی مخصوص دعائیں

(۱) (**اعوذبعفوک من عقابک واعوذبرضاک من سخطک واعوذبک منک الیک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک**)(الترغیب والترھیب:ص ۳۵۸،ج ۲)۔

(۲) (**اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی**)

(ابن ماجہ، مظاہرِ حق:ص ۶۸۵،ج ۲)

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا ''یہ دعاء خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، کیونکہ جبرائیلؑ نے یہ دعاء مجھے سکھلائی ہے''۔ اسی لیے علماءؒ لکھتے ہیں کہ یہ دعاء دنیا اور آخرت کی تمام خیر و بھلائی کے لیے جامع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے معاملہ میں عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش ہی وہ سب سے عظیم سعادت ہے جو ہر خیر و بھلائی کا نقطہ عروج ہے، چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ ''بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلب عافیت و بخشش سے افضل نہیں ہے''۔

جہاں تک ہو سکے اسی دعاء کو یاد کیا جائے اور بچوں کو بھی یاد کرائی جائے، کیونکہ آج کل بچے جھوٹی کہانیاں و قصے اور گانے وغیرہ ان ہی کے الفاظ میں یاد کر لیتے ہیں اور والدین بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔

اور اگر یہ یاد نہ ہو سکے تو اپنی زبان میں خیر و عافیت و مغفرت طلب کرے، یا یہ دعاء کرلے۔ مگر پہلے درود شریف پڑھے پھر دعاء مانگے:۔

''اے میرے اللہ! تو ہی سب پر احسان کرنے والا ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ اے بزرگی و مہربانی رکھنے والے اور اے بخشش کا انعام کرنے والے، تیرے سوا کوئی

معبود نہیں، تو گرتوں کا تھامنے والا، بے پناہوں کو پناہ دینے والا اور پریشان حالوں کا سہارا ہے۔ یااللہ تیرے سوا کس سے مانگیں، تو ہی داتا ہے، اے اللہ اگر تو نے مجھے اپنے پاس اُم الکتاب میں بھٹکا ہوا یا محروم یا کم نصیب لکھ دیا ہے تو اے اللہ اپنے فضل و کرم سے میری خواری، بدبختی، راندگی اور روزی و رزق کی کمی کو مٹادے، بے شک تیرا یہ کہنا تیری کتاب قرآن مجید میں جو آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے سچ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے بنادیتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اے اللہ تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے سب کچھ تیرے اختیار میں ہے، تیرے پاس ام الکتاب ہے، اے خدا تجلی اعظم کے صدقہ اس نصف شعبان مکرم کی رات میں، جس میں تمام چیزوں کی تقسیم و نفاذ ہوتا ہے میری بلاؤں و پریشانیوں کو دور فرما، خواہ میں ان کو جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور جن سے تو واقف ہے، بے شک تو ہی سب سے برتر اور بڑھ کر احسان کرنے والا ہے۔ اے اللہ! نیک اولاد عنایت فرما اور ہماری مغفرت فرما، اے اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما صغیرہ ہوں یا کبیرہ، یا اللہ بعض گناہ ایسے ہیں جو کہ ہم نے پوشیدہ طور پر کیے تھے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اے اللہ تو نے پردہ پوشی فرمائی تو ہی معاف فرما اور آئندہ کے لیے ہدایت فرما، دین میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو بھی معاف فرما، اے اللہ ایمان پر خاتمہ فرمایئے۔ اے اللہ ہمارے والدین اور اساتذہ اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

اے اللہ! ہمیں مانگنا نہیں آتا ہے ہم وہ سب کچھ مانگتے ہیں جو تیرے نبی حضرت محمد ﷺ نے مانگا، اور جس چیز سے پناہ مانگی ہم بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں، اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ (آمین یارب العالمین)۔

(احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند)

شب قدر کی عظمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا۔ یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اس رات میں اُتارا ہے یہ ہی ایک بات اس

رات کی فضیلت کے لیے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی برکات وفضائل شامل ہوگئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لیے ارشادِ ربانی ہے:۔ ﴿وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے، اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ ﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ﴾ اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں انسان کو دیکھا تھا تو اس سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے، اور آج جب کہ توفیق الٰہی سے تو (انسان) شب قدر میں معرفتِ الٰہی اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو فرشتے اپنے فقرہ کی معذرت کرنے کے لیے اُترتے ہیں۔ ﴿وَالرُّوحُ فِيهَا﴾ اس رات میں روح القدس یعنی جبرائیلؑ بھی نازل ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرائیلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں، اس کے لیے رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔ ﴿بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ﴾ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لیکر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں حضرت آدمؑ کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو کثرت روایات میں آیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

﴿سَلَامٌ﴾ (قف) وہ رات سراپا سلام ہے، یعنی تمام رات فرشتوں کی طرف سے

مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرشتوں کی فوج (ٹکڑی) آتی ہے دوسری جاتی ہے۔
﴿هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے، یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔

ایک سوال کا جواب

روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ شب ہے جس میں شب قدر شامل نہ ہو، اس لیے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن: ص ۷۹۴، ج ۸)

(یہ جو فرمایا گیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر کی عبادت کا ہے۔ اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ خدا ہی کو معلوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے اس کی زیادتی کا کیا ٹھکانا۔ دنیا ہی کا دستور ہے کہ بڑے لوگ تھوڑی بہت بڑائی کو کوئی بڑائی نہیں سمجھا کرتے، جس کی نظر اونچی ہوتی ہے وہ بہت اونچی چیز ہی کو اونچا مانتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے یہاں ہزار سے آگے گنتی ہی نہ تھی، جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تمام دنیا میں سوسیکڑے کی بہت ہی زیادہ اہمیت تھی۔ اور آج؟

اور قرآن شریف چونکہ انھیں کی زبان میں اور انھیں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا ان کے سامنے ہزار سے زیادہ کا کوئی عدد کیسے بولا جا سکتا تھا؟ اس لیے ان کی آخری گنتی کا لفظ بول کر آگے اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرما دیا کہ "اس سے بھی زیادہ"۔ اب اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، کروڑ بھی اس میں آ گیا اور ارب اور کھرب اور نیل وسنگھ اور مہاسنگھ سب میں آ گئے تو گویا شب قدر کی فضیلت کی زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شب قدر ہوتی ہے؟

مسئلہ: اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کی برکات حاصل ہونگی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: جس شخص نے شبِ قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کو پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے، عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔ (معارف القرآن: ص ۷۹۳، ج ۸)

شبِ قدر کے معنیٰ

قدر کے معنی عظمت وشرف کے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت وشرف ہے۔

حضرت ابوبکر ورّاقؒ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شبِ قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادات کے ذریعہ وہ بھی صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیرِ ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذِ اُمور کے لیے مامور ہیں۔

اور بعض حضرات نے جو لیلۂ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شب برأت مُراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امور تقدیر کے اجمالی طور پر

شبِ برأت میں ہو جاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر (یعنی شب قدر میں جو رمضان میں آتی ہے) میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابنِ عباسؓ کے ایک قول سے ہوتی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شب برأت یعنی نصف شعبان کی رات میں کر لیتے ہیں پھر شب قدر میں یہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

اور یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہوتے ہیں تو وہ لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اصل نوشتۂ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

(معارف القرآن: ص۷۹۲، ج۸)

شب قدر کیا ہے؟

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن شریف میں اسکو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے ہزار مہینوں کے تراسی (۸۳) برس چار ماہ ہوتے ہیں۔

خوش نصیب ہے، شخص جسکو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزار دے۔ اس نے گویا تراسی سال چار ماہ سے زیادہ مدت کو عبادت میں گزار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے کتنے ماہ سے افضل ہیں۔ (عربوں کے یہاں اس زمانے میں ہزار سے آگے گنتی نہ تھی)۔

اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لیے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درمنثور میں حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا

چاہیں تو ناممکن، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اوران کی عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اسکی تلافی کے لیے اس رات کا نزول فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہم السلام کہ یہ سب اسّی اسّی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حیرت ہوئی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی، اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں، اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر یہ وجہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال آیت کے نازل ہونے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن اُمتِ محمدیہ کے لیے یہ اللہ جلّ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔

(فضائل رمضان المبارک: ص ۳۵، ومظاہر حق جدید: ص ۶۷۹، جلد ۲)

کمائی کی رات

اس رات کی فضیلت معلوم کرنے کے لیے اگرچہ قرآن کریم کی ایک مستقل سورت کافی ہے، لیکن نمونہ کے طور پر دو حدیثیں بھی لکھی جاتی ہیں:۔

(عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ)

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح:۔ اگر دنیا کے کاروباری کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مہینے میں ہمارے قریب شہر میں ایک میلہ (نمائش وغیرہ) لگنے والا ہے جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپیہ کے دس روپے بن جائیں گے اور سال بھر پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو بتاؤ کون بیوقوف ہے جو اس بہترین موقع کو کھودے گا؟

اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائیگا اور اگر تاریخ میں شبہ رہ جائے تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پر پہنچ جائیگا۔

اب ایک اور موقع نیکوں کے میلے کا بھی مؤمنوں کو دیا جا رہا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مہینہ تو بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس مہینے کی آخری تہائی حصہ میں ہے، لیکن تاریخ گول مول رکھی کہ دیکھیں نیکیوں کے شوقین اور خدا کی محبت اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت کا دم بھرنے والے کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں اور جس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں پورے پورے مہینے کا اعتکاف کیا ہے، اس کے چاہنے والے کتنے دن اپنی رحمت و آرام قربان کرتے ہیں؟ (الترغیب والترہیب: ص۹۰، ج۲)

کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر، بددِلی کے ساتھ نہیں، اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قُربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے

نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ اوپر والی حدیث اوراس جیسی اَحادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے، ان کا (الامن تاب) کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر (معمولی چھوٹے گناہ) کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو۔ اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شب قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمت کاملہ متوجہ ہو، اور صغیرہ وکبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (فضائل رمضان المبارک: ص ۳۸)۔

(اگر یاد آجائے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں شامل فرمالیں۔ رفعت)۔

فرشتوں کی آمد

(عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاکان لیلۃ القدر نزل جبریل فی کبکبۃ من الملٰئکۃ یصلون علیٰ کل عبدقائم اوقاعدیذکر اللہ عزوجل) (کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شب قدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اوراس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعاء رحمت کرتے ہیں۔

تشریح:۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں کا ساتھ آنا خود قرآن شریف میں مذکور ہے اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضہ فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر وشاغل کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرائیل

علیہ السلام کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا، جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں (اس سے مراد دعاء خیر بھی ہوسکتی ہے اور خود مصافحہ بھی، کیونکہ فرشتے مجسم نور ہی نور ہوتے ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے، اور محسوس بھی نہیں ہوتے، جس طرح سے مرنے والے کے پاس ملک الموت اور فرشتوں کی آمد اور بات چیت کا ذکر آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ والوں کو محسوس ہوتے ہوں اور نظر بھی آتے ہوں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

لیکن اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جسمیں کتا یا خنزیر ہو یا حرامکاری کی وجہ سے ناپاک ہو یا تصویر رہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں کو محروم کرتے ہیں۔ (کیونکہ) تصویر لگانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(فضائل رمضان: ص ۴۰)

شبِ قدر کی تعیین نہ ہونے کا سبب

(عن عبادة بن الصامتؓ قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم لیخبرنا بلیلة القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبرکم بلیلة القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسیٰ ان یکون خیرا لکم فالتمسوها فی التاسعة والسابعة) (مشکوٰۃ و بخاری شریف)۔

ترجمہ:۔ حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا. آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جسکی وجہ سے اس کی تعیین اُٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح:۔اس حدیث میں تین مضامین قابل غور ہیں۔ سب سے پہلے اہم وہ جھگڑا ہے. جو دو مسلمانوں میں ہو رہا تھا اور یہ اس قدر سخت بُری چیز ہے۔ کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل بتلاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے۔ اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سُود اور خبیث ترین سُود ارشاد فرمایا ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبروریزی کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خیال ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برأت میں اللہ کی رحمت عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانے سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اُوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔

(فضائل رمضان المبارک:ص۴۳)۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دو اشخاص جو اس موقع پر جھگڑنے لگے تھے، ان میں ایک کا نام عبداللہ ابن ابی خذرد اور دوسرے کا نام کعب ابن مالک تھا۔

''شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی'' کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اشخاص کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کے تعین کا علم میرے ذہن سے محو کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں جھگڑنا اور منافرت اور دشمنی اختیار کرنا بہت بری بات ہے، اس کی وجہ سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ''شاید تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا'' کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر کے بارہ میں جو متعین طور پر مجھے بتادی گئی تھی، اب وہ بھلادی گئی ہے، اگر میں تمہیں بتادیتا تو تم لوگ صرف اسی شب پر بھروسہ کرکے بیٹھ جاتے، اب اس کے تعین کا عمل نہ ہونے کی صورت میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ اس کو پانے میں بہت زیادہ کوشش کروگے بلکہ عبادت اور طاعت میں زیادتی بھی ہوگی جو ظاہر ہے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ (مظاہر حق جدید: ص ۶۸۷، ج ۲)

شب قدر کی پوشیدگی کا راز

جو چیز جتنی قیمتی اور اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل ہوتی ہے تو شب قدر جیسی قیمتی دولت بھلا بغیر محنت کے کیسے ہاتھ لگ سکتی تھی، اسلیے اس کی تاریخ گول مول رکھی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرَ الَّکُمْ) کیا خبر ہے تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو، (ابن کثیر: ص ۵۳۴، ج ۴)

مطلب اس کا صاف ہے کہ اگر تاریخ معلوم ہوجاتی تو اس کی اتنی قدر نہ ہوتی، اور معلوم ہوتے ہوئے بھی پھر اس کی ناقدری کرنا سخت بدنصیبی اور محرومی کی بات تھی۔ مفسرِ قرآن علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اس کے طالب وشوقین پورے رمضان عبادتوں کا اہتمام کرینگے۔

(ابنِ کثیر: ص ۵۳۴، ج ۴)

اگر شب قدر کی تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو۔ متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہوجاتی ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کیے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا، شب قدر کی تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں گناہ کی جرأت کرتا تو سخت اندیشناک تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابیؓ سو

رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کرلیں، حضرت علیؓ نے ان کو جگادیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں، آپؐ نے خود کیوں نہیں جگایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کہیں یہ شخص میرے جگانے پر انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کرنا کفر ہوجاتا ہے۔ تیرے کہنے پر انکارِ کفر نہیں ہوگا''۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نے گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔

منجملہ ان وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسّر آجاتی ہے۔

(ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ) جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا، ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہوسکتی ہیں، ایسے ہی امور کیوجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرمادیتے ہیں، چنانچہ اسم اعظم کو پوشیدہ فرمادیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقتِ خاص مقبولیت دعاء ہے، اس کو بھی مخفی فرمایا ہے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین شب قدر بھلادی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کیوجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین ہٹادی ہو۔ (فضائل رمضان: ص ۴۴)

شب قدر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا تھا

حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی تعیین کا علم دیا گیا تھا، اور اس کی اطلاع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لائے مگر دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں دو مسلمان کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کی، اتنے میں وہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک سے نکل گئی جو ان دونوں کے جھگڑنے کی قباحت کے سبب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی اس لیے اس سے ڈرنا چاہئے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس علم کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی دوسری وجہ خبر کی پیدا ہوگی جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کی تلاش وجستجو سے امت کے لیے دوسری جہت خیر وفلاح کھل گئیں، اور اس کی فکر وطلب کرنے والوں کو حق تعالیٰ دوسرے انواع واقسام کے انعامات سے نوازیں گے، کیونکہ ان سب راتوں میں شب قدر کی طلب وتلاش بھی مستقل عبادت بن گئی، جو تعیین کی صورت میں نہ ہوئی۔

(انوار الباری شرح البخاری: ص ۱۷۱، ج ۲)

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا سال کی اکثر راتوں میں اسکو طلب کرے تاکہ اسکو پالینے سے اسکی عبادت کا اجر وثواب بہت زیادہ ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ لوگ اس کے معلوم ومتعین ہونے کی صورت میں صرف اسی رات میں عبادت کر کے بہت بڑا فضل وشرف حاصل کرلیا کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کیا کرتے، اس لیے بھی اس کو پوشیدہ کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری: ص ۲۶۳، ج اول)

کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری محدث دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محدثین (فرفعت) سے مراد یہ نہیں کہ اصل شب قدر ہی اٹھالی گئی، بلکہ اسکا علم تعیین اٹھالیا گیا، اگر شب قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اسکو تلاش کرنے کا حکم فرمارہے ہیں اسکا کیا فائدہ؟ (انوار الباری: ص ۱۷۱، جلد ۲)

پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں

شب قدر کے بارے میں قطعی خبر اس لیے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی

بھروسہ کرلے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کرلیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے مجھے درجہ عطا ہوا ہے میں جنت میں جاؤنگا۔ ایسا خیال اُسے سست نہ بنادے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہوجائے۔ ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کردیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہوجاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، خدا کی عبادت کرلیں گے اور نیکوکار بن کر مرینگے۔

عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے۔ اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہونگی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

۱۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو۔

۲۔ گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر کرنے کو۔

۳۔ وسطیٰ نماز کو دوسری نمازوں سے۔

۴۔ اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے۔

۵۔ اور رمضان کے مہینے میں شب قدر کو۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۸۰)

بدنصیب کون ہے؟

دنیا والوں کی نظر میں تو سب سے بڑا بے وقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کا سیزن یوں ہی گنوادے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک میں سب سے بڑا بدنصیب اور محرومِ قسمت وہ ہے جو نیکیوں کا بہترین موقع ضائع کردے اور کچھ نہ کرسکے۔ ارشادِ عالی ہے:۔

(عن انس رضی اللہ عنہ قال دخل رمضان فقال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذاالشھر قدحضر کم فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرمھافقدحرم

الخیر کلہ ولایحرم خیرھاالامحروم)۔(ابن ماجہ: ص ۱۲۰، ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا ساری ہی بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہو۔

ایمان کی کمی اور نیکیوں کی قیمت سے بے خبری اور بے توجہی کی بات ہے ورنہ کیا دنیا میں رات بھر جاگنے والوں کی کمی ہے؟ کیا رات بھر لوگ کھڑے نہیں رہتے؟ کیا اٹھارہ گھنٹے مسلسل پُرزوں کی طرح کھانا پینا بھلا کر لوگ کام میں جٹے نہیں رہتے؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ خدا کے لیے کون جاگے، موت سے پہلے کی تیاری تو سب کر رہے ہیں، مگر موت کے بعد کی تیاری کون کرے؟

بس جسے مرنا ہوگا اس کی تیاری بھی کرے گا اور جو نہیں کرتا اس کی محرومی میں شک ہی کیا ہے؟ اگر ساٹھ، ستر برس کی زندگی کے لیے انسان مارا مارا پھرتا ہے اور رات دن ایک کر دیتا ہے، تو لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ بے حد و بے شمار برسوں کی زندگی کے لیے کیا کچھ نہ کر ڈالنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی تلاش میں پہلے شروع رمضان المبارک کے دس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ انہیں دس دنوں کا اعتکاف فرمار ہے۔(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۷ بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ص ۱۸۲)

کیا خبر کہ یہ آخری شبِ قدر ہو؟

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات کا جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہٰذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟

ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان ان کا آخری رمضان تھا۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان

تک ہم میں کس کس کی باری ہے؟۔

اسلئے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کیلئے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے، لیکن اگر تمام رات جاگنا بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی سہی۔ اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ رات کا آخر ہو، کیونکہ اس وقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع رات کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔ (رمضان کیا ہے: ص ۱۶۳)

حکمت الٰہی

اگر مسلسل دس رات جاگنے کا حکم دے دیا جاتا یا پانچ ہی راتوں کے اگر مسلسل جاگنے کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی ہمت نہ کرتے اور اگر بعض کر بھی لیتے تو تندرستی وصحت پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے طاق راتوں میں (اکیس، تئیس یعنی ایک رات چھوڑ کر) شب قدر بنا کر ان راتوں کو ایسے عجیب طریقے پر تقسیم کر دیا کہ ایک رات جاگ لیں اور دوسری کو آرام کر لیں، اسی طرح راتوں کا جاگنا بھی ہو جائے اور تن درستی پر بھی کوئی برا اثر نہ پڑے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۹)

شبِ قدر کب آتی ہے؟

,,عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تحروا ليلة القدر فى الوتر من العشر الاواخر من رمضان،،

(مشکوٰة شريف عن البخاری)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

تشریح:۔ جمہور علماء کے نزدیک آخر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ تاریخ کا ہو یا ۳۰ تاریخ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹/ کی راتوں میں تلاش کرنا چاہئے اگر مہینہ ۲۹ دن کو ہو، تب بھی آخر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر نبی کے زمانے کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرہ آخر میں تلاش کرو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں مشغول ہوگئے، میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضور! یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کونسے حصہ میں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے اور نہ بعد میں ہوئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو، بس اس کے بعد کچھ نہ پوچھو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ رحمۃ اللہ علیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔

بہرحال ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں کوشش کرنا چاہئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنی چاہئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو رمضان المبارک کے آخر عشرہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہرحال غنیمت باردہ سمجھنا ہی چاہئے، اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اگر میسر نہ ہو تو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب وعشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال ہی ضروری ہونا چاہئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر با جماعت نمازوں کا ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔

(فضائل رمضان المبارک از: ص ۳۹ تا ص ۴۷)

سات کا عدد اور شب قدر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شب قدر معلوم کرنے کے لیے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لیے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات، اور دریا بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں، آدمی کی تخلیق (پیدائش) بھی سات اعضاء سے ہوتی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بنائے گئے ہیں، یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں، ایک منہ، رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی قرأتیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحاب کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہَوا سے ہلاک ہوئی، یوسف علیہ السلام بھی سات برس تک جیل خانے میں رہے، سورۂ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا ہے وہ بھی سات تھیں، قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی۔ (فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے) پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو۔ نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اسے دھونا چاہئے، پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی سے۔ سورۂ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ﴾ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہِ شباط یعنی پھاگن کے اور چار دن آور یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کردیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شہید سات طرح کے ہیں۔ (۱) وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔ (۲) وہ جو طاعون کی بیماری میں مریں۔ (۳) جو سِل کی بیماری سے مریں۔ (۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں۔ (۵) جو آگ میں جل جانے سے مریں۔ (۶) جو اسہال دستوں کی بیماری سے مریں۔ (۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت (ولادت) میں مرجائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی ہے۔ (۱) آفتاب۔ (۲) چاشت کا وقت۔ (۳) چاند۔ (۴) دن۔ (۵) رات۔ (۶) آسمان۔ (۷) اور جس نے آسمان وزمین کو بنالیا۔ (یہ کل سات ہوئے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰؑ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

دل چسپ نتیجہ

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔

قرآن کریم میں سورۂ قدر میں ﴿سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ میں ھِیَ کا لفظ ستائیس حروف کے بعد آتا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۳۷۸)

ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے۔ تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا اور اسی

شب قرآن کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا ختم القرآن کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ شب قدر، عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرائن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے۔ اور ظنِ غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے، لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی (انکار) کردیا جائے ظنِ غالب کی بناء پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل اور مستحب ہے۔ یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کردینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے، عبادت تلاوت، نماز وغیرہ کے لیے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ص ۸۹، ج ۱۱)

شب قدر کی علامت

(ومن امارتها انها ليلة بلجة صافية ساجية لاحارة ولا باردة كان فيها قمراً ساطعا ولا يتحل ان يرمى به تلك الليلة حتىٰ الصباح ومن اماراتها ان الشمس تطلع صبيحتها لاشعاع لها مستويه كانها القمر ليلة البدر وحرم الله علىٰ الشيطان ان يخرج معها يومئذ.) (درمنثور عن احمد وبیہقی)

ترجمہ:۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل، گویا اس میں (انوار کی کثرت کیوجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات میں صبح تک ستارے شیاطین کے نہیں مارے جاتے، نیز اسکی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودہویں رات کا چاند، اللہ جل شانہٗ نے اس دن آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا (اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

تشریح:۔ اس حدیث میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں، جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی علامات روایات میں اوران لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات احادیث میں وارد ہوئی اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور ضروری نہیں ہیں۔ (فضائل رمضان: ص ۴۸)

حدیثوں میں شب قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں سمجھ لو کہ یہ شب قدر ہے:۔

(۱) سب سے صحیح پہنچان شب قدر کی یہ ہے کہ اس رات کی صبح جب سورج نکلتا ہے تو چودہویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا ہے۔

(عینی شرح بخاری: ص ۳۶۵، ج ۵)۔

یہ پہنچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

(۲) وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے۔ (مسند احمد رواہ العینی: ص ۳۶۵)۔

(۳) اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے، نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر: ص ۴۳۱، ج ۴)۔

(۴) اس رات میں آسمان میں تارے ٹوٹ ٹوٹ کر اِدھر اُدھر نہیں جاتے۔

(ابن کثیر: ص ۴۳۱، ج ۴)

(۵) امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

(عینی: ص ۳۶۵، ج ۵)۔

لیکن یاد رہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی، اور شاید بہت سوں کو تو سمجھ میں بھی نہ آئے۔

(۶) بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ (العرف الشذی: ص ۳۲۷)

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔

(۷) بعض لوگوں کوکوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے، لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کواس کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۰)

شبِ قدر کے اعمال

(عن عائشة رضی الله عنهاقالت قلت یارسول الله ان علمت ای لیلة لیلة القدرماقول فیهاقال قولی اللهم انک عفوتحب العفو فاعف عنی)

(ترمذی وفی المشکوٰۃ)۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعاء مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم سے آخر تک یہ دعاء بتائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

تشریح:۔ یہ نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔ (فضائل رمضان: ص ۴۹)

اس رات میں جاگ نماز، تلاوت، درود شریف اور دعاؤں وغیرہ کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، اس رات کا کوئی خاص عمل نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے سبھی اعمال کیے جائیں۔ اس طرح ہر قسم کے اعمال کا ثواب بھی حاصل ہوجائیگا، اور ادل بدل کر عبادت کرنا آسان بھی ہوگا، کبھی تلاوت کرنے لگے تو کبھی تسبیحات میں مشغول ہوگئے۔

اس رات میں مسجدوں میں جمع ہونے اور باقاعدہ تقریریں وغیرہ کرنے کرانے سے اگرچہ یہ تو فائدہ ہوتا ہے کہ مِل جُل کر جاگنا آسان ہوجاتا ہے مگر اس کی ہمیشہ پابندی کرنا اور بہت زیادہ اہتمام کرنا اچھا نہیں۔ علماء نے اس کو پسند نہیں کیا (مراقی الفلاح: ص ۲۱۹)

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور میں شب قدر میں جاگنے کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کی قیمت وہ حضرات ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔

دوسری ایک ضروری بات یہ ہے کہ ستائیسویں رات کو بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ آج ہی شب قدر ہے، حالانکہ یہ غلط ہے کہ ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شب قدر ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ کسی اور رات کو جاگنے، عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جب کہ اس کے چھپانے کا ایک بڑا راز ہی یہ ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں بہت سی راتوں میں عبادت کیا کریں۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)

(قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر صلوٰۃ التسبیح کے چند ضروری مسائل اور طریقہ نماز پیش ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمت مبارک راتوں میں طویل عبادت کرنا چاہے تو یہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ صحیح احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پُرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے والے بھی، اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور علانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل نماز التسبیح ہے)۔ (میرے چچا) اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

اس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ تسبیح کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔

اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کر سکیں اور اس وجہ سے ان اذکار ودعوت والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب رہتے ہیں ان کے لیے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ اسمیں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے۔ اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کو اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (سورۃ ھود، پارہ:۱۲)

لیکن اس تاثیر میں ''صلوٰۃ التسبیح'' کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی اس کی برکت سے بندہ کے اگلے، پچھلے، پُرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو ''صلوٰۃ التسبیح'' کی تلقین کرنے کے بعد ان سے فرمایا:۔

(فانک لو کنت اعظم اھل الارض ذنبا غفر لک بذالک)

یعنی تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گئے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ (معارف الحدیث: ص ۳۴۳ جلد ۳)۔

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔

(شامی، علم الفقہ صفحہ ۴۹، جلد دوم)۔

صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے

سوال:۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، کیا اور امتی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے (انما الاعمال بالنیات) الخ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان)۔ پس مدار ثواب کا نیت پر ہے۔ اگر لوجہ اللہ خالص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو تعلیم فرمائی تھی، وہ انکی خصوصیت نہ تھی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم و بشارتِ ثواب عام تھی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۳، جلد ۴)۔

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۳، جلد ۴۔ بحوالہ ردالمختار: ص ۶۶۳ جلد اول باب الوتر النوافل)

تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا

سوال:۔ رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھائی جاتی ہے اسکا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا انکو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

جواب:۔ اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس نماز سے فوت شدہ نمازوں کا کفارہ نہیں ہوتا یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ص ۳۱۴، جلد ۴)۔

نماز میں ہاتھ کی کیفیت

سوال:۔ صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟

جواب:۔ کھلے رکھنا ہی معمول بہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم :ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہر رکعت میں پچھتّر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہئے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔

نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے:۔ (نویت ان اصلی اربع رکعات صلوٰۃ التسبیح) یا اردو میں یوں کہے "میں نے ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھوں، (یا دل میں خیال کر لے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے، تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور (سبحانک اللھم) پوری پڑھکر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے (سبحان اللہ والحمد للہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر) پھر (اعوذ باللہ) اور (بسم اللہ) پڑھ کر (الحمد شریف) اور اس کے ساتھ اور سورت پڑھے، اس کے بعد رکوع میں دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر (سمع اللہ لمن حمدہٗ) اور (ربنا لک الحمد) کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور دونوں سجدوں میں (سبحان ربی الاعلیٰ) کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں (الحمد شریف) سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد (الحمد شریف) اور دوسری سورت کے بعد دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ (سبحانک اللھم) کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ (الحمد شریف) اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے

سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی (الحمد شریف) اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور (التحیات) کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی درود شریف کے بعد دس مرتب باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

تسبیح کے شمار کا طریقہ

اس نماز کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس لیے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضروریات ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گنتے (شمار) کے لیے کوئی علامت مقرر کر دے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبالے، پھر دوسری کو، اسی طرح تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرا ہاتھ کی پانچویں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبائے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہئے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ (شامی، علم الفقہ: ص ۵، جلد ۲)

ہر رکعت میں پچھتّر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر) ہونی چاہیے اس سے کم نہ ہونی چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۲۴۲: ج ۱)

اگر نماز میں تسبیح بھول جائے؟

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کرلے جو پہلے سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا

رکوع سے بڑھادینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اوراسی طرح دونوں سجدوں کی درمیان نشست کا سجدوں سے بڑھادینا منع ہے لہٰذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ :ص ۵۰، جلد۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح بھول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہوجائے گی، جوان کی وضع کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ :ص ۲۴۲ جلد اول)

☆تمت بالخیر☆

اللّٰھم وفّقنابعَمل یُحبّک فی لیلة القدر والبراء ة ایمانًا واحتسابًابحرمة سیّد الانبیاء والمُرسلین والصلوٰة والسّلام علیه وعلیٰ اٰلِهٖ وازواجهٖ واصحابهٖ واتباعهٖ اِلٰی یَوم القیَامةِ والدین آمین یارَبَّ العَالَمین)

محمد رفعت قاسمی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند (انڈیا)
مورخہ ۲۰/رجب ۱۴۱۲ہجری۔ مطابق ۲۶/جنوری ۱۹۹۲عیسوی